بکھرتی دُنیا

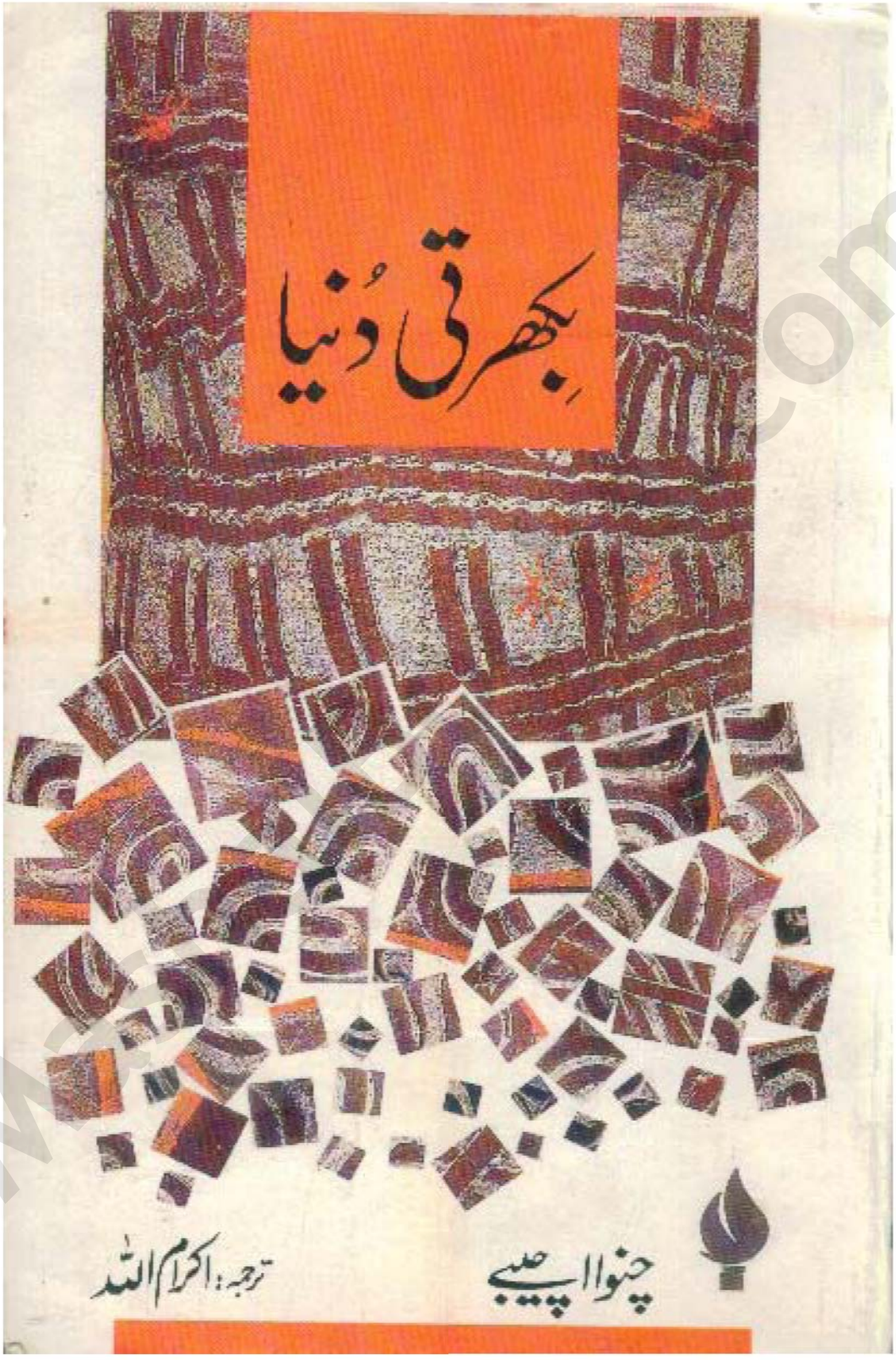

چنوا اچیبے

ترجمہ: اکرام اللہ

چنوا اچیبے

بکھرتی دُنیا

ترجمہ: اکرام اللہ

خاکے: اوچے اوکیلے

مشعل

آر-بی 5، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس
عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600، پاکستان

MashalBooks.com

C.Achebe:Things Fallapart	چنوااچیبے: بکھرتی دُنیا
Copyringh (English)C	جملہ حقوق انگریزی
Chinua Achebe1958	Cچنوااچیبے
Urdutranslation: Ikramullah	اُردو ترجمہ: اکرام اللہ
Cover: Humaira Mahmood	ٹائٹل ڈیزائن: حمیرہ محمود

MashalBooks.com

دیباچہ

اب سے پہلے افریقہ تاریک براعظم کہلاتا تھا۔ کچھ وہ تاریک تھا، کچھ ہم اس کے بارے میں اندھیرے میں تھے۔ مگر اب شاید وہ اتنا تاریک نہیں رہا ہے۔ اندھیرا خاصا چھنٹ چکا ہے۔ یہ دوسری عالمی جنگ کے بعد کے حالات کا کرشمہ ہے۔ ان حالات نے ایشیا اور افریقہ کے ملکوں میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ یہ ملک ایک ایک کر کے آزاد ہوتے چلے گئے۔ آزاد ہونے کے ساتھ ہی اُنہوں نے ظاہر ہونا شروع کیا ورنہ محکومی نے تو انہیں اس طرح دبایا تھا کہ گمنامی ان کا مقدر بنی ہوئی تھی۔ اب یہ قومیں اپنے آپ کو آشکار کر رہی تھیں۔ ان کے نام اور کام اب سامنے آ رہے تھے۔ اسی عمل میں ان کا ادب بھی سامنے آنا شروع ہوا، ورنہ پہلے تو بس مغرب کا ادب ہی ہم تک پہنچا تھا۔ مغرب کا رویہ بھی اب بدل گیا تھا۔ پہلے تو وہ غیر مغربی ممالک کے ادب کو توجہ کے قابل ہی نہیں سمجھتے تھے۔ محققین اور مشرقین قدیم ادویات ادبیات پر تو ضرور دار تحقیق دیتے رہتے تھے، مگر عصری ادب کو منہ نہیں لگاتے تھے۔ اب اُنہوں نے مشرقی کے عصری ادب کو بھی نوازنا شروع کر دیا ہے۔

ویسے یہ نوازش ایشائی ممالک سے زیادہ شاید افریقی ممالک کے ادب پر ہوئی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہی ہے کہ چونکہ یہ تاریک براعظم تھا اس لئے اس کے بارے میں ان کے یہاں تجسس زیادہ تھا۔ مگر ایک وجہ اور بھی تھی۔ ایشیاء ادب اور مغرب کے درمیان زبان کی دیوار حائل تھی، اور اب بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ ایشیا کے اکثر ممالک میں ادب ان کی اپنی زبانوں میں پروان چڑھ رہا ہے۔ جس ملک کے ادب کو جس حد تک ترجمہ کی سہولت میسر آ جاتی ہے اس حد تک وہ مغرب تک اور خود مشرق کے مختلف ممالک تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ افریقی ادب اور مغرب کے درمیان زبان کی دیوار حائل نہیں ہے۔ ان میں سے جو ملک جس مغربی قوم کے تسلط میں رہا ہے وہاں کی زبان کو اس کے یہاں اتنا رسوخ حاصل ہو گیا کہ ادبی اظہار بھی وہاں بالعموم اسی زبان میں ہوا ہے۔ افریقہ کے کتنے ملکوں میں فرانسیسی کا چلن ہے، کتنے ملکوں میں انگریزی کا چلن ہے۔ نائجیریا کی مثال لے لیجئے۔ زیر بحث ناول Things Fall Apart کا تعلق اسی ملک سے ہے اور اس کا مصنف چنوا اچیبے نائجیریا کا ممتاز ترین ناول نگار ہے۔ یہ ملک ایک زمانے تک برطانیہ کے تسلط میں رہا ہے اور انگریزی کا چلن وہاں اس قدر ہے کہ ادبی اظہار کی

زبان بھی یہی ہے۔ بلکہ اچیبے نے اب سے پہلے 1964ء میں بڑے دھڑلے سے یہ اعلان کیا تھا کہ ''نائجیریا اور اس کے ساتھ افریقہ کے کتنے دوسرے ممالک میں قومی ادب کی زبان اس وقت انگریزی ہے اور آئندہ بھی یہی رہے گی۔''

ہمارے حساب سے یہ بیان ایک غلامانہ ذہنیت کا ترجمان ہے۔ مگر نائیجریا کی لسانی صورت حال کے حساب سے دیکھئے تو اس کا ایک جواز نکلتا ہے۔ برطانیہ کا راج تو اس برصغیر میں ضرور رہا ہے اور سو یہاں کے ملکوں میں انگریزی کا اچھا خاصا چلن بھی ہے، مگر یہاں کئی ایک زبانیں نمائندہ حیثیت کے مالک تھیں اور ان کی اپنی ادبی روایت بھی بہت مستحکم تھی۔ سو محکومی کے زمانے میں بھی یہاں ادبی اظہار کی زبان انگریزی نہیں بن پائی۔ آج بھی ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش تینوں ملکوں میں ادبی اظہار اپنی اپنی زبانوں میں ہو رہا ہے۔ انگریزی میں جو لکھا جا رہا ہے اس کی حیثیت ضمنی اور ثانوی ہے۔ نائیجریا کی صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس ملک میں کم وبیش ڈھائی سو زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اور کوئی زبان ایسی نہیں ہے جو اپنے قبیلہ سے باہر سمجھی جاتی ہو۔ سو گھروں تک میں یہ صورت ہے کہ اگر دو قبیلوں کے درمیان شادی بیاہ کا رشتہ قائم ہو تو پھر ان کے لئے مشترک زبان انگریزی ہی ہوتی ہے۔ اس صورت حال نے انگریزی کو اس ملک میں نفوذ کرنے کا پورا موقع فراہم کیا۔ قومی زندگی کے ہر شعبہ میں انگریزی کا استعمال ناگزیر ہوا۔ رفتہ رفتہ وہ ادبی اظہار کی زبان بھی بن گئی۔ دیسی زبانوں میں لکھے جانے والے ادب کا دائرہ تو قبیلہ تک محدود رہتا ہے۔ ایسا ادب جو پورے نائیجریا میں رسوخ حاصل کر سکے انگریزی ہی میں ہو سکتا ہے۔ یعنی انگریزی یہاں عام خلقت کی زبان ٹھیک نہ ہو مگر اس کا دائرہ اثر اتنا وسیع ہے کہ پورا ملک اس کی گرفت میں ہے۔ سو جو ادبی نگارشات اس زبان میں ہوں گی وہ پورے نائیجریا کی نمائندہ ٹھہریں گی۔

افریقی ادیبوں کو انگریزی میں لکھنے سے ایک فائدہ یقیناً ہوا۔ وہ یہ کہ انہیں اپنے ملک سے باہر قارئین کی ایک بہت بڑی برادری میسر آ گئی۔ انگریزی میں لکھنے کے معنی یہ ہیں کہ لکھنے والے کی کتاب انگلستان اور امریکہ کے علاوہ مشرق کے ان ممالک میں بھی پہنچے گی جہاں انگریزی پڑھی اور سمجھی جاتی ہے۔ اس واقعہ کا اثر افریقی لکھنے والوں کی تحریروں پر بھی پڑا ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ لکھتے ہوئے یہ بھی لحاظ رکھتے ہیں کہ ان کے مغربی قارئین ان سے کیا توقع رکھتے ہیں کہ ایک کوشش یہ نظر آتی ہے کہ افریقی زندگی کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی جائیں۔

اس لئے کہ انہیں پتہ ہے کہ مغرب والوں کے یہاں افریقی زندگی کے متعلق تجسس بہت ہے۔ سو ان ناولوں میں لکھنے والا اپنے یہاں کی تہذیب کے متعلق وہ تفصیلات بھی قلمبند کرتا نظر آتا ہے جن میں شاید ملکی قارئین کو زیادہ دلچسپی نہ ہو۔

مگر اچیبے نے اس خیال سے اختلاف کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ افریقی ادیب کو اسکی ضرورت نہیں ہے کہ وہ مغربی قارئین کا لحاظ کر کے اپنی تحریر لکھے۔ کہتا ہے کہ ''کم از کم میں یہ نہیں کرتا۔'' کیوں نہیں کرتا، اس کا استدلال اس طرح کیا ہے کہ اس کے ناول انگریزی میں ہونے کے باوجود خود اس کے ملک میں زیادہ فروخت ہوتے ہیں۔ Things Fall Apart کی اشاعت کے بعد کے ایک سال کا حساب اس نے یہ بتایا کہ اس ناول کے صرف آٹھ سو نسخے برطانیہ میں فروخت ہوئے۔ دُنیا کے باقی علاقوں میں 2500 کی تعداد میں اس کی نکاسی ہوئی جبکہ خود نائیجریا میں وہ بیس ہزار کی تعداد میں نکلی۔ اچیبے کہتا ہے کہ اس کے باقی ناول بھی اسی تناسب سے بکتے ہیں، یعنی مغرب کے ملکوں میں کم، اپنے ملک میں زیادہ۔ پھر اسے کیا پڑی ہے کہ وہ ناول لکھتے ہوئے مغربی قارئین کی ذہنی ضرورتوں کا خیال رکھے۔ ہاں خود اپنے ملک کے قارئین کی ذہنی ضرورتوں کو ملحوظ رکھنے میں وہ کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا۔ اس نے بتایا ہے کہ اس کے قارئین میں نوجوان زیادہ ہیں، سکول اور کالج کے طالب علم یا وہ نوجوان جنہوں نے تازہ تازہ تعلیم سے فراغت حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ اس سے کیا چاہتے ہیں، اس کی وضاحت کرتے ہوئے اس نے اپنی ایک نوخیز قاری کا خط نقل کیا ہے Things Fall Apart کو پڑھنے کے بعد اس نوخیز قاری نے اچیبے کو لکھا کہ ''آپ کے ناول ہم نوجوانوں کے لیے بہت نصیحت آموز ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ اسی ڈھب کی کتابیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں لکھتے رہیں گے۔''

یہاں سے ہمیں یہ اشارہ ملتا ہے کہ اچیبے مقصدی ادب کا قائل ہے۔ لیکن اس کے نقطہ نظر کو سمجھنے سے پہلے ہمیں سرسری طور پر یہ جاننا چاہیئے کہ وہ کون ہے، کیا کرتا ہے، کیا لکھتا ہے اور کتنا کچھ لکھ چکا ہے۔

اچیبے نائیجریا کا رہنے والا ہے۔ اموہیا کے گورنمنٹ کالج اور ابادان کے یونیورسٹی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ نائیجر یونیورسٹی اور میسو چوسٹس یونیورسٹی میں پروفیسر رہ چکا ہے۔ لیگوس میں ایکسٹرنل براڈ کاسٹنگ میں بھی ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کیا ہے۔ سٹرلنگ یونیورسٹی، ساوتھمپٹن یونیورسٹی اور کینٹ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اس کا سب سے مقبول ناول

MashalBooks.com

Things Fall Apart ہے جو 58ء میں چھپا تھا اور جواب تک بیس لاکھ کی تعداد میں فروخت ہو چکا ہے۔ اور تیس زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے۔ باقی اور ناول بھی لکھے ہیں۔ کہانیاں ان پر مستزاد نظمیں بھی لکھی ہیں۔ متعدد ادبی انعامات مل چکے ہیں۔

Things Fall Apart کو ہم اس وقت بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں جب ہم اچیبے کے ادبی نقطہ نظر کو سمجھ لیں۔ اس نے اپنے ادبی نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے ایک طالب علم کا ذکر کیا ہے جسے اس کی استانی نے موسم پر مضمون لکھنے کی ہدایت کی۔ مضمون دیکھ کر استانی نے کہا کہ تم نے اپنے یہاں کے موسم کا ذکر کرنے کی بجائے انگلستان کے موسم کا ذکر کس خوشی میں کیا ہے۔ اسنے جواب دیا کہ اپنے یہاں کے موسم کا ذکر کرتا تو کلاس کے لڑکے مجھ پر ہنستے۔ اچیبے کہتا ہے کہ ''ادیب کی حیثیت سے یہ میرے فرائض میں شامل ہے کہ میں اس لڑکے کو بتاؤں کہ افریقہ کے موسم میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اور یہ کہ ناریل کا پیڑ بھی شاعری کا موضوع بن سکتا ہے۔''

گھانا کے پروفیسر ولیم ابراہام نے یہ سوال اُٹھایا کہ اگر افریقی مورخ افریقہ کی تاریخ کھنگال رہے ہیں اور افریقی ماہرین سیاست افریقہ کی سیاست پر غور وفکر کر رہے ہیں تو پھر افریقی ادیبوں کو اس فرائض کی بجا آواری سے مستثنیٰ کیوں قرار دیا جائے جو خود ان کی دانست میں جائز اور مستحسن ہیں۔ اس کا جواب اچیبے نے یہ دیا کہ میں ان فرائض سے اپنے آپ کو مستثنیٰ نہیں جانتا۔ ''جو میں لکھتا ہوں وہ افادی آرٹ ہے، خالص آرٹ نہیں۔ آرٹ کی بیشک بہت اہمیت ہے۔ مگر جس قسم کی تعلیم کا تصور میرے ذہن میں بسا ہوا ہے وہ بھی کم اہم نہیں۔''

یہ ہے وہ نقطہ نظر جو اچیبے کے فکشن کی نہج کا تعین کرتا ہے اور جس میں مقصد کو فن پر فوقیت حاصل ہے۔ ناول لکھنے کا مقصد اس کے یہاں یہ ہے کہ افریقہ کے لوگوں میں خود اعتمادی پیدا کی جائے، سالہا سال کی ذلت ورسوائی سے جو ان کے یہاں احساس کمتری پیدا ہو گیا ہے۔ اسے دور کیا جائے، اور یہ جو تصور ہے کہ افریقہ کے لوگ وحشت اور بربریت کی تاریکی میں پھنسے ہوئے تھے جس سے انہیں اہل مغرب نے آکر نکالا اس کی تردید کی جائے۔ بقول خود اگر اس کے ناولوں سے یہ مقصد پورا ہو جائے تو یہ اس کے اطمینان کے لیے بہت کافی ہے۔ پھر اس کی بلا سے کہ اس کے ناولوں میں اور کوئی خوبی ہے یا نہیں ہے۔ مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ خود اس کے افریقی قارئین کے حلقہ میں بھی انہیں ناولوں کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے جو اس مقصد کے ساتھ فنی تقاضوں کو بھی پورا کرتے نظر آتے ہیں۔ اگر اس کے ان ناولوں کو جو اُردو میں ترجمہ ہو کر ہمارے

MashalBooks.com

سامنے آئے ایک دوسرے کے مقابل رکھ کر دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ ایک ناول تو وہ ہے جو عوام کا نمائندہ کے عنوان سے ترجمہ ہو کر ہمارے سامنے آیا۔ اس ناول میں ایک نو آزاد افریقی ملک کا نقشہ پیش کیا گیا ہے کہ وہاں سیاسی زندگی کا رنگ کیا ہے، نااہل بدکردار بے ایمان لوگ کس طرح سیاست میں داخل ہوتے ہیں، جائز ناجائز طریقوں سے الیکشن جیتتے ہیں اور اقتدار حاصل کرتے ہیں اور پھر حالات کو کس طرح اس نقطہ پر پہنچا دیتے ہیں کہ مارشل لا ناگزیر ہو جاتا ہے، یہ ایسا نقشہ ہے جو ایشیا اور افریقہ کے نو آزاد ملکوں پر صادق آتا ہے۔ خود ہم اپنے یہاں کی سیاسی زندگی کا عکس دیکھ سکتے ہیں ''ٹائم'' نے اس پر کیا خوب تبصرہ کیا ہے کہ اچھے کی کتاب ہزاروں صحافتی رپورٹوں پر بھاری ہے۔ مگر زیادہ صحیح تبصرہ شاید یوں ہوگا کہ یہ ناول ایسی صحافتی رپورٹ جو اخباروں میں چھپنے والی ہزاروں، صحافتی رپورٹوں پر بھاری ہے۔ ایک اچھی صحافتی رپورٹ میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ مگر ایک اچھے ناول کے بیان میں جو تہہ داری ہوتی ہے اس کا سراغ یہاں مشکل سے ملے گا۔ ہاں Things Fall Apart میں ہم اس خوبی کو پا سکتے ہیں۔

اس ناول میں افریقہ اپنے تہذیبی طور پر بھرے پرے اور بھید بھرے قدیم کے ساتھ سانس لیتا نظر آتا ہے۔ یہاں ایک ایسے افریقی معاشرے کو ہم جیتی جاگتی صورت میں دیکھتے ہیں جو اپنے قبائلی طور طریقوں، ریت رسموں، اور عقائد و خیالات میں مگن ہے۔ ابھی باہر کے کسی عقیدے، کسی تہذیب نے اس میں رخنہ زیادہ دور نہیں ہے۔ سفید فاموں کے سبز قدم آن پہنچتے ہیں۔ اور دراڑ کس ظالم طریقہ سے پڑی ہے کہ اس ناول کے مرکزی کردار اوکونک وو کی صورت یہ ہے کہ جیسے افریقہ اپنی قدامت اور ساری توانائی کے ساتھ اس میں مجسم ہو گیا ہو۔ مگر اس کا بیٹا ان سفید فاموں کے حلقہ میں چلا جاتا ہے جو ایک نئے عقیدے کا پیغام لے کر یہاں پہنچے ہیں۔

چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

سفید فاموں کا اثر و نفوذ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور ادھر دراڑیں پڑتی چلی جا رہی ہیں جیسے کہ پوری قبائلی زندگی بکھر رہی ہو۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ ادھر بیٹا عیسائی مشنریوں کے ساتھ مل کر ایک نئے عقیدے کا مبلغ بن جاتا ہے۔ ادھر باپ اپنی قبائلی روایات کا علمبردار بن کر ایک سفید فام کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، اور یہ دیکھ کر کہ اس کے قبیلہ میں اب جنگ کا حوصلہ نہیں رہا خودکشی کر لیتا ہے۔

مغربی فکشن نے اظہار کے جو مراحل طے کئے ہیں اور نداتیں پیدا کی ہیں اور جن سے ہم نے بھی اچھا خاصا استفاد کیا ہے ان کے اثرات تو اس ناول میں نظر نہیں آئیں گے یہ سیدھے سادھے حقیقت نگارانہ انداز میں لکھا ہوا ناول ہے جو چیز اسے موثر اور معنی خیز بناتی ہے وہ تجربے کی تازگی اور سچائی ہے۔ حقیقت نگاری کے اسلوب کو تو ہمارے یہاں بھی بہت برتا گیا ہے مگر اچیبے کی حقیقت نگاری ہماری حقیقت نگاری سے بہت مختلف ہے۔ ہمارا حقیقت نگار شروع اس تصور کے ساتھ ہوا تھا کہ جسے عقل قبول کرلے وہی حقیقت ہے۔ سو وہ محسوسات وہ عقائد، اور وہ تجربے جن کی عقلی توجیہ نہیں ہوسکتی تھی ان کو حقیقت نگاروں نے بالعموم درخور اعتنا نہیں جانا۔ اگر ذکر بھی کیا تو وہ ایک تضحیک، تمسخر اور طنز کے ساتھ۔

اچیبے اپنی معاشرتی حقیقت کو مغرب کی بخشی ہوئی عقل سے دیکھنے اور سمجھنے کے لئے تیار نظر نہیں آتا۔ اپنے معاشرے کے ان محسوسات اور ان تجربوں کو جنہیں ہمارے یہاں کا حقیقت نگار توہم پرستی کا نام دے گا اچیبے نے اپنے حقیقت نگارانہ بیان میں بہت اہمیت دی ہے۔ اور اس موثر انداز میں ان کی تصویر کشی کی ہے کہ اس کی حقیقت نگاری میں ایک طلسماتی رنگ پیدا ہوگیا ہے۔ جس معاشرے کو وہ بیان کررہا ہے وہ خود ایک طلسمات کا رنگ لئے ہوئے ہے۔ یہ پورا معاشرہ ایک ان دیکھی ان جانی طاقت کا مسکن ہے۔ ایک پروہت کے وسیلہ سے جو ہمیشہ عورت ہوتی ہے وہاں سے احکامات صادر ہوتے ہیں اور جب حکم صادر ہوجاتا ہے تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس سے سرتابی کرے۔ اس اثر میں آکر اس معاشرے میں زندگی کا عمل ایک اسرار کا رنگ پکڑ لیتا ہے۔ اس اسرار کے بیان میں اچیبے نے کسی قسم کے طنز تضحیک یا تمسخر کو روا نہیں رکھا ہے۔ وہ اسے اس طور بیان کرتا ہے اور اس جذبے کے ساتھ کہہ رہا ہوتا ہے کہ ہمارے معاشرے ہماری تہذیب کی یہی اساس تھی۔ اسی میں ہمارے استحکام کا راز پوشیدہ تھا۔ سفید فاموں نے آکر اس میں کھنڈت ڈال دی۔

اچیبے کا یہ ناول افریقہ سے ہمارا صحیح معنوں میں تعارف کراتا ہے۔ اُردو میں اس کے ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ اُردو ادب افریقہ سے ایک صحیح آدمی کے ذریعہ متعارف ہورہا ہے۔

انتظار حسین

MashalBooks.com

پہلا حصہ

MashalBooks.com

پہلا باب

اوکونک وو آس پاس کے نو دیہاتوں میں ہی نہیں بلکہ ان سے بھی آگے تک خوب جانا پہچانا جاتا تھا۔ یہ شہرت خالصتاً اس کے اپنے زور بازو کا نتیجہ تھی۔ ایمالنزے عرف بلا کو اٹھارہ سال کی عمر میں پچھاڑ کر وہ اپنے گاؤں کے لیے عزت کا باعث بنا تھا۔ ایمالنزے ایک بڑا پہلوان تھا جسے ہرانے کے لئے سات سال تک یوموفیا سے لے کر مبائنو تک سبھی دیہاتوں والے اپنی سی کر کے دیکھ چکے تھے مگر کوئی کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ اسے بلا اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیٹھ کبھی زمین پہ نہیں لگی تھی۔ اس خص کو اوکونک وو نے کشتی میں چت کیا، اور بڑے بوڑھے اس بات پر متفق تھے کہ پرانے وقتوں سے۔ جب اس قصبہ کا بانی ایک وحشی روح کے ساتھ سات دن اور سات رات تک مصروف پیکار رہا تھا، یہ سب سے خوفناک کشتی تھی۔

ڈھول بجتے رہے، بانسریاں گاتی رہیں اور ناظرین دم بخود بیٹھے رہے۔ ایمالنزے کشتی کے فن کار بڑا چالاک ہنر مند تھا لیکن اوکونک وو بھی پانی میں مچھلی کی طرح ہاتھوں سے نکل نکل جاتا۔ ان کے بازوؤں، پشتوں اور رانوں کا ایک ایک ریشہ ابھر آیا تھا۔ لگتا تھا کہ ابھی پٹھے چٹخنے کی آواز سنائی دے گی۔ آخر کار اوکونک وو نے بلے کو گرا لیا۔

یہ پرانی بات ہے بیس برس یا اس سے بھی پہلی کی۔ لیکن اس عرصے میں اوکونک وو کی شہرت ایسے پھیلی جیسے گرم ہوا کے جھونکوں سے جھاڑیوں کی آگ پھیلتی ہے۔ وہ لمبا تڑنگا، بھاری بھرکم آدمی تھا۔ گھنی بھنوؤں اور چوڑی ناک نے اس کی صورت کو اور بھی کرخت بنا دیا تھا۔ اس کی سانسیں بڑی بوجھل تھیں۔ کہا جاتا تھا کہ جب وہ سوتا تو اس کی بیویاں اور بچے باہر بنے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے اسے سانس لیتے سن سکتے تھے۔ جب وہ چلتا تو اس کی ایڑیاں بمشکل زمین کو چھو پاتیں۔ ایسا لگتا جیسے وہ سپر نگوں پر چل رہا ہے یا کسی پر جھپٹنے والا ہے اور وہ واقعی لوگوں

پہ اکثر جھپٹتا بھی رہتا۔ اس کی زبان میں خفیف سی لکنت تھی۔ جب کبھی وہ غصے کے عالم میں ہوتا اور دیکھتا کہ الفاظ مناسب تیزی سے نہیں نکل رہے تو مکوں پر اتر آتا۔ ناکام آدمی کے لئے اس کے اندر بالکل بھی برادشت نہیں تھی۔ اسی لئے وہ اپنے باپ کو بھی برداشت نہ کر پاتا تھا۔

اس کے باپ کو جس کا نام یونو کا تھا، مرے دس سال ہو چکے تھے۔ وہ ایک کاہل اور ناعاقبت اندیش شخص تھا اور آنے والے کل کے بارے میں سوچنے کا قطعی اہل نہ تھا۔ اس کے ہاتھوں میں کبھی رقم آجاتی (اگر چہ ایسا کبھی کبھار ہی ہوتا) تو وہ فوراً شراب کے کپے خرید کر پڑوسیوں کو بلاتا اور موج اڑاتا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں جب کسی مردے کا منہ دیکھتا ہوں تو مجھ پر یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ اپنی زندگی میں کھانے کو جو کچھ ہے اسے نہ کھانا بڑی حماقت ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یونا کا مستقل مقروض رہتا تھا۔ ہر پڑوسی کی کچھ نہ کچھ رقم اس کے ذمہ تھی جو چند کوڑیوں سے لے کر اچھی خاصی رقم تک پہنچتی تھی۔

خمیدہ کندھوں والا، دبلا پتلا مگر لمبا یونا کا ہمیشہ افسردہ اور مضمحل نظر آتا ماسوائے اس وقت کے جب وہ پی رہا ہوتا یا بانسری بجا رہا ہوتا۔ وہ بانسری بہت عمدہ بجاتا تھا۔ اس کا سب سے پر مسرت زمانہ وہ ہوتا جب فصل کی کٹائی کے دو تین ماہ بعد گاؤں کے موسیقار انگیٹھیوں کے اوپر ٹنگے اپنے ساز اتار لاتے۔ یونو کا ان سنگت میں بانسری بجاتا اور اس کا چہرہ خوشی اور شانتی سے کھل اُٹھتا۔ بعض اوقات دوسرے گاؤں والے یونو کا کے جتھے اور وہاں کے ناچنے والے اگ وگ دو کو بلاتے کہ ان کے پاس آکر ٹھہریں اور اپنی دھنیں انہیں سکھائیں۔ وہ تین تین، چار چار منڈیوں تک کا فاصلہ طے کر کے ایسے میزبانوں کے پاس جا پہنچتے۔ وہاں گاتے بجاتے ورضیا فتیں اڑاتے۔ یونو کا کو میلے ٹھیلے اور من موجی لوگوں کا ساتھ پسند تھا۔ اسے سال کا وہ موسم جب برکھا رت تھم جاتی ہے اور ہر صبح سورج چندھیا دینے والے حسن کے ساتھ طلوع ہوتا ہے بہت بھاتا تھا۔ ان دنوں موسم زیادہ گرم بھی نہیں ہوتا اور شمال سے خشک صحرائی ہوا چلتی رہتی ہے۔ کسی سال یوں بھی ہوتا کہ شمالی ہوا میں زیادہ شدت آجاتی تو فضا میں گہری دھند معلق ہو جاتی۔ تب بوڑھے اور بچے لکھڑی کے لٹھے جلا کر ان کے گرد تاپنے کے لیے بیٹھ جاتے۔ موسم خشک ہونے کے ساتھ جب پہلی چیلیں لوٹ کر آتیں تو بچے ان کے سواگت میں گیت گاتے۔ یونو کا کو یہ سب کچھ دل سے پسند تھا۔ اسے اپنا بچپن یاد آجاتا جب وہ اکثر نیلے آسمان پر مزے سے تیرتی چیل کو دیکھنے کے لئے ادھر ادھر بھٹکتا پھرتا۔ جونہی اسے کوئی چیل نظر آجاتی تو وہ جی جان سے اسے لمبے

سفر سے واپس آنے پر خوش آمدید کہنے کے لئے گاتا اور پوچھتا کہ وہ اپنے ساتھ کپڑے کے تھان بھی لائی ہے۔

یہ گزرے زمانے کی بات ہے جب وہ بچہ تھا۔ بڑا یونو کا ایک ناکام شخص تھا۔ اس کی بیوی بچوں کے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا تھا کہ ان کے کھانے کے لئے کافی ہو سکے۔ اس کی آوارہ منشی کی لوگ ہنسی اڑاتے اور دل میں عہد کرتے کہ آئندہ اسے رقم ادھار نہیں دیں گے کیونکہ وہ ادھار کبھی لوٹاتا نہیں تھا۔ لیکن یونو کا بھی ایسی چیز تھا کہ ہمیشہ ادھار لے مرتا اور بلاتردد اپنے قرضوں میں اضافہ کرتا رہتا۔

ایک روز ایک پڑوسی جس کا نام اوکوئی تھا اسے ملنے آیا۔ یونو کا اپنی جھونپڑی میں مٹی کے بستر پر ٹیک لگائے بانسری بجا رہا تھا۔ فوراً اُٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ اوکوئی نے بغل سے بکری کی کھال نکال کر زمین پر بچھائی اور بیٹھ گیا۔ یونو کا اندر ایک کمرے میں گیا اور جلد ہی لکڑی کی ایک چھوٹی طشتری میں کولانٹ سفید چاک کا ڈھیلا اور کچھ بڑی لونگیں رکھ کر لے آیا۔ اس نے بیٹھ کر کہا ''میرے پاس کولا ہے'' اور طشتری مہمان کو پکڑا دی۔ ''شکریہ! جو کولا لاتا ہے وہ زندگی لاتا ہے'' اوکوئی نے کہا ''لیکن میرا خیال ہے کہ اسے آپ کو خود توڑنا چاہیئے'' اور طشتری اسے واپس کر دی۔

''نہیں میرا خیال ہے کہ آپ .....'' چندے یہ بحث یونہی چلتی رہی آخر یونو کا کولا توڑنے کی عزت قبول کرنے پہ تیار ہو گیا۔ اس دوران اوکوئی نے چاک کے ڈھیلے سے فرش پر کچھ لکیریں کھینچیں اور پھر اپنے پاؤں کے انگوٹھے پر اس سے رنگ کیا۔

یونو کا نے کولا توڑتے ہی زندگی، صحت اور دُشمنوں سے تحفظ کے لیے پرکھوں سے دُعا کی۔ وہ کھا چکے تو مختلف چیزوں کے بارے میں باتیں چل پڑیں۔ شدید بارشیں جو یاموں کو تباہ کر رہی تھیں۔ آئندہ ہونے والی بزرگوں کی برسی اور مبائنو گاؤں کے ساتھ جنگ کا بڑھتا ہوا خطرہ۔ جنگ کی باتیں کرتے ہوئے یونو کا کی خوشی کافور ہو جاتی تھی۔ وہ دراصل بزدل تھا اور خون کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ اس نے موضوع بدل دیا اور گفتگو موسیقی کے بارے میں شروع ہوئی تو اس کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ اس کے کانوں میں ایکوی، اوراوڈو اور اومنی کی پیچیدہ اور دل گرمانے والی دھنیں ابھر آتیں اور وہ اپنی بانسری کی آواز کو بھی سنتا جو ان دھنوں کے اندر اور باہر بنت بنتی اور ایک رنگین مگر المیہ دھن سے ان کو مزین کرتی۔ مجموعی طور پر یہ دھنیں تیز رفتار اور مسرت آمیز ہوتی تھیں

لیکن اگر آپ صرف بانسری کے زیر و بم میں پروئے ہوئے نغمے کے ٹکڑے کریں تو وہاں آپ کو حزن والم ملتا۔

اوکوئی بھی موسیقار تھا۔ وہ اوجینی بجاتا تھا لیکن یونوکا کی طرح ناکام انسان نہیں تھا۔ اس کا بڑا گودام یام (آلو اور شکر قندی جیسی ایک جنس) سے بھرا ہوا تھا اور اس کی تین بیویاں تھیں۔ اور اب تو وہ اس سرزمین کا تیسرا بڑا لقب ''آئی ومیلی'' اختیار کرنے والا تھا۔ یہ ایک بڑی مہنگی رسم تھی اور وہ اپنے تمام وسائل اس کے لئے مجتمع کر رہا تھا۔ وہ دراصل اسی لئے یونوکا سے ملنے آیا تھا۔ اس نے گلا صاف کر کے کہنا شروع کیا:

''کولا کے لیے شکریہ۔ میں جو لقب جلد ہی اختیار کرنے والا ہوں آپ نے اس کے بارے میں سنا تو ہوگا۔''

یہاں تک سادگی سے بات کرنے کے بعد اوکوئی نے باقی نصف درجن جملے محاوروں میں کہے۔ ای بو قبیلہ میں فن گفتگو کو بلند مقام حاصل ہے اور اس میں ضرب المثل روغن یام کا کام کرتی ہے جس سے الفاظ کھائے جاتے ہیں۔ اوکوئی بات کرنا جانتا تھا۔ وہ بہت دیر تک موضوع کے اردگرد باتیں کرتا رہا اور آخر اصل مقصد پر آ پہنچا۔ مختصر یہ کہ اس نے یونوکا سے کہا کہ وہ کوڑیاں جو اس نے دو سال سے زائد عرصہ ہوا اس سے ادھار لی تھیں، اب لوٹا دے۔ جونہی یونوکا کی سمجھ میں آیا کہ اس کے دوست کی غرض وغایت کیا ہے تو وہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ بلند آواز میں دیر تک ہنستا رہا۔ اس کی آواز کی کھنک اور جینی ساز کی آواز کی طرح صاف شفاف تھی اور اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا تھا۔ اس کا مہمان حیرت زدہ خاموش بیٹھا تھا۔ آخر میں ہنسی کی تازہ بوچھاڑوں کے درمیان یونوکا اتنا کہہ سکا:

''اس دیوار پہ دیکھو۔'' اس نے اپنی جھونپڑی کی دور والی دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جس پر سرخ مٹی کا لیپ چمک رہا تھا۔ ''چاک کی ان لکیروں کو دیکھ رہے۔؟'' اوکوئی نے دیکھا کہ مختصر عمودی خطوط کے گروہ چاک سے دیوار پہ کھنچے ہیں۔ وہاں کل پانچ ایسے گروہ تھے اور سب سے چھوٹے گروہ میں دس لکیریں تھیں۔ یونوکا ڈرامائی صلاحیت رکھتا تھا۔ لہٰذا اس نے وقفہ دیا جس میں اس نے نسوار کی ایک چٹکی لی، بلند آواز میں چھینکا اور بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''دیوار پر ہر گروہ کسی نہ کسی کے قرض کی نمائندگی کر رہا ہے اور ہر خط ایک سو کوڑیاں کے برابر ہے۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ اس شخص کی ایک ہزار کوڑیاں میرے ذمہ ہیں! لیکن وہ تو کبھی ان کی

وصولی کیلئے مجھے صبح صبح جگانے نہیں آیا۔ میں آپ کا قرض ادا کردوں گا لیکن آج نہیں۔ ہمارے بزرگوں کا قول ہے کہ سورج پہلے ان پر چمکتا ہے جو اس وقت سے پہلے کھڑے ہوجاتے ہیں جب سورج کی چمک ان تک پہنچے جو ان کے سائے میں دوزانو ہوتے ہیں۔ پہلے میں اپنے بڑے قرض ادا کروں گا۔'' اس نے نسوار کی ایک اور چٹکی لی جیسے وہ بڑے قرض پہلے ادا کررہا ہو۔ اکوئی نے بکری کی کھال لپیٹی اور رخصت ہوگیا۔

جب یونو کا فوت ہوا تو اس کا کوئی لقب نہیں تھا کیونکہ وہ کوئی لقب اختیار نہیں کرسکا تھا اور بہت مقروض تھا۔ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ اس کے بیٹے اوکونک وو کو اس سے ندامت ہوتی تھی۔ خوش قسمتی سے ان لوگوں کے ہاں کسی شخص کو اس کی ذاتی حیثیت سے جانچنے کا دستور تھا نہ کہ اس کے والد کی حیثیت سے۔ اوکونک وو ظاہر تھا کہ بڑے کاموں کے لئے بنا تھا۔ وہ ابھی نو عمر تھا کہ اس نے نو دیہاتوں میں ایک عظیم ترین پہلوان کی حیثیت سے نام پیدا کیا۔ وہ ایک امیر کسان تھا۔ اس کے دو گودام یام سے بھرے تھے اور کچھ ہی عرصہ پہلے تیسری بیوی سے شادی کی تھی۔ ان سب سے بڑھ کہ یہ کہ وہ دو لقب اختیار کرچکا تھا اور قبائلی کے مابین دو جنگوں میں ناقابل یقین قوت و طاقت کا مظاہرہ کرچکا تھا۔ اوکونک وو ابھی جوان تھا لیکن اس کا شمار اپنے زمانہ کے عظیم ترین اشخاص میں ہونے لگا تھا۔ اس کے قبیلہ کے لوگ جہاں عمر رسیدہ اشخاص کا احترام کرتے تھے وہاں نمایاں کارکردگی دکھانے والوں کو تقدس عطا کرتے تھے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر بچے کے ہاتھ دھلے ہوں تو وہ بادشاہوں کے ساتھ بیٹھ کر کھا سکتا ہے۔ اوکونک وو نے تو صریحا اپنے ہاتھ دھوئے ہوئے تھے اس لئے وہ بادشاہوں اور بزرگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھاتا تھا۔ اسی لئے اسے اس بدقسمت لڑکے کی نگہداشت سونپی گئی تھی جسے ان کے پڑوسیوں نے جنگ اور خون ریزی سے بچنے کے لئے یوموفیا پر قربان کردیا تھا۔ اس بدنصیب لڑکے کا نام ایکیمی فونا تھا۔

دوسرا باب

اوکونک وویام کے تیل کا چراغ بجھا کر ابھی بانس کی چارپائی پر لیٹا ہی تھا کہ اس نے قصبہ کے ڈھنڈورچی کی اوجینی کی آواز سنی جو رات کی خاموش ہوا کو چیرتی ہوئی اس تک پہنچی تھی۔ کھوکھلی دھات کی آواز گونج رہی تھی گوم، گوم، گوم، ڈھنڈورچی نے پیغام سنایا اور اس کے بعد اپنے ساز پہ پھر ضرب لگائی۔ پیغام یہ تھا کہ صبح ہونے پر یوموفیا کا ہر شخص منڈی لگنے کے مقام پر پہنچ جائے۔ اوکونک وو حیران تھا کہ آخر بات کیا ہے۔ اسے یقین تھا کہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ اس ڈھنڈورچی کی آواز میں اس نے واضح طور پر المیہ کے سر محسوس کئے اور اب بھی جبکہ بڑھتے ہوئے فاصلہ کے باعث آواز مدھم ہوتی جارہی تھی وہ انہیں محسوس کرسکتا تھا۔

رات حد درجہ خاموش تھی۔ چاندنی راتوں کے علاوہ وہاں ویسے بھی ہر رات پر خاموشی طاری رہتی۔ وہاں لوگوں کے لئے بلکہ ان میں سے بہادر ترین لوگوں کے لئے بھی اندھیرا ایک مبہم خوف کا حامل تھا۔ بدروحوں کے ڈر سے بچوں کو متنبہ کیا جاتا کہ رات کو سیٹی نہ بجائیں۔ خطرناک جانور اور اندھیرے میں اور بھی زیادہ خوفناک اور نحس ہوجاتے ہیں۔ رات میں سانپ کا کبھی نام نہیں لیا جاتا تھا کہ کہیں وہ سن نہ لے۔ اس لیئے ضرورت پڑنے پر اس کا نام لینے کی بجائے اسے صرف راسی کہا جاتا۔ غرض اس خاص رات جیسے جیسے ڈھنڈورچی کی آواز بڑھتے ہوئے فاصلے میں ڈوبتی گئی، خاموشی واپس آتی گئی۔ تھرتھراتی ہوئی خاموشی میں جنگل کے کروڑوں حشرات الارض کی معرتعش آوازوں نے مل کر اسے اور گھمبیر بنادیا تھا۔

یہی رات اگر چاندنی رات ہوتی تو بات کچھ اور ہوتی۔ تب کھیتوں میں کھیلتے بچوں کی خوشی بھری آوازیں سنائی دیتیں اور اغلباً وہ بچے جواب اتنے چھوٹے نہیں رہے تھے جوڑا، جوڑا بن کر ان جگہوں میں جو کم کھلی ہوتیں کھیلتے اور بوڑھے مرد، عورتیں اپنی جوانی یاد کرتے۔ ای بوقبیلہ کے لوگ کہا کرتے تھے کہ ''جب چاند چمکتا ہے تو لنگڑوں کو بھی چلنے کی خواہش ستانے لگتی ہے۔''

لیکن یہ رات خاموش اور اندھیری تھی۔ یومیوفیا کے نو کے نو دیہاتوں میں ڈھنڈورچی معہ

اپنی اوجینی کے کہتا پھر رہا تھا کہ ہر مرد کل صبح منڈی میں موجود ہو۔ اوکونک ووا اپنے بانس کے بستر پر ہنگامی صورت حال کی نوعیت کا اندازہ لگانے کوشش کر رہا تھا کیا کسی پڑوسی قبیلہ کے ساتھ جنگ ہونے والی تھی؟ یہی وجہ اسے سب سے زیادہ قرین قیاس معلوم ہوئی تھی۔ وہ جنگ سے ڈرتا نہیں تھا۔ وہ ایک لڑاکا، جنگجو شخص تھا اور اپنے باپ کے برعکس اس میں خون دیکھنے کی تاب تھی۔ یوموفیا کی آخری جنگ میں وہ پہلا آدمی تھا جو انسانی سر لے کر لوٹا تھا۔ وہ اس کا پانچواں سر تھا اور اوکونک ووا ابھی بوڑھا نہیں ہوا تھا۔ اہم مواقع پر مثلاً گاؤں میں کسی نامور شخص کے جنازے پر، وہ یام کی شراب اپنی سب سے پہلے حاصل کردہ انسانی کھوپڑی سے پیتا۔

صبح منڈی آدمیوں سے بھری تھی۔ وہاں کوئی دس ہزار کے لگ بھگ لوگ جمع تھے اور دھیمی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ آخر اوگ بیوفی ایزیگوان کے درمیان اٹھ کر کھڑا ہوا اور چار مرتبہ بڑھک ماری۔ ''یوموفیا کے وینو!'' (یوموفیا زندہ باد) اور ہر بار دس ہزار آدمیوں نے جواب دیا'' یاہ!'' ہر بڑھک پر اس نے مختلف سمت میں رخ بدلا، اُٹھی ہوئی بند مٹھی سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ہوا کو دھکیل رہا ہو۔ اس کے بعد وہاں مکمل سکوت چھا گیا۔ اوگ بیوفی ایزیگو ایک زوردار مقرر تھا اور ایسے مواقع پر ہمیشہ بولنے کے لیے چنا جاتا۔ اس نے اپنے سفید سر پہ ہاتھ پھیرا پھر سفید داڑھی کو تھپتھپایا۔ کپڑے کو درست کیا جو اس کی دائیں بغل سے گزرتا ہوا اس کے بائیں کندھے کے اوپر بندھا تھا۔

''یوموفیا کے وینو!'' وہ پانچویں مرتبہ ڈکرایا اور مجمع جواباً پھر دہاڑا ''یاہ''!'' دفعتاً محسوس ہوا جیسے اوگ بیوفی ایزیگو اپنے بس میں نہ رہا ہو۔ اس نے بایاں ہاتھ تیزی سے اُٹھایا اور مبائنو کی جانب اشارہ کیا اور مضبوطی سے بھنچے ہوئے چمکدار سفید دانتوں میں سے کہا '' ان جنگلی جانوروں کے بیٹوں نے یوموفیا کی ایک بیٹی کو قتل کرنے کی جرات کی۔'' اتنا کہہ کر وہ سر جھکائے کھڑا دانت پیستا رہا تا کہ اس وقفے میں دبے ہوئے غصے کی سرسراہٹ ہجوم کو اپنی لپیٹ میں لے سکے۔ جب اس نے دوبارہ بات شروع کی تو اس کے چہرے پر غصے کی بجائے ایک طرح کی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی جو کہ غصے سے بھی زیادہ مہیب اور شرارت انگیز تھی۔ اس نے یوموفیا کو واضح غیر جذباتی آواز میں بتایا کہ ان کی بیٹی کیونکر مبائنو کی منڈی میں گئی اور وہاں قتل کر دی گئی۔

ایزیگو نے کہا کہ وہ عورت اگ بوفی کی بیوی تھی۔ اس نے یہ ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو اس کے قریب ہی سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس پر وہ مجمع غصے اور خون کی تشنگی سے

چلایا۔

اس کے بعد اور بہت سوں نے تقریریں کیں اور آخر یہ فیصلہ ہوا کہ معمول کا طریق کار اختیار کیا جائے۔ مبائنو کو فوراً ایک الٹی میٹم روانہ کیا گیا جس میں ان سے کہا گیا کہ وہ چاہیں تو لڑائی کی راہ منتخب کر لیں اور چاہیں تو ایک نوجوان مرد اور ایک کنواری خون بہا میں دیں۔

یوموفیا قبیلے سے اس کے تمام پڑوسی ڈرتے تھے۔ جنگ اور جادو میں اس کے کمالات بڑے زوردار تھے۔ اس کے پجاریوں اور جادوگروں سے تمام ملحقہ علاقوں کے لوگ خوف کھاتے تھے۔ اس کے سب سے موثر جنگی جادو کے بارے میں کسی کو علم نہ تھا کہ کتنا پرانا ہے۔ وہ اتنا ہی پرانا تھا جتنا کہ قبیلہ خود تھا۔ اس جادو کا موثر ترین جزو ایک بوڑھی عورت تھی جس کی ایک ٹانگ تھی۔ دراصل اس جادو کو آگادی نوائی کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہی بوڑھی عورت ہے۔ یوموفیا کے وسط میں جنگل کے جھاڑ جھنکاڑ سے صاف کی ہوئی ایک جگہ پر اس کا مٹھ ہے۔ اگر کوئی اس مٹھ کے قریب سے شام کے بعد گزرنے کی احمقانہ جرات کر سکے تو وہ یقیناً اس بوڑھی عورت کو وہاں ادھر ادھر پھدکتے ہوئے دیکھ سکے گا۔

پڑوسی قبائل جوان سب باتوں سے اچھی طرح آگاہ تھے یوموفیا سے خوف کھاتے تھے اور اس کے خلاف لڑنے سے پہلو تہی کرتے جب تک کہ پہلے پرامن تصفیہ کی کوشش آزمانہ لیتے۔ انصاف تو یہ ہے کہ یوموفیا کی تاریخ میں یہ آنا چاہیئے کہ اُنہوں نے کبھی جنگ میں پہل نہیں کی۔ وہ اس وقت تک جنگ نہیں کرتے تھے جب تک کہ ان کا موقف پاک، صاف اور مبنی برانصاف نہ ہوتا اور ان کی غیب گو اس کی تصدیق نہ کر دیتی ..... وہی غاروں اور پہاڑوں میں رہنے والی غیب گو۔ ایسے مواقع بھی آئے جب غیب گو نے یوموفیا کو جنگ سے روک دیا۔ بعد میں ثابت ہوا کہ اگر قبیلہ حکم عدولی کرتا تو یقیناً مار کھاتا۔ آگادی نوائی جس سے وہ ڈرتے تھے کبھی ایسی جنگ لڑنے کی اجازت نہ دے سکتی تھی جسے ای بو قبیلہ کے لوگ پاپ کی جنگ کا نام دیتے ہیں۔

لیکن جنگ جو اب سر پر کھڑی تھی حق وصداقت کی جنگ تھی اور دُشمن قبیلہ بھی اس بات کو بخوبی جانتا تھا۔ یوموفیا کا گھمنڈی قاصد جنگ اور اوکونک وو جب مبائنو پہنچا تو اس کے ساتھ نہایت عزت واحترام کا سلوک کیا گیا اور دو دن بعد وہ ایک پندرہ سالہ لڑکے اور ایک دوشیزہ کو ساتھ لئے واپس گھر پہنچ گیا۔ لڑکے کا نام ایکیمی فونا تھا۔ اور اس کی المناک کہانی آج بھی یوموفیا میں سنائی جاتی ہے۔

MashalBooks.com

گاؤں کے بزرگ یا ''ندی چی'' اوکونک وو کی سفارت کی رپورٹ سننے کیلئے جمع ہوئے۔ آکر میں اُنہوں نے وہی فیصلہ کیا جس کا ہر کسی کو پہلے سے اندازہ تھا کہ لڑکی اگ بوفی اوڈو کو مقتول بیوی کی جگہ دے دی جائے اور لڑکا تب تک پورے قبیلہ کی ملکیت رہے گا جب تک کہ اس کی قسمت کا آخری فیصلہ نہیں کیا جاتا اور فی الحال اس کی کوئی جلدی نہیں۔ اوکونک وو سے کہا گیا کہ اس دوران میں وہ قبیلہ کی جانب سے لڑکے کی دیکھ بھال کرے اور یوں ایکیمی فونا تین سال تک اوکونک وو کے گھر میں رہا۔

اوکونک وو اپنے گھرانے پر سختی سے حکومت کرتا۔ اس کی بیویاں، خاص طور پر سب سے چھوٹی بیوی اور بچے ہر وقت اس خوف میں مبتلا رہتے کہ نہ جانے کب ارکس بات پر وہ آگ بگولا ہو جائے۔ وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں اغلباً ظالم شخص نہیں تھا۔ لیکن اس نے پوری زندگی ایک ایسے خوف کے زیر اثر گزاری تھی جو اس کے اندر برائی، متلون دیوتاؤں، جادو، جنگل، قدرت کے سرخ پنجوں اور دانتوں والی کینہ پرور طاقتوں کے ہر خوف سے کہیں زیادہ بڑا اور گہرا تھا۔ یہ خوف اس کے چہرے مہرے سے نظر نہیں آتا تھا بلکہ اس کے اندر دور کہیں باطن میں چھپا ہوا تھا۔ یہ خوف اسے اپنے آپ سے تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ اسے اپنے باپ سے مشابہہ سمجھنے لگیں۔ جب وہ چھوٹا لڑکا تھا تو باپ کی کمزوریاں اور ناکامیاں اس پر گراں گزرتی تھیں۔ اسے آج تک یاد تھا جب بچپن میں ساتھ کھیلنے والے ایک بچے نے اس کے باپ کو آگا بالا کہا تھا۔ اوکونک وو کو تب پہلی دفعہ معلوم ہوا کہ آگا بالا صرف عورت کے لئے بطور مترادف استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد وہ مرد بھی ہوتا ہے جو کوئی لقب نہ اختیار کر سکا ہو۔ اسی لئے اوکونک وو پر ہمہ وقت ایک جذبہ حاوی رہتا۔ ہر اس چیز سے نفرت جو اس کے باپ یونو کا کو پسند تھی۔ ان میں سے خاص طور پر ایک چیز بھل منساہت اور دوسری کاہلی تھی۔

کاشت کے موسم میں اوکونک وو روزانہ مرغ کی بانگ سے لے کر مرغیوں کے بسیرا کرنے کے وقت تک اپنے کھیتوں میں کام کرتا۔ وہ مضبوط آدمی تھا اور عموماً اسے تھکاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اس کی بیویاں اور بچے تو اتنے مضبوط نہیں تھے۔ وہ بیچارے لامحالہ اس کے ساتھ تکلیف اُٹھاتے لیکن اس کے سامنے شکایت کرنے کی کسے جرات ہو سکتی تھی۔ اوکونک وو کا بڑا بیٹا اس وقت بارہ سال کی عمر تھا اور وہ اسے اصلاح کی کوشش میں مارتا پیٹتا اور ملامت کرتا رہتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نووئی آہستہ آہستہ ایک غم زدہ چہرے والا نوجوان بنتا جا رہا تھا۔

MashalBooks.com

اونک وو کی خوشحالی اس کے گھرانے سے نمایاں تھی۔اس کے پاس بڑاا احاطہ تھا۔جس کے اردگرد سرخ مٹی کی موٹی دیوار تھی۔ اس کی جھونپڑی یا ادبی (صاحب خانہ کی وسیع وعریض جھونپڑی) سرخ دیوار میں واحد دروازے کے پیچھے تھی۔اس کی تینوں بیویوں میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی جھونپڑی تھی۔ یہ جھونپڑیاں مل کر اس کی ادبی کے عقب میں نصف چاند بنائے کھڑی تھیں۔سرخ دیواروں کے ایک سرے پر کھلیان تھا جس میں یام کے لمبے لمبے انبار نمایاں طور پر لگے اس کی خوشحالی کا مظاہرہ کرتے۔احاطہ کے دوسرے کنارے بکریوں کے لئے چھپڑ تھا۔ ہر بیوی نے اپنی جھونپڑی سے ملحقہ ایک جگہ مرغیوں کے لیے بنائی ہوئی تھی۔کھلیان کے قریب ہی ایک تعمیر تھی جسے جادو گھر یا مٹھ کہنا چاہیئے جہاں پر اوکونک وو اپنے ذاتی دیوتا کے اور اپنے آبا کی ارواح کے کاٹھ کے بنے نشان رکھتا۔وہ کولانٹ کھانے کی چیزیں اور یام کی شراب بھینٹ کر کے ان کی پرستش کرتا۔اپنی جانب سے اور اپنی بیویوں اور آٹھ بچوں کی جانب سے مناجات پیش کرتا۔

جب یوموفیا کی بیٹی مبائنو میں ماری گئی تو ایکیمی فونو اوکونک وو کے گھرانے میں آ گیا۔جس روز وہ اسے گھر لایا تو سب سے بڑی بیوی کو بلا کر ایکیمی فونو کو اس کے سپرد کر دیا۔''یہ قبیلہ کی ملکیت ہے''اسے بتایا''اس لئے اس کی دیکھ بھال کرو۔''

بیوی نے پوچھا''کیا یہ ہمارے پاس زیادہ دیر تک رہے گا؟''

''او عورت! جو تجھے کہا گیا ہے وہ کر۔'' اوکونک وو ہکلاتے ہوئے گرجا۔''تو کب سے یوموفیا کے بزرگوں میں شامل ہوگئی ہے۔''

جہاں تک لڑکے کا تعلق ہے وہ بری طرح خوفزدہ تھا۔اسے کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ اس نے کیا قصور کیا ہے اور اس پہ کیا گزر رہی ہے۔وہ کیونکر جانتا کہ یوموفیا کی بیٹی کے قتل میں اس کے باپ کا بھی ہاتھ تھا۔اسے تو محض یہ پتہ تھا کہ چندلوگ اس کے گھر آئے، آہستہ آہستہ اس کے باپ سے باتیں کرتے رہے اور آخر میں اسے پکڑ کے ایک اجنبی کے سپرد کر دیا گیا۔اس کی ماں زاروقطار روتی رہی جبکہ وہ خود اتنا حیران تھا کہ رو بھی نہ سکا۔ایک اجنبی اسے اور ایک لڑکی کو گھر سے دور، بہت دور جنگل کے تنہا راستوں پر چلتا ہوا یہاں لے آیا۔اسے نہیں پتہ تھا کہ لڑکی کون ہے اور نہ ہی پھر کبھی اس نے اسے دیکھا۔

تیسرا باب

اوکونک وو کو زندگی میں ایسا آغاز نہ مل سکا جیسا کہ بالعموم کئی نوجوانوں کو مل جاتا ہے۔ اسے باپ سے کوئی کھلیان وراثت میں نہیں ملا تھا دا صل کوئی کھلیان تھا ہی نہیں جو اسے ورثہ میں ملتا۔ یوموفیا میں ایک کہانی اس کے باپ کے بارے میں کہی جاتی تھی کہ وہ کیسے ایک بار پہاڑوں اور غاروں کے باسی نجومی سے مشورہ کرنے گیا تھا تا کہ معلوم کر سکے کہ اس کی فصل ہمیشہ اتنی خراب اور گھٹیا کیوں اُگتی ہے۔

نجومی کو آگا بالا کہا جاتا تھا اور دور اور نزدیک سے لوگ اس سے مشورہ کرنے اس وقت آتے جب بدقسمتی ان کا پیچھا کر رہی ہوتی یا ان کا پڑوسیوں سے کوئی تنازعہ چل رہا ہوتا۔ وہ یہ جاننا چاہتے کہ مستقبل میں ان کے لئے کیا لکھا ہے یا پھر وہ اپنے گزرے ہوئے اجداد کی روحوں سے مشورہ کرنے وہاں آتے۔

مٹھ میں جانے کے لیے پہاڑی کے پہلو میں ایک گول سوراخ تھا، جو مرغیوں کے دڑبے میں جانے کے گول سوراخ سے ذرا بڑا ہوگا۔ پجاری یا دیوتا سے معلومات حاصل کرنے والے پیٹ کے بل رینگتے ہوئے سوراخ سے گزرتے تو اپنے آپ کو آگا بالا کے سامنے اندھیرے اور لامتناہی خلا میں پاتے۔ سوائے اس کی پجارن کے کسی نے آگا بالا نہیں دیکھا تھا۔ جو کوئی بھی اس کے بھیانک مٹھ میں رینگ کر پہنچا وہ اس کی طاقت کے خوف سے بچ نہ سکا۔ غار کے وسط میں پجارن متبرک آگ کے قریب کھڑی دیوتا کی رضا کا اعلان کر رہی ہوتی۔ لکڑی کے دہکتے لٹھوں سے آگ کے شعلے تو نہ اُٹھتے لیکن ان سے پجارن کی ہیئت ایک مبہم سے انداز میں روشن ہوتی۔

بعض اوقات کوئی شخص اپنے مرے ہوئے باپ یا رشتے دار کی روح سے مشورہ کرنے آنکلتا۔ کہا جاتا تھا کہ جب روح حاضر آجاتی تو وہ شخص اندھیرے میں اس کا صرف ہیولا دیکھ پاتا لیکن آواز کبھی نہ سن سکا۔ کچھ لوگ تو یہ دعویٰ بھی کرتے تھے کہ اُنہوں نے ارواح کے پروں کی

پھڑ پھڑاہٹ اوران کے غار کے چھت سے ٹکرانے کی آواز تک سنی ہے۔

بہت سال پہلے جب اوکونک وو ابھی ایک لڑکا ہی تھا تو اس کا باپ یونو کا آگا بالا سے مشورہ کرنے گیا تھا۔ اس زمانے میں ایک عورت چیکا نامی پجارن ہوا کرتی تھی۔ وہ دیوتا کی دی ہوئی قوت سے مالا مال تھی اور سب اس سے خوف کھاتے تھے۔ یونو کا نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی کہانی بیان کی۔ وہ افسردگی سے کہنے لگا ''میں ہر سال کوئی بھی فصل کاشت کرنے سے پہلے ایک مرغی آئی کی (جو سب زمینوں کی مالک ہے) بھینٹ چڑھاتا ہوں۔ یہاں ہمارے اجداد کا قانون بھی ہے۔ یام کے دیوتا ای فجی اوکوکی درگاہ پر بھی ایک نر مرغ ذبح کرتا ہوں۔ جھاڑیاں ہٹاتا ہوں اور خشک ہونے پر انہیں جلا ڈالتا ہوں۔ پہلی برکھا ہونے کے بعد میں یام کا بیج بوتا ہوں۔ جوں ہی ننھے ریشے نکلتے ہیں تو لکڑی کی چھڑیوں سے ان کے سہارے کے لئے پشتے بناتا ہوں، میں نلائی....''

پجارن چلائی ''خاموش!'' اندھے خلا میں گونجتی اس کی آواز ہیبت ناک تھی۔ ''تم نے نہ تو دیوتاؤں کو اور نہ ہی اپنے پرکھوں کو خفا کیا ہے۔ جب کسی شخص سے دیوتا اور اس کے بزرگ مطمئن ہوں تو اس کی فصل اس کی قوت بازو کی بدولت اچھی یا بری ہوتی ہے۔ یونو کا تم پورے قبیلے میں اپنے کدال اور پھاوڑے کی کمزوری کیلئے بدنام ہو۔ جب تمہارے تمہارے پڑوسی کلہاڑے لے کر نئے جنگلوں کو صاف کرنے کے لیے نکلتے ہیں تو تم محنت سے بچنے کے لئے تھکے ہوئے کھیتوں میں ہی اپنے یام بو دیتے ہو۔ وہ سات دریا پار کر کے اپنے لئے کھیت پیدا کرتے ہیں تم گھر میں بیٹھے بیٹھے تھکی ہوئی دھرتی کو قربانیاں پیش کرتے رہتے ہو۔ واپس گھر جاؤ اور مردوں کی طرح کام کرو۔''

یونو کا ایک بدقسمت شخص تھا۔ اس کا ذاتی دیوتا ''چی'' برا تھا۔ برے نصیب نے قبر تک اس کا پیچھا کیا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ بدنصیبی نے موت تک اس کا پیچھا کیا کیونکہ قبر تو اس کی کوئی بن نہ پائی تھی۔ اس کی موت سوجن سے واقع ہوئی تھی اور سوجن سے دھرتی کی دیوی کو کراہت ہے۔ جب کسی کے پیٹ اور اعضاء پر سوجن ہو جائے تو اسے گھر پر مرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اسے اٹھا کر بد جنگل میں مرنے کے لئے چھوڑ آتے ہیں۔ ہاں، ایک بہت ضدی آدمی کی کہانی ہے جو لڑکھڑاتا ہوا گھر واپس آ گیا تھا۔ اسے دوبارہ اُٹھا کے جنگل میں چھوڑ کے آنا پڑا اور وہاں اسے درخت سے باندھ دیا گیا۔ سوجن کی بیماری سے زمین کو نفرت ہے اس لیے اس بیماری کے شکار کو

زمین کے پیٹ میں نہیں دفناتے۔ وہ سطح زمین پر مرتا ہے اور وہیں گلتا سڑتا ہے اور اسے پہلی یا دوسری تدفین نہیں دی جاتی۔ یونو کا کا حشر بھی ایسا ہی ہوا۔ جب اسے جنگل لے جا رہے تھے تو وہ بانسری بھی ساتھ لیتا گیا۔

یونو کا جیسے باپ کی وجہ سے اوکونک وو کو زندگی میں ایسا آغاز نہ مل سکا جو دوسرے بہت سے نوجوانوں کو میسر آجاتا ہے۔ اسے نہ تو کوئی کھلیان نہ کوئی لقب اور نہ ہی کوئی جوان بیوی ورثے میں مل سکی۔ ان تمام ناموافقتوں کے باوجود اس نے اپنے باپ کی زندگی ہی میں خوشحال مستقبل کی بنیاد رکھ دی۔ لیکن ترقی کی رفتار اسے تکلیف دہ حد تک سست معلوم ہوتی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو جس والہانہ دیوانگی سے کام میں جھونک دیا اس سے لگتا تھا وہ کسی غیبی قوت کے قبضے میں ہے۔ یقیناً وہ اپنے باپ کی قابل نفرت زندگی اور شرمناک موت کے خوف میں مبتلا تھا۔

اوکونک وو کے گاؤں میں ایک امیر آدمی تھا جس کے تینوں کھلیان، نو بیویاں اور تیس بچے تھے۔ اس کا نام ''نوا کی بائی'' تھا۔ اس قبیلے میں جو سب بڑا لقب ممکن تھا نوا کی بائی نے اس سے ایک درجہ کم تر لقب اختیار کیا ہوا تھا۔ یہ وہ شخص تھا جس سے اوکونک وو نے اولین بیج کے لیے یام حاصل کیے۔

وہ نوا کی بائی کے پاس یام کی شراب کا ایک گھڑا اور ایک مرغ لے کر پہنچا۔ نوا کی بائی کی جھونپڑی (ادبی) میں اس کے دو بالغ بیٹے موجود تھے۔ اور دو بزرگ پڑوسیوں کو بھی بلوا لیا گیا۔ اس نے ایک کولانت اور ایک بڑی لونگ پیش کی جو سب کے دیکھنے کے لئے پہلے ان میں گھمائی گئی اور پھر کے واپس اسی کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے یہ کہتے ہوئے کو لانٹ توڑا ''ہم سب زندہ رہیں گے۔ ہم زندگی، بچوں، اچھی فصلوں اور خوشیوں کے لیے دُعا کرتے ہیں۔ جو تمہارے لئے اچھا ہے وہ تمہیں میسر ہوگا اور جو میرے لیے اچھا ہے ملے گا۔ چیل اور بگلا دونوں ایک ہی شاخ پر بیٹھیں، ان میں سے جو دوسرے کو منع کرے گا اس کا پور ٹوٹ جائے گا۔''

کولانٹ کھا چکنے کے بعد اوکونک جھونپڑی کے کونے میں رکھی اپنی یام کی شراب اُٹھا لایا اور بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان رکھ دی۔ اس نے نوا کی بائی کو ہمارا باپ کہتے ہوئے خطاب کیا۔ اوکونک وو نے کہا ''نانا آئی (ہمارے باپ) میں تمہارے لئے یہ چھوٹا سا کولا لایا ہوں جیسے ہمارے لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص بڑے آدمیوں کو احترام کرتا ہے وہ اپنی عظمت کے لیے راہ پیدا کرتا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں عزت و احترام کے جذبات پیش کرنے آیا ہوں اور ایک

عنایت کا طلبگار رہوں لیکن آیئے پہلے ہم یہ شراب پی لیں۔''

ہر ایک نے اوکونک وو کا شکریہ ادا کیا پڑوسیوں نے بکری کے کھال کے تھیلوں میں سے جو وہ ساتھ لائے تھے پینے کیلئے سینگ نکالے۔نوا کی بائی بھی اپنا سینگ لے کر آیا جو چھ تکی کڑی سے بندھا ہوا تھا۔اس کا چھوٹا بیٹا جو وہاں موجود آدمیوں میں سب سے کم عمر تھا درمیان میں آخر بیٹھ گیا اور گھڑے کو بائیں گھٹنے پر رکھ کر شراب انڈیلنے لگا۔پہلا پیالہ اوکونک وو کو دیا جسے اپنی شراب لازماً ہر کسی سے پہلے پینا تھی پھر گروہ کے باقی آدمی پینے لگے۔ان میں جو سب سے معمر تھا پینے میں پہل اس نے کی۔جب ہر ایک دو دو تین تین پیالے پی چکا تو نوا کی بائی نے اپنی بیویوں کو طلب کیا۔ان میں سے کچھ گھر پر نہ تھیں، چار موجود تھیں وہ حاضر ہوگئیں۔نوا کی بائی نے پوچھا ''کیا اناسی اندر نہیں؟'' اُنہوں نے کہا ''وہ آرہی ہے۔'' اناسی اس کی پہلی بیوی تھی اور دوسری بیویاں اس سے پہلے پینے کی مجاز نہیں تھیں اس لیے منتظر کھڑی رہیں۔اناسی ادھیڑ عمر کی، لمبی قوی ہیکل عورت تھی، اس کی چال ڈھال بارعب تھی اور اس کی پور پور سے عیاں تھا کہ وہ ایک لمبے چوڑے خوشحال گھرانے کی عورتوں پر حکومت کرتی ہے۔وہ اپنے شوہر کے القابات کی پازیب پہنتی جسے صرف بڑی بیوی ہی کو پہننے کا حق ہوتا ہے۔

وہ اپنے خاوند کے پاس چل کر گئی اور اس سے سینگ قبول کیا اور پھر ایک گھٹنے پہ جھک کے تھوڑی سی پی کے سینگ اسے واپس کر دیا۔اس کے بعد وہ اُٹھی خاوند کو اس کے نام سے پکارا اور واپس اپنی جھونپڑی میں چلی گئی۔دوسری بیویوں نے درجہ بدرجہ اپنی اپنی باری پہ اسی طرح شراب پی اور واپس چلی گئیں۔

اس کے بعد مردوں نے پینے اور باتیں کرنے کا شغل جاری رکھا اوگ بیوفی آئی ڈیگو یام کے درختوں سے شراب نکالنے والے اوبائی کو کے بارے میں بات کر رہا تھا جس نے دفعتاً کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔اپنے بائیں ہاتھ کی پشت سے شراب کی جھاگ مونچھوں سے صاف کرتے ہوئے اس نے کہا ''اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے یقیناً کوئی وجہ ہوگی۔مینڈک بلاوجہ دن کی روشنی میں بھاگتا نہیں پھرتا'' اکوکالیا نے کہا ''کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نجومی نے اسے متنبہ کیا تھا کہ وہ یام کے درخت سے گر کر مر جائے گا''

''اوبائی کو ہمیشہ سے ہی ایک عجیب آدمی ہے'' نوا کی بائی نے کہا ''میں نے سنا ہے کہ بہت برس پہلے جب اس کے باپ کو مرے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا تو وہ نجومی سے مشورہ کرنے گیا

تھا۔ نجومی نے اسے کہا کہ تمہارا مرحوم باپ چاہتا ہے کہ اس کے لئے تم ایک بکری قربان کرو۔ پتہ ہے اس نے نجومی سے کیا کہا؟ کہنے لگا کہ ذرا میرے مرحوم باپ سے پوچھو کہ زندگی بھر اس کے پاس کبھی ایک پرندہ بھی تھا!''

سب ہی خوب ہنسے سوائے اوکونک وو کے جو ایک گھبراہٹ کے عالم میں ہنس رہا تھا۔ کیونکہ جیسے مثل مشہور ہے جب کسی کہاوت میں خشک ہڈیوں کا ذکر ہو تو بڑھیا پریشان ہو جاتی ہے۔ اوکونک وو کو اپنا باپ یاد آ گیا۔

آخر اس نوجوان نے جو شراب انڈیل رہا تھا گاڑھی سفید تلچھٹ سے آدھا بھرا سینگ آگے بڑھایا اور کہا ''جو ہم کھا رہے ہیں ختم ہو گیا''

''ہم نے دیکھ لیا ہے'' دوسروں نے جواب دیا۔

اس نے پوچھا ''تلچھٹ کون پیئے گا؟''

آئی ڈیکو نے آنکھوں میں شرارت بھری چمک کے لئے نوا کی بائی کے بڑے بیٹے ایگ ویلو کی جانب دیکھا اور کہا ''جس کسی کا بھی کام اٹکا ہے۔''

سب نے اتفاق کیا کہ ایگ ویلو کو تلچھٹ پینی چاہیئے۔ اس نے آدھا بھرا سینگ بھائی سے لیکر پی لیا۔ جیسا کہ اس کے بھائی نے کہا تھا ایگ ویلو ہی کا ایک کام ایسا تھا جس میں اسے تلچھٹ کی مدد کی ضرورت تھی کیونکہ مہینہ یا دو پہلے اس نے پہلی شادی کی تھی۔ یام کی شراب کی گاڑھی تلچھٹ ان جوانوں کے لیے اچھی سمجھی جاتی تھی جو بیویوں کی طرف رجوع کرنے والے ہوتے تھے۔

جب شراب ختم ہو گئی تو اوکونک وو نے اپنی مشکلات نوا کی بائی کے سامنے پیش کیں۔ ''میں آپ کے پاس مدد کے لیے آیا ہوں مجھے اُمید ہے کہ آپ نے اندازہ لگا لیا ہو گا۔ میں نے ایک کھیت صاف کر لیا ہے لیکن میرے پاس کاشت کے لئے یام نہیں ہیں۔ میں جانتا ہوں کسی سے یام قرض مانگنے اور بھروسہ کرنے کی درخواست کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ خاص طور پر ان دونوں جب کے نوجوان محنت سے گھبراتے ہیں، میں کام سے جی چرانے والا نہیں۔ وہ چھپکلی جس نے آئی رو کو کے اونچے درخت سے زمین پر چھلانگ لگائی کہنے لگی اگر دوسرے میری تعریف نہیں کریں گے تو میں خود اپنی تعریف کروں گا۔ میں ایسی عمر میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو رہا تھا جب دوسرے ابھی ماں کا دودھ پی رہے ہوتے ہیں اگر آپ مجھے کچھ یام بیج کے لیے دے دیں تو میں آپ کو مایوس نہیں

کروں گا۔''

نوا کی بائی نے گلا صاف کرتے ہوئے کہا''ان دنوں جب کہ ہمارے نوجوان بہت آرام طلب ہوگئے ہیں مجھے تم جیسے نوجوان کو دیکھ کر خوشی ہوئی۔ میرے پاس بہت سے نوجوان یام مانگنے کے لیے آئے مگر میں نے سب کو اس لئے انکار کردیا کہ میں جانتا تھا کہ وہ یام لے جا کر زمین میں ڈھیر کردیں گے اور بعد میں گھاس اور بوٹیاں انہیں دبالیں گی۔ میرے انکار پر وہ سمجھتے ہیں کہ میں ایک سخت دل آدمی ہوں حالانکہ ایسا نہیں .... ''اپنی کی 'پرندہ کہتا ہے کہ جب سے انسانوں نے بے خطا نشانہ لگانا سیکھ لیا ہے اس نے بغیر اترے اڑتے رہنا سیکھ لیا ہے۔ یوں کہہ لیجئے میں نے یام کے معاملہ میں کنجوس ہونا سیکھ لیا ہے۔ تم پہ نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ تم پر اعتماد کرسکتا ہوں۔ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ آپ شکل دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ اناج پک چکا ہے۔ میں تمہیں دوبار چار سو یام دوں گا۔ جاؤ اور اپنے کھیت یتار کرو!''

اوکونک وو نے بار بار اس کا شکریہ ادا کیا اور خوش خوش گھر لوٹا۔ وہ جانتا تھا کہ نوا کی بائی اسے انکار نہیں کرے گا لیکن یہ توقع بھی نہیں تھی کہ وہ اتنے کھلے دل کا مظاہرہ کرے گا۔ اسے چار سو سے زائد یام ملنے کی اُمید نہ تھی مگر اس نے دوبار چار، چار سو یام دینے کی حامی بھرلی۔ اب اوکونک وو کو اپنا کھیت بڑا کرنا پڑے گا۔ اسے اپنے باپ کے ایک دوست آئی سائی اوزرہ سے بھی چار سو یام ملنے کی اُمید تھی۔

اپنا کھلیان پیدا کرنے کے لئے شراکت میں کاشت کاری ایک سست ردعمل تھا۔ پوری جانفشانی کے بعد فصل کا صرف ایک تہائی نصیب ہوتا۔ لیکن ایسے نوجوان کیلئے جس کے اپنے کے یام نہ ہوں اور کوئی چارہ نہ تھا۔ اوکونک وو کے معاملہ میں جو چیز صورتحال کو بدتر بنا رہی تھی وہ یہ تھی کہ اس حقیر یافت پر وہ اپنی ماں اور دو بہنوں کا کفیل تھا۔ ماں کی کفالت کا مطلب باپ کی کفالت بھی تھا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ اس کی ماں پکائے اور کھائے جب کہ اس کا شوہر فاقہ کھینچے۔ بہت نوعمری میں جب وہ شراکتی کاشت میں جان توڑ محنت کرتے ہوئے کھلیان بنانے کی کوشش میں تھا تو ساتھ اسے اپنے باپ کے گھرانے کے لئے بھی ہر طرح کی ضروری اشیاء مہیا کرنا پڑتیں۔ صورتحال یہ تھی کہ گویا وہ سوراخوں بھرے تھیلے میں غلہ انڈیلتا جا رہا ہو۔ اس کی ماں اور بہنیں بھی بہت محنت کرتی تھیں لیکن وہ نسوانی فصلیں، کوکویم، لوبیہ اور کساوا اگاتیں۔ لیکن یام، فصلوں کا بادشاہ تو مردوں کی فصل تھا۔

جس سال اوکونک وو نے آٹھ سو یام نوا کی بائی سے بیج کی خاطر لئے زندہ لوگوں کی یادداشت میں اس سے برا سال کوئی نہیں گزرا تھا۔ کچھ بھی اپنے مقررہ وقت پر نہیں ہو رہا تھا۔ لگتا تھا دُنیا پاگل ہوگئی ہے۔ پہلی بارشیں دیر سے ہوئیں اور جب ہوئیں تو مختصر وقفے کے لیے ہوئیں۔ دہکتا سورج پھر لوٹ آیا۔ اب اس میں اتنی شدت تھی کہ پہلے کبھی دیکھی نہ سنی، زمین گرم کوئلوں کی طرح جل رہی تھی۔ تمام یام جو کاشت کئے گئے تھے وہ بھن کر رہ گئے۔ سب اچھے کسانوں کی طرح اوکونک وو نے پہلی بارش کے ساتھ ہی یام کی بوائی شروع کر دی تھی۔ جب بارشیں رکیں اور گرمی لوٹی تو اس وقت تک وہ چار سو یام بو چکا تھا۔ وہ دن بھر آسمان پر بارش کے آثار دیکھنے کے لیے بادلوں کو تلاش کرتا رہتا اور تمام رات پڑا جاگتا رہتا۔ صبح کھیتوں میں واپس جا کر مرجھاتے ہوئے اکھوے دیکھتا۔ اس نے سسل کے موٹے پتوں کے حلقے ان کے اردگرد بنا کے سلگتی ہوئی زمین کی تپش سے انہیں بچانے کی کوشش کی لیکن دن کے خاتمے تک پتوں کے حلقے جل کر خشک اور سلیٹی رنگ کے ہو جاتے۔ وہ ہر روز انہیں بدل دیتا اور دُعا کرتا کہ کاش رات کو بارش ہو جائے۔ خشک سالی آٹھ ہفتوں تک جاری رہی اور تمام یام مر گئے۔

کچھ کسانوں نے ابھی تک یام کاشت نہیں کیے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو سست اور آرام طلب ہوتے اور جب تک ممکن ہوتا کھیتوں کی صفائی ٹالتے رہتے۔ اس سال ان کا شمار عقلمندوں میں تھا۔ وہ اپنے پڑوسیوں سے خوب سر ہلا ہلا کر ہمدردی جتا رہے تھے اور اندر سے وہ اسے اپنی پیش بینی سمجھتے ہوئے خوش تھے۔

آخر جو بارش ہوئی تو اوکونک وو نے بچے ہوئے یام بو دیئے۔ اسے ایک اطمینان تھا کہ خشک سالی سے پہلے جو یام اس نے کاشت کئے تھے وہ اس کے اپنے پچھلے سال کی فصل سے بچے ہوئے یام تھے اس کے پاس ابھی نوا کی بائی کے آٹھ سو اور اپنے باپ کے دوست والے چار سو یام موجود تھے۔ اس طرح وہ ایک نیا آغاز کرنے کے قابل تھا۔

شاید وہ سال پاگل ہو گیا تھا، مینہہ یوں برسا جیسے پہلے کبھی نہ برسا تھا۔ دن رات مسلسل موسلا دھار بارش ہوتی رہی اور یام کے ڈھیر بہا کر لے گئی۔ درخت جڑوں سے اکھڑ گئے اور جگہ جگہ گہرے غار نمودار ہو گئے۔ بعد میں اگرچہ بارش کی شدت میں کمی تو آ گئی لیکن پھر بھی دن رات بغیر رکے برستی رہتی۔ دھوپ کے وقفے جو ہمیشہ موسم برسات کے وسط میں آیا کرتے تھے اب کے نہیں آئے۔ یام نے خوب گہرے چمکدار سبز پتے نکالے لیکن ہر کسان سمجھتا تھا کہ بغیر

دھوپ کے گانٹھ کی نشو ونما نہ ہو سکے گی۔

اس سال فصل ایک جنازے کی طرح اداس اور افسردہ تھی۔ جب گلے ہوئے تباہ شدہ یام اکھاڑے گئے تو کئی کسان رو دیئے۔ ایک شخص نے تو درخت کی شاخ میں کپڑا ڈال کر پھانسی لگالی۔

اوکونک وو کو اپنی باقی ماندہ زندگی میں جب بھی اس المناک سال کا خیال آتا تو اس کے بدن میں ٹھنڈی جھرجھری سی دوڑ جاتی۔ بعد میں اسے ہمیشہ یہ سوچ کر حیرت ہوا کرتی کہ وہ مایوسی کے بوجھ تلے کیونکر غرق نہ ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ اس میں مقابلے کی بے انتہا قوت ہے لیکن وہ سال تو ایسا تھا کہ ببر شیر کا پتہ بھی پانی کر دیتا۔

وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ ''اگر میں اس سال زندہ بچ رہا تھا ہر چیز کے مقابل زندہ رہ سکتا ہوں۔'' اس نے اپنی بے لچک قوت ارادی کا اس یاد کو جزو بنالیا تھا۔ اس کا باپ یونیکا ان دنوں بیمار تھا فصل کی کٹائی کے خوفناک مہینے میں اس نے بھی کہا ''اوکونک وو! مایوس نہ ہونا۔ میں جانتا ہوں تم مایوس نہیں ہو گے تم ایک خوددار اور مردانہ دل رکھتے ہو اور ایک خوددار دل اس طرح کی عمومی ناکامیاں جھیل جایا کرتا ہے کیونکہ ایسی ناکامیاں اس کے غرور کو چھیتی نہیں۔ ایک اکیلے شخص کی ناکامی مشکل اور تلخ ہوا کرتی ہے۔''

یونی کا کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں عمر اور بیماری کی وجہ سے باتیں کرنے کا چسکا بہت بڑھ گیا تھا۔ یہ اوکونک وو کے صبر کا اتنا بڑا امتحان تھا کہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔

MashalBooks.com

چوتھا باب

ایک بوڑھے نے کہا'' بادشاہ کا چہرہ دیکھیں تو یوں لگتا ہے کہ اس چہرے نے کبھی ماں کی چھاتی کہاں چوسی ہوگی۔'' وہ اوکونک وو کے بارے میں بات کر رہا تھا جو دفعتاً غربت اور بدقسمتی سے ابھر کر قبیلے کے سرداروں میں شمار ہونے لگا تھا۔ بوڑھے کو اس سے کوئی دُشمنی نہیں تھی بلکہ الٹا اس کی محنت اور کامرانی کے باعث اس کی تعظیم کرتا تھا۔ اسے اور بہت سے آدمیوں کے طرح اوکونک وو کے اس سنگدلانہ رویئے سے شکایت تھی جو وہ مقابلتاً کم کامیاب لوگوں سے روا رکھتا۔ ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے کہ پرکھوں کی ارواح کی آئندہ ضیافت کے سلسلے میں برادری کا احتجاج تھا وہاں ایک شخص نے اس سے اختلاف کیا اور اوکونک وو نے اسے دیکھے بغیر کہا'' یہ اجلاس مردوں کا ہے''۔ اختلاف کرنے والا شخص ہر لقب سے محروم تھا اور اس لئے اس نے اسے عورت کہا۔ اوکونک وو خوب سمجھتا تھا کہ کیونکر کسی کی روح کو قتل کیا جاتا ہے۔

جب اوکونک وو نے اوسوگو کی طرف داری کی۔ ان میں سے معمر ترین شخص نے سختی سے کہا کہ وہ لوگ جن کی خاطر مہربان روح یام کے مغز خود توڑ کے نکال دیتی ہے انہیں عجز و انکساری کا دعویٰ ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اوکونک وو نے وہیں اپنے کہے پر تاسف کا اظہار کیا اور اجلاس جاری رہا۔

یہ کہنا خلاف حقیقت تھا کہ اس کی خاطر مشفق روح یام کے بیج توڑ کر مغز نکال دیتی تھی۔ وہ انہیں خود توڑتا تھا۔ لیکن اگر کوئی اس شاید جدوجہد سے واقف تھا جو اس نے غربت اور بدقسمتی کے خلاف کی تو وہ اسے قسمت کا دھنی نہ کہتا کوئی آدمی اگر واقعی کامیابی کا مستحق تھا تو وہ اوکونک وو تھا۔ ابتدائی عمر میں اس نے اس سرزمین کے عظیم ترین پہلوان کی حیثیت سے شہرت حاصل کی لیکن وہ محض خوش بختی نہیں کہی جا سکتی۔ زیادہ سے زیادہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا'' چی'' یا ذاتی دیوتا اچھا تھا۔ ای بو قبیلہ کے لوگوں میں ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ جب کوئی آدمی ہاں کہتا ہے تو اس کا چی بھی ہاں کہتا ہے۔ اوکونک وو نے نہایت زوردار طریقے سے ہاں کہی تو اس کے چی کو بھی

مانے بغیر چارہ نہ رہا۔ یوں کہنا چاہیئے کہ نہ صرف اس کا چی بلکہ پورا قبیلہ مان گیا۔ کیونکہ ان کے ہاں ہر آدمی کو اس کے ہاتھوں کے کئے کام سے پرکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ نو دیہاتوں نے جنگ کا پیغام دُشمنوں کو پہنچانے کے لئے اسے منتخب کیا۔ اسے جنگ کے پیغام پر مصر رہنا تھا جب تک کہ وہ یوڈو کی بیوی کے خون کا کفارہ میں ایک نوجوان مرد اور ایک کنواری دینے پر تیار نہ ہو جائیں۔ یوموفیا کے دُشمن ان سے اتنا ڈرتے تھے کہ اُنہوں نے اوکونک وو کے ساتھ ایک بادشاہ جیسا سلوک کیا اور اسے ایک کنواری پیش کی جو یوڈو کو بطور بیوی کے دے دی گئی اور ایک لڑکا آئی کیمی فونا دیا۔

قبیلے کے بڑوں کا فیصلہ تھا کہ کچھ عرصے کے لیے آئی کیمی فونا کو اوکونک وو کی تحویل میں دے دیا جائے لیکن کسی نے نہ سوچا تھا کہ یہ عرصہ تین سال تک لمبا کھیچ جائے گا۔ معلوم ہوتا تھا کہ فیصلہ کرنے کے بعد وہ اس کے بارے میں قطعی طور پر بھول گئے۔

ابتداء میں آئی کیمی فونا بہت خوفزدہ تھا ایک دو مرتبہ اس نے بھاگ جانے کی کوشش کی لیکن اسے پتہ نہ تھا کہ کیونکر سفر شروع کرے۔ وہ اپنی ماں اور تین سالہ بہن کو یاد کرتا اور پھوٹ پھوٹ کے روتا۔ نو وائی کی ماں اس سے شفقت برتتی اور اپنے بچوں جیسا سلوک کرتی۔ لیکن وہ ہر بار یہی پوچھتا کہ ''میں گھر کب جاؤں گا؟''

جب اوکونک وو کو پتہ چلا کہ وہ کچھ کھانے پر رضامند نہیں تو وہ ہاتھ میں ایک بڑی سے چھڑی پکڑے جھونپڑی میں آکر اس کے سر پر کھڑا ہو گیا وہ کانپتے ہوئے یام نکلنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی اس نے جھونپڑی کے پچھواڑے جا کر نہایت تکلیف کے عالم میں قے کر دی۔ نو وائی کی ماں اس کے پیچھے پیچھے گئی اور اپنے ہاتھ اس کی چھاتی اور کمر پر رکھ کے اسے سنبھالا دینے لگی وہ تین مارکیٹ ہفتوں تک بیمار رہا۔ جب صحت یاب ہوا تو لگتا تھا کہ اس نے اپنے شدید خوف اور غم پر قابو پا لیا ہے۔

وہ قطعی طور پر ایک خوش طبع لڑکا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ اوکونک وو کے گھرانے میں بالخصوص بچوں میں بہت مقبول ہو گیا۔ اوکونک وو کا بیٹا نو وائی اس سے عمر میں دو سال چھوٹا تھا اور پل بھر کے لئے اس سے الگ نہ ہوتا۔ نو وائی کو لگتا جیسے وہ ہر چیز کے بارے میں جانتا ہے۔ وہ بانس کے پودوں کے تنوں سے بانسریاں بنا لیتا تمام پرندوں کے نام اسے آتے تھے۔ وہ جھاڑیوں میں رہنے والے چھوٹے چھوٹے جانوروں، چوہوں، گلہریاں کو پکڑنے کے لئے نہایت ہوشیاری

سے پھندے لگتا۔ اسے معلوم تھا کہ کون کون سے درختوں کی کمان سب سے مضبوط ہوتی ہے۔

اوکونک وو خود بھی لڑکے کا مشتاق ہو گیا تھا..... لیکن صرف اندرونی طور پر کیونکہ غصے کے سوا اووکونک وو نے کبھی کسی قسم کے جذبات کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ اس کے نزدیک پیار کی نمائش کمزوری کی دلیل تھی اور دکھانے کے قابل تو صرف قوت اور مضبوطی ہوتی ہے۔ اس لئے آئی کیمی فونا سے بھی اس کا سلوک ویسا ہی تھا جیسا دوسروں کے ساتھ ..... سختی اور درشتی کا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ لڑکے کو پسند کرتا تھا۔ بعض اوقات جب گاؤں کی بڑی میٹنگوں میں یا قبیلے کے پرکھوں کی ضیافت میں وہ جاتا تو اسے بھی ساتھ چلنے کی اجازت دے دیتا اور وہ بیٹوں کی طرح اس کا سٹول اور بکری کا تھال کا تھیلا اُٹھا لیتا اور اسے باپ ہی کہہ کر بلاتا۔

جن دنوں آئی کیمی فونا یوموفیا میں پہنچا تو وہ زمانہ وہاں فصل کی کٹائی اور کاشت کے درمیانی وقفے میں آزادی سے گھومنے پھرنے کا تھا۔ دراصل آئی کیمی فونا ہفتہ امن شروع ہونے سے چند دن پہلے اپنی بیماری سے اُٹھا تھا اور یہی وہ سال تھا جس میں اکونک وو نے ہفتہ امن کی خلاف ورزی کی اور دھرتی کی دیوی کے پجاری ازیانی نے دستور کے مطابق اسے سزا دی۔

اوکونک وو کی سب سے چھوٹی بیوی دراصل اسے اشتعال دلانے کا باعث بنی۔ لیکن اوکونک وو کا غصہ بھی اپنی جگہ جائز تھا۔ وہ بال گوندھنے اپنی ایک سہیلی کے ہاں چلی گئی اور دوپہر کا کھانا پکانے کے وقت تک نہ لوٹی۔ اوکونک وو کو پہلے علم نہ تھا کہ وہ گھر پر نہیں ہے۔ وہ اس کے ہاں سے کھانا آنے کا بے سود انتظار کرتا رہا۔ تھک کر وہ اس کی جھونپڑی میں دیکھنے گیا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ جھونپڑی خالی تھی اور چولہا ٹھنڈا تھا۔ اس نے دوسری بیوی کو جو صحن میں چھوٹے سے درخت کے تلے پڑے بہت بڑے برتن میں سے پانی لینے اپنی جھونپڑی سے آئی تھی پوچھا

''اوجی یوگو کہاں ہے۔''

''وہ اپنے بال گوندھنے گئی ہے۔''

غصہ اس کے اندر ابلا اور اس نے اپنے ہونٹ کاٹے۔

''اس کے بچے کہاں ہیں؟ انہیں بھی ساتھ لے گئی ہے؟'' اس نے غیر معمولی تحمل اور بردباری سے پوچھا۔

''وہ یہیں ہیں'' اوکونک وو کی پہلی بیوی نوائی کی ماں نے جواب دیا۔

اوکونک وو نے جھک کر اس کی جھونپڑی کے اندر دیکھا۔ اوجی یوگو کے بچے اس کی پہلی

بیوی کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔

''کیا اس نے جانے سے پہلے کہا تھا کہ انہیں کھلا دینا؟''

او جی یو گو کی حماقت کو کم کرنے کیلئے نو وائی کی ماں نے جھوٹ بولا اور کہا

''ہاں''

اوکونک وو کو پتہ تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔لیکن وہ اپنی ادبی میں واپس لوٹ گیا۔

جب وہ واپس آئی تو اس نے او جی یو گو کی خوب پٹائی کی۔اپنے رنج میں وہ بھول گیا کہ ان دنوں امن کا ہفتہ تھا۔اس کی دونوں بڑی بیویاں ایک خوف کے عالم میں اپنی جھونپڑیوں سے دوڑتی ہوئی پہنچیں اور اس کی منت کرنے لگیں کہ نہ مارو متبرک ہفتہ چل رہا ہے لیکن اوکونک وو ایسا آدمی نہیں تھا جو دیوی کے خوف سے پٹائی درمیان میں نامکمل چھوڑ دیتا۔

اوکونک وو کے پڑوسی اس کی بیوی کی چیخیں سن کر احاطے کی دیوار پر سے پکار رہے تھے کہ کیا ہوا؟ ان میں سے کچھ خود دیکھنے کے لئے اندر پہنچ گئے۔یہ کبھی نہیں سنا تھا کہ متبرک ہفتہ میں کوئی مار پیٹ کرے۔

شام کا جھٹ پٹا ہونے سے پہلے ازیانی جو دھرتی دیوی ''آنی'' کا پجاری تھا اوکونک وو کی ادبی میں چلا آیا۔اوکونک وو نے کولانٹ نکال کر پجاری کے سامنے پیش کیا۔

''لے جاؤ اپنا کولانٹ۔میں ایسے شخص کے گھر میں ہرگز نہیں کھاتا جو ہمارے دیوتاؤں اور پرکھوں کا احترام نہ کرتا ہو۔''

اوکونک وو نے بیوی کا قصور بتانے کی کوشش کی لیکن ازیانی کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا ڈنڈا تھا جو وہ اپنے مدعا پر زور دینے کے لیے فرش پر مارتا تھا۔

جب اوکونک وو بات کر چکا تو اس نے کہا ''سنو۔تم یوموفیا میں کوئی اجنبی تو ہو نہیں۔جتنا مجھے پتہ ہے اتنا ہی تم بھی جانتے ہو کہ ہمارے اجداد کا حکم ہے کہ ہم زمین میں کوئی فصل بونے سے پہلے دھرتی کی عظیم دیوی کے احترام میں ایک ہفتہ منائیں جس کے دوران کوئی شخص اپنے پڑوسی سے ایک بھی سخت لفظ نہ کہے اور ہم اپنے ساتھی انسانوں کے ساتھ امن سے رہیں۔دیوی کے فیض کے بغیر ہماری فصلیں اگ نہیں سکتیں۔ہم پر ہفتہ امن کی تحریم لازم ہے۔تم نے بیوی کو مار کر گناہ کبیرہ کیا ہے۔''

اس نے اپنا ڈنڈا نیچے فرش پر زور سے مارا ''تمہاری بیوی سے قصور سرزد ہوا لیکن اس ہفتے

کے دوران اگر تم اپنی ادبی میں دیکھتے کہ وہ کسی آشنا کے ساتھ سو رہی ہے تب بھی تم اسے مارتے تو بہت بڑی برائی کے مرتکب ہوتے۔''

اس کا ڈنڈا پھر زمین پر برسا'' یہ کار بد جو تم نے کیا ہے اس سے پورا قبیلہ تباہ ہو سکتا ہے۔ دھرتی کی دیوی جس کی تم نے بے عزتی کی ہے وہ فصلوں میں اضافہ دینے سے انکار کر دے تو ہم سب تباہ ہو جائیں گے۔'' اب اس کا لہجہ غصے سے تحکم میں بدل گیا۔'' تم کل آنی کی درگاہ پر ایک بکری، ایک مرغی، ایک تھان کپڑا اور سو کوڑیاں پہنچاؤ'' وہ اُٹھا اور جھونپڑی سے رخصت ہو گیا۔

پجاری نے جیسے کہا تھا اوکونک وو نے ویسے ہی کیا۔ وہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ ایک گھڑا یام کی شراب کا بھی لیتا گیا۔ وہ پچھتا تو رہا تھا لیکن وہ ایسا آدمی نہ تھا جو اپنے پڑوسیوں سے کہتا پھرے کہ اس نے غلطی کی تھی، اس لئے لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اس کے دل میں قبیلے کے دیوتاؤں کا کوئی احترام نہیں۔ اس کے دُشمن کہتے کہ خوش بختی اس کے سر کو چڑھ گئی ہے۔ وہ اسے ننھے پرندے نزا سے مماثل قرار دیتے، جس نے پیٹ بھر کے کھایا تو اپنا آپ بھول گیا اور لگا اپنے چی (ذاتی دیوتا) کو للکارنے۔

ہفتہ امن میں کوئی کام نہیں کیا جاتا تھا۔ لوگ اپنے پڑوسیوں کے ہاں ملنے ملانے جاتے اور یام کی شراب پیتے۔ اس سال باقی سب باتیں بھول کر تذکرہ صرف اس قابل نفرت مذہبی گناہ کا چلتا رہا جس کا ارتکاب اوکونک وو نے کیا تھا۔ بہت سال کے بعد پہلی مرتبہ یوں ہوا تھا کہ کسی نے متبرک امن میں خلل ڈالا۔ معمر ترین آدمیوں کو بھی صرف ایک یا دو ایسے واقعات تھے جو بہت پہلے دھندلے ماضی میں کہیں ہوئے تھے۔ اوگ بیوفی ایزوو جو قبیلے کا معمر ترین آدمی تھا وہ دوسرے آدمیوں کو جو اسے ملنے آئے تھے بتا رہا تھا کہ ان کے قبیلے میں آنی کا امن توڑنے کی سزا بہت نرم ہو گئی ہے۔ اس نے بتایا'' یہ ہمیشہ سے یوں نہیں تھا۔ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ پہلے اگر کوئی آدمی امن توڑتا تو اسے گاؤں میں زمین پر گھسیٹا جاتا جب تک کہ وہ مر نہ جاتا۔ کچھ عرصے بعد یہ رواج ختم کر دیا گیا کیونکہ اس طرح وہی امن تباہ ہو کے رہ جاتا جسے تحفظ دینا مقصود ہوتا تھا۔''

مقابلتاً ایک کم عمر شخص نے کہا'' کل مجھے کوئی بتا رہا تھا کہ کچھ قبائل میں ہفتہ امن میں کسی کا مرنا بہت مکروہ مانا جاتا ہے۔''

اوگ بیوفی ایزودو نے کہا'' یہ واقعی سچ ہے۔ او بودو آنی قبیلہ میں یہ رواج ہے کہ اگر کوئی

شخص ان ایام میں مرجائے تو اسے دفنانے کی بجائے جنگل میں پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ رواج جس کے وہ پابند ہیں کچھ اچھا نہیں کیونکہ یہ ان کی ناسمجھی پر مبنی ہے وہ مردوں عورتوں کی ایک بڑی تعداد بغیر دفنائے پھینک دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان بلا دفنائے مردوں کی بدروحوں سے قبیلہ بھر جاتا ہے اور وہ زندوں کو آزار پہنچانے کے درپے ہو جاتے ہیں۔''

ہفتہ امن ختم ہونے کے بعد ہر مرد اور اس کا خاندان نئے کھیت بنانے کے لیے جھاڑیاں صاف کرنے میں لگ گئے۔ کٹی ہوئی جھاڑیاں خشک ہونے کے لئے چھوڑ دی گئیں اور بعد میں انہیں آگ لگا دی گئی۔ جوں ہی دھواں آسمان کے رخ اُٹھا۔ اطراف و جوانب سے چیلیں آ کر جلتے ہوئے کھیتوں پر خاموش بدائیگی کے انداز میں منڈلانے لگیں۔ بارشوں کے موسم کی آمد آمد تھی جب وہ چیلیں چلی جائیں گی اور موسم خشک ہونے پر واپس آئیں گی۔

اوکونک وو نے آئندہ چند دن یام کا بیج تیار کرنے میں صرف کئے۔ وہ ایک ایک یام کا معائنہ توجہ سے کر رہا تھا کہ آیا وہ بونے کے لئے مناسب ہے کہ نہیں اگر وہ سمجھتا کہ کوئی یام ایک بیج کے طور پر بونے کے لیے بہت بڑا ہے تو وہ اپنے تیز چاقو سے لمبائی کے رخ سے اسے نہایت ہوشیاری سے دو حصوں میں تقسیم کر دیتا۔

اس کا سب سے بڑا بیٹا نووائی اور آئی کیمی فونا کھلیان سے لمبے لمبے ٹوکروں میں یام بھر کر لاتے اور تیار بیج کو چار بارسوکی ڈھیریوں میں بانٹ کر اس کی مدد کرتے۔ کئی دفعہ اوکونک وو انہیں کچھ یام تیار کرنے کے لئے بھی دے دیتا لیکن ہر بارہ وہ ان کے کام میں نقص نکالتا اور اس کا اظہار گھر کیوں میں کرتا۔

اس نے نوائی سے کہا ''تم یہ یام پکانے کے لیے کاٹ رہے ہو؟ اگر تم نے دوسرا یام اس سائز کا چیرا تو میں تمہارا جبڑا توڑ دوں گا۔ تم اپنے آپ کو ابھی تک بچہ سمجھتے ہو۔ تمہاری عمر کو پہنچنے تک میں فارم کا مالک بن چکا تھا۔''

اس نے آئی کیمی فونا سے کہا ''اور تم جہاں سے آئے ہو کیا وہاں یام نہیں اگاتے؟''

اوکونک وو اپنے دل میں سمجھتا تھا کہ لڑے ابھی یام کا بیج تیار کرنے کا مشکل فن پوری طرح سمجھنے کے لیے چھوٹے ہیں اور اس طرح کی سکھلائی کا کام اتنی چھوٹی عمر میں شروع نہیں کیا جانا چاہیئے۔ یام تو مردانگی کا نشان ہے جو شخص اپنے خاندان کو دو فصلوں کے درمیانی عرصے میں یام پر پال سکتا ہے وہ یقیناً ایک بہت بڑا آدمی ہے اوکونک وو اپنے بیٹے کو ایک بڑا کسان اور بڑا آدمی

بنانا چاہتا تھا۔ سستی کے تکلیف دہ آثار جو وہ سمجھتا تھا کہ ابھی سے اس میں نظر آ رہے ہیں، وہ انہیں کچل کے رکھ دے گا۔

''مجھے ایسا بیٹا نہیں چاہیئے جو قبیلے والوں میں اپنا سر بلند نہ رکھ سکے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں تمہارا گلا اپنے ہاتھوں سے گھونٹ دوں گا۔ اگر تم مجھے یوں پھٹی پھٹی نگاہوں سے کھڑے گھورتے رہو گے تو ایماڈائی اور اتمہارا سر اتوڑ ڈالے گا۔''

چند دنوں بعد جب دو چار زوردار بارشوں سے زمیں نم ہوگئی تو اوکونکووا اور اس کے اہل خانہ ٹوکروں میں یام کا بیج بھر کے کدال اور تیغچے سنبھالے کھیتوں میں پہنچ گئے اور بوائی شروع ہوگئی۔ اُنہوں نے کھیتوں کے بیچوں بیچ مٹی کی چھوٹی ڈھیریوں کی سیدھی قطاریں بنائیں اور ان میں یام بو دیئے۔

یام فصلوں کا بادشاہ تو تھا لیکن وہ ایک جابر بادشاہ تھا۔ تین چار چاند تک صبح مرغ کی اذان سے لے کر چوزوں کے بسیرا کرنے کے وقت تک سخت محنت کا متقاضی تھا۔ تازہ نکلے ہوئے اکھوں کو زمین کی گرمی سے بچانے کے لیے ان کے گرد سسل کے پتوں کے حلقے بنائے جاتے۔ جب بارشیں شدید ہو جاتیں تو عورتیں کاشت شدہ یام کی منڈیروں کے درمیان مکئی، تربوز اور لوبیہ بو دیتیں۔ پہلے یام کے پودوں کو زمین میں چھوٹی چھڑیاں گاڑ کے سہارا دیا جاتا بعد میں درختوں کی لمبی اور موٹی شاخوں سے سہارے بنائے جاتے۔ عورتیں فصل کی پوری رت میں تین بار مقررہ زمانے میں نلائی کرتیں اور اس میں ذرا بھی پس وپیش کی گنجائش ممکن نہ تھی۔

اب اصل بارشیں شروع ہوئیں تو وہ اتنی شدید اور مسلسل تھیں کہ گاؤں کا بارش گر بھی مداخلت کے دعویٰ سے دستبردار ہوگیا۔ وہ اب بارش روک نہیں سکتا تھا، جس طرح کہ وہ خشک سالی کے دوران اپنی صحت پر مہلک اثرات مرتب ہونے کے خوف سے بارش برسانے کی کوشش نہیں کرسکتا تھا۔ شدید موسموں کی طاقت کو توڑنے کے لیے جیسی قوت درکار ہے وہ انسانی جسم کی برداشت کی صلاحیت سے کہیں بڑھ کر ہے۔

لہٰذا موسم برسات کے وسط میں قدرت کے معاملہ میں مداخلت کی کوشش نہ کی گئی بعض دفعہ پانی کی موٹی چادریں یوں برستیں کہ لگتا زمین وآسمان ایک سی سلیٹی نمی میں ضم ہوگئے ہیں۔ کچھ پتہ نہ چلتا کہ ایماڈائی اور اکی مدھم گرج کی آواز اوپر سے آ رہی ہے یا نیچے سے۔ ایسے دنوں میں یومیوفیا کی ان گنت پھونس کی جھونپڑیوں میں بچے ماؤں کی کھانا پکانے کی آگ کے اردگرد

بیٹھے کہانیاں کہتے یا با کے ساتھ اس کی ادبی میں بیٹھے لٹوں کی آگ تاپتے اور مکئی بھون بھون کر کھاتے ۔ یہ محنت طلب اور سخت کوش کاشت کے موسم اور اتنے ہی کٹھن مگر بشاشت آمیز کٹائی کے موسم کے درمیان مختصر وقفہ آرام کا ہوتا۔

آئی کیمی فونا یوں محسوس کرتا جیسے وہ اوکونک وو کے خاندان ہی کا ایک فرد ہے، ۔اسے اب بھی اپنی ماں اور تین سالہ بہن یاد آتیں اور ان کی جدائی میں اس پر غمزدگی اور افسردہ دلی کے وقفے آتے رہتے ، گونوائی اور اس کے درمیان رفاقت اتنی گہری ہوگئی تھی کہ اب ایسے لمحات کم کم آتے اور چبھن بھی ہلکی ہوتی ۔آئی کیمی فونا کے پاس لوک کہانیوں کا نہ ختم ہونے والا ذخیرہ تھا۔ ایسی کہانیاں جو نووائی نے پہلے بھی سن رکھی تھیں ۔ جب آئی کیمی فونا بیان کرتا تو انہیں نئی زندگی بخش دیتا اور ایک مختلف قبیلے کی خصوصی مہک ان میں شامل کر دیتا۔نووائی کی زندگی کے آخر تک آئی کیمی فونا کے ساتھ گزارا زمانہ پوری آب وتاب کے ساتھ اس کے ذہن میں محفوظ تھا۔اسے یہ بھی یاد تھا کہ جب آئی کیمی فونا نے اسے بتایا کہ ایسا مکئی کا بھٹہ جس پر صرف چند دانے ادھر ادھر بکھرے ہوئے لگے ہوں تو اس کے لیے صحیح نام ''بڑھیا کے دانت'' ہے تو وہ کتنا ہنسا تھا۔نووائی کا ذہن فوراً نوایا کی کی طرف گیا جو یوڈالا درخت کے قریب رہتی تھی ۔اس کے منہ میں کل کوئی تین دانت ہوں گے اور وہ ہر وقت اپنا پائپ پیتی رہتی۔

آہستہ آہستہ بارشیں ہلکی ہوتی گئیں اور ان کا درمیانی وقفہ بڑھتا گیا۔زمین وآسمان ایک بار پھر الگ الگ ہو گے ۔ بند ہوا اور دھوپ میں بارش ہلکی اور ترچھی دھاروں میں پڑتی ۔ بچے اندر نہ رکتے بلکہ باہر دوڑتے گاتے پھرتے۔

برکھا برسے دھوپ چمکے
اکیلا بیٹھا نادی خود ہی پکائے
اور خود ہی کھائے

نووائی کو یہ سن کر ہمیشہ حیرت ہوتی کہ یہ نادی کون ہے اور اکیلا کیوں رہتا ہے عجیب بات ہے کہ وہ تنہا ہی پکاتا ہے اور تنہا ہی کھاتا ہے آخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ نادی آئی کیمی فونا کی پسندیدہ کہانی کے دیس میں بسنے والا کوئی شخص ہے۔ جہاں چیونٹی اپنا شاندار دربار لگاتی ہے اور ریت سدا ناچتی رہتی ہے۔

پانچواں باب

نئے یام کی ضافت قریب تھی اور یومیوفیا جشن کے موڈ میں تھا۔ یہ دراصل دھرتی کی دیوی ''آنی'' کا جو تمام زرخیزی کی منبع ہے شکریہ ادا کرنے کی تقریب ہوتی۔

کسی اور دیوی دیوتا کی نسبت ''آنی'' کا کردار ان لوگوں کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتا تھا۔ وہ اخلاق واطوار کی انتہائی پارکھ تھی اور قبیلے کے ان پرکھون کے ساتھ اس کا قریبی میل ملاپ رہتا جن کے جسد زمین کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔

ہر سال فصل کی کٹائی سے پہلے قبیلے کے بزرگوں کی ارواح اور دھرتی دیوی کے احترام میں نئے یام کی ضافیت کا اہتمام کیا جاتا۔ نئے یام اس وقت تک نہیں کھائے جاسکتے تھے جب تک کہ پہلے کچھ ان طاقتوں کو پیش نہ کئے جائیں۔ مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے نئے یام کے جشن کی راہ دیکھتے کیونکہ اس سے نئے سال اور افراط کے زمانے کا آغاز ہوتا۔ جشن سے آخری رات پہلے جن کے پاس پرانے سال کے یام ابھی تک ہوتے وہ سب کے سب ختم کر ڈالتے۔ نیا سال یقیناً تازہ، خوش ذائقہ یام سے شروع ہونا چاہیئے نہ کہ پچھلی فصل کے پژمردہ، ریشہ دار یام سے۔ کھانے کے تمام برتن، لکڑی کے پیالے اور کٹورے اچھی طرح دھوئے جاتے۔ لکڑی کی اوکھلی جس میں یام کوٹا جاتا وہ تو خاص طور پر دھوئی جاتی۔ یام فوفو اور سبزی کا شوربا اس تیوہار پر کھانے کی بڑی قسمیں ہوتیں۔ یہ اتنے زیادہ پکائے جاتے کہ گھر والے جتنا جی چاہتا کھاتے اور کتنے ہی دوست، رشتہ دار پڑوس کے دیہاتوں سے مہمان کھاتے، پھر بھی دن کے اختتام پر کھانے کی بہت بڑی مقدار بچ جاتی۔ ایک امیر آدمی کی کہانی بالعموم سنائی جاتی جس نے اپنے مہمانوں کے سامنے اتنا اونچا فوفو کا ڈھیر لگایا کہ اس کے ایک طرف بیٹھنے والوں کو کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ کہ دوسری طرف کیا ہو رہا ہے۔ ان میں سے ایک نے جب گہری شام ہوگئی تو پہلی

بار اپنے ایک سسرالی رشتہ دار کو دیکھا جو کھانے کے دوران وہاں پہنچا اور دوسری طرف بیٹھ گیا۔ اب اُنہوں نے علیک سلیک کی اور بچے ہوئے کھانے کے اوپر سے ہاتھ ملائے۔

پورے یوموفیا میں یام کا جشن بڑی خوشی کا موقع ہوتا۔ ای بوقبیلہ کے لوگوں کے بقول ہر شخص جس کا بازو مضبوط ہوتا اس سے توقع کی جاتی کہ وہ دور و نزدیک سے مہمانوں کی بڑی تعداد مدعو کرے گا۔ اوکونک وو ہمیشہ اپنی بیویوں کے رشتہ داروں کو بلاتا اور اب چونکہ اس کی تین بیویاں تھیں اس لئے اچھا خاصا ہجوم لگ جاتا ہے۔

اوکونک وو پتہ نہیں کیوں ضیافتوں کے بارے میں دوسرے لوگوں کی طرح کسی خاص جوش کا مظاہرہ نہ کرتا۔ وہ پرخور تھا اور یام کی شراب کے ایک دو اچھے بڑے کدو پی سکتا تھا۔ وہ دنوں تک بیکار بیٹھے ضیافت کا انتظار کرنے یا اس سے فارغ ہونے کے فضیحتے سے نا آسودہ ہوتا۔ اس کی نسبت اگر وہ اپنے کھیتوں میں مشغول ہوتا تو کہیں زیادہ خوش رہتا۔

اب جشن میں صرف تین دن باقی تھے۔ اوکونک وو کی بیویوں نے جھونپڑیوں اور دیواروں پر سرخ مٹی یوں رگڑ رگڑ کر لیپی کہ ان سے روشنی منعکس ہونے لگی۔ پھر اُنہوں نے سفید، پیلے اور گہرے سبز رنگ سے ان پر نقش بنائے۔ اس کے بعد اپنے آپ رنگنے کی باری آئی۔ اُنہوں نے کیم کی لکڑی سے اپنے اپنے پیٹ اور پشت پر بہت خوبصورت سیاہ نقش و نگار بنائے۔ بچوں کی بھی آرائش کی گئی۔ خاص طور پر ان کے بالوں کی جنہیں مونڈ مونڈ کر ان میں نمونے بنائے گئے تھے۔ تینوں عورتیں مدعو کئے گئے رشتے داروں کے بارے میں جوش اور ولولے سے باتیں کر رہی تھیں اور بچے ماں کے دیس سے آنے والے مہمانوں کے لاڈ لٹانے کے خیال سے خوش تھے۔ آئی کیمی فونا بھی اتنا ہی پرجوش تھا۔ یہاں پر اسے نئے یام کا جشن اپنے گاؤں کے مقابلہ میں کہیں بڑی تقریب محسوس ہوتا تھا۔ اپنا گاؤں تو اب اس کے تصور میں بہت دور کہیں واقع ایک مبہم چیز بن کر رہ گیا تھا۔

''اور پھر طوفان اُمڈ آیا۔ اوکونک وو جو اب تک غصہ دبائے اپنے صحن میں بلامقصد گھوم رہا تھا۔ دفعتاً اسے غصہ نکالنے کا موقعہ ہاتھ آ گیا۔ اس نے پوچھا'' کیلے کے اس درخت کو کس نے کاٹا ہے'' فوراً ہی صحن میں خاموشی چھا گئی۔

''اس درخت کو کس نے کاٹا ہے؟ کیا تم سب گونگے اور بہرے ہو؟''

دراصل درخت بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ اوکونک وو کی دوسری بیوی نے صرف چند پتے کوئی

کھانے کی چیز لپیٹنے کے لئے کاٹے تھے اور اس نے اس بات کا اقرار کیا۔ کوئی مزید سبب بتائے بغیر اوکونک وو نے اسے بہت مارا اور پھر بیوی اور اس کی اکلوتی بیٹی کو روتے چھوڑ کر چلا گیا۔ دوسری بیویوں میں سے کسی کو مداخلت کی جرات نہ ہو سکی۔ بس وقفے وقفے کے بعد مناسب فاصلے پر کھڑے رہتے ہوئے اس کی ہمدردی میں ایک آزمائش سے انداز میں کہہ دیتیں ''اوکونک وواب بس کرو۔''

یوں اپنا غصہ نکالنے کے بعد اوکونک وو نے شکار پر جانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے پاس ایک زنگ آلود بندوق تھی۔ جسے ایک ہوشیار لوہار نے بنایا تھا جو عرصہ ہوا یوموفیا میں رہنے آیا تھا۔ اگرچہ اوکونک وو قوی ہیکل آدمی تھا اور ہر جگہ اس کی قوت ور طاقت کا اقرار بھی کیا جاتا لیکن وہ شکاری نہیں تھا۔ اس نے بندوق سے کبھی چوہا بھی نہیں مارا تھا۔ جب اس نے آئی کیمی فونا سے بندوق لانے کے لیے کہا تو اس کی بیوی جس کی ابھی پٹائی ہوئی تھی ایسی بندوقوں کے بارے میں کچھ بڑبڑائی جو کبھی نہیں چلتیں۔ اس کی بدقسمتی کہ اوکونک وو نے اس کی بڑابرہٹ سن لی اور دیوانہ وار اپنے کمرے کی طرف بھری ہوئی بندوق لینے دوڑا، پھر ویسے ہی دوڑتا ہوا باہر آیا۔ وہ گرتی پڑتی کھلیان کی پست دیوار پر چڑھ رہی تھی۔ اس نے لبلبی دبا دی۔ زوردار دھماکا ہوا اور ساتھ ہی بیویوں اور بچوں کی دلدوز چیخیں بلند ہوئیں۔ اس نے بندوق پھینکی اور کھلیان کے اندر پھلانگ گیا۔ لرزتی ہوئی خوفزدہ عوت وہاں پڑی تھی مگر ہر طرح سے محفوظ اور صحیح سالم۔ اس نے ایک گہری آہ بھری اور بندوق اُٹھا کر چلا گیا۔

اس سانحہ کے باوجود اوکونک وو کے گھر میں نئے یام کا جشن بڑی خوشی سے منایا گیا۔ اس دن صبح سویرے جب اس نے نئے یام اور روغن یام کی قربانی اپنے پرکھوں کو پیش کی تو التجا کی کہ نئے سال میں وہ اسے، اس کے بچوں اور ان کی ماؤں کو حفاظت میں رکھے۔

دن ڈھلنے لگا تو اس کے سسرالی رشتہ دار اس کے ہاں اردگرد کے تین دیہاتوں سے پہنچ گئے۔ ہر گروہ اپنے ساتھ یام کی شراب کا ایک بڑا برتن لے کر آیا۔ رات ہونے تک خورد و نوش کا سلسلہ رہا اس کے بعد اوکونک وو کے سسرال والے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

نئے سال کا دوسرا دن اوکونک وو کے گاؤں اور پڑوسی دیہاتوں کے درمیان کشتیوں کے مقابلے کا دن ہوتا۔ یہ کہنا مشکل تھا کہ لوگ پہلے دن کی ضیافت اور دوستداری سے زیادہ محفوظ ہوئے یا دوسرے دن کی کشتیوں کے مقابلے سے۔ لیکن ایک عورت ایسی تھی کہ جس کے دل میں

اس مشکل کے بارے میں کوئی شک نہ تھا اور وہ تھی اوکونک وو کی دوسری بیوی اک دی فی، جو اس کی گولی لگنے سے بمشکل بچ سکی تھی۔ سال کے تمام موسموں میں کوئی ایک تیوہار بھی ایسا نہ تھا جو اسے کشتیوں کے مقابلوں کی نسبت زیادہ خوشی دیتا۔ بہت سال پہلے جب وہ حسینہ گاؤں تھی تو اوکونک وو نے ایک ایسے ہی عظیم مقابلے میں (جس سے بڑا مقابلہ ہونا کسی کا یاد نہیں) بلے کو پچھاڑ کر اس کا دل جیت لیا تھا۔ اک دی فی اس وقت اس سے شادی نہ کر سکی کیونکہ وہ اتنا غریب تھا کہ دلہن کی قیمت ادا نہ کر سکتا تھا، لیکن چند سال بعد وہ اپنے خاوند کے گھر سے بھاگ کر اوکونک وو کے ساتھ رہنے چلی آئی۔ لیکن یہ تو بہت پرانی بات ہے۔ اب اک دی فی پینتالیس سالہ عورت تھی جس نے اپنے زمانے میں بہت مصیبتیں جھیلی تھیں، لیکن کشتیوں کے لیے اس کا شوق آج بھی اتنا ہی تیز تھا، جتنا کہ تیس سال پہلے تھا، نئے یام کے جشن کے دوسرے دن کی ابھی دوپہر نہیں ہوئی تھی کہ اک دی فی اور اس کی اکلوتی بیٹی ایزن ماچولہے کے قریب بیٹھی پانی ابلنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ اک دی فی نے جو مرغی ابھی کاٹی تھی وہ لکڑی کی اوکھلی میں پڑی تھی۔ پانی ابلنے لگا تو اس نے چابک دستی سے ایک ہی حرکت میں پانی کا برتن آگ سے اُٹھا کر مرغی پر پانی ڈالنا شروع کر دیا۔ س نے خالی برتن کونے میں پڑی گول گدلی پر رکھ دیا اور اپنی ہتھیلیوں کو دیکھنے لگی جو دھوئیں سے کالی ہو رہی تھیں ایزن ما کو ہمیشہ تعجب ہوتا کہ اس کی ماں ننگے ہاتھوں آگ پر سے برتن کیسے اتار لیتی ہے۔

وہ پوچھنے لگی ''اک دی فی کیا یہ سچ ہے کہ جب لوگ بڑے ہو جاتے ہیں تو آگ انہیں نہیں جلاتی؟''

ایزن ما بیشتر بچوں کے برعکس اپنی ماں کا نام لیتی تھی۔

اک دی فی مصروفیت کے باعث رد و کد میں الجھنا نہ چاہتی تھی۔ اس نے جواب دیا۔'' ہاں''

اس کی بچی دس سال کی تھی لیکن اپنی عمر سے کہیں بڑھ کر ذہین تھی۔

''لیکن چند دن ہوئے نوروئی کی ماں کے ہاتھ سے گرم شوربے کا برتن فرش پر گرا اور ٹوٹ گیا۔''

اک دی فی نے مرغی کو اوکھلی میں پلٹا اور اس کے پر اکھاڑنے لگی ایزن ما جو ماں کے ساتھ مرغی کے پر نوچنے میں شامل ہو گئی تھی، کہنے لگی ''اک دی فی، میری آنکھ کا پپوٹا پھڑک رہا ہے''

اس کی ماں نے کہا ''تو اس کا مطلب ہے تم روؤ گی''

ایزان مانے کہا ''نہیں یہ پپوٹا اوپر والا ہے۔''

''تو اس کا مطلب ہے تم کوئی چیز دیکھو گی۔''

اس نے پوچھا ''میں کیا دیکھوں گی؟''

''میں کیسے جان سکتی ہوں؟'' اک دی فی چاہتی تھی کہ وہ خود معلوم کرے۔

آخر ایزن مانے کہا ''اوہو! مجھے پتہ چل گیا ہے وہ کیا چیز ہے ..... کشتی''

مرغی صاف ہوگئی۔ اک وی فی نے اس کی چونچ نکالنے کی کوشش کی مگر وہ بہت سخت تھی۔ پیڑھی پر گھومتے ہوئے اس نے چند لمحوں کے لئے چونچ آگ میں رکھ دی۔ دوبارہ کھینچی تو آسانی سے نکل آئی۔

دوسری جھونپڑیوں میں سے آواز آئی ''اک دی فی''.... یہ نوائی کی ماں اور اوکونک وو کی سب سے بڑی بیوی تھی۔

اک دی فی نے واپس جواب دیا ''مجھے پوچھ رہی ہو؟'' باہر سے آنے والی آواز کا لوگ اسی طرح جواب دیتے تھے۔ وہ کبھی اس خوف سے ''ہاں'' کہہ کر جواب نہیں دیتے کہ ممکن ہے کوئی بدروح آواز دے رہی ہو۔

''ایزن ما کو تھوڑی سی آگ تو دے کر بھیج دو''۔ اس کے اپنے بچے اور آئی کیمی فونا ندی پر گئے ہوئے تھے۔

اک دی فی نے چند سلگتے ہوئے کوئلے ایک ٹھیکرے میں ڈال دیئے اور ایزن ما انہیں اُٹھا کر صاف ستھرے صحن میں سے گزرتی نوائی کی ماں کے پاس لے گئی۔

وہ نئے یام چھیل رہی تھی، پاس ٹوکری میں تازہ سبزیاں اور لوبیہ رکھا تھا۔

بولی ''شکریہ''

ایزن نے پیشکش کی ''کہو تو میں تمہارے لئے آگ جلا دوں۔''

اس نے کہا ''شکریہ ایزک بو!' وہ اسے اکثر ایزگ بو کہتی جس کا مطلب ہے ''اچھی۔''

ایزن ما باہر گئی اور ایندھن کی لکڑیوں کے بڑے گٹھے میں سے کچھ چھڑیاں لے آئی۔ اس نے اپنے پاؤں کے تلووں کے زور سے توڑ توڑ کر ان کے چھوٹے ٹکڑے کئے اور پھر پھونکیں مار کر آگ جلانے لگی۔

MashalBooks.com

نوائی کی ماں نے یام چھیلنے سے نظر اُٹھا کر کہا ''پھونکیں مار مار کے تیری آنکھیں رہ جائیں گی۔ پنکھی لے لو'' پھر انہی اور چھت کی کڑی سے بندھی پنکھی کھول کر اسے دی۔ جوں ہی وہ اُٹھی تو پاس کھڑی بکری جو پہلے پابندی سے صرف یام کے چھلکے کھا رہی تھی اب منہ مار کے یام اُٹھا اپنے چھپر جگالی کرنے دوڑ گئی۔ نووئی کی ماں نے بکری کو پھٹکارا اور پھر یام چھیلنے بیٹھ گئی۔ ایزن ما کی آگ سے اب دھوئیں گے گہرے بادل اُٹھ رہے تھے۔ جب تک شعلے نہ اُٹھے وہ پنکھی جلاتی رہی۔ نووئی کی ماں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہ اپنی ماں کی جھونپڑی میں لوٹ آئی۔

اسی وقت انہیں دور سے ڈھول بجنے کی آواز آنے لگی۔ یہ گاؤں کے ایلو (کھیل کے میدان) کی طرف سے آ رہی تھی۔ ہر گاؤں کا اپنا ایک ایلو ہوتا ہے اور وہ اتنا ہی پرانا ہوتا ہے جتنا کہ خود گاؤں۔ بڑی رسومات اور ناچ وغیرہ سب وہیں ہوتے ہیں ڈھول واضح طور پر کشتی کی دھن بجا رہے تھے جو تیز، لطیف اور مسرت انگیز تھی اور ہوا پر تیرتی ہوئی وہاں آ رہی تھی۔

اوکونک وو نے گلا صاف کیا اور اس کے پاؤں ڈھول کی تال پر ہلنے لگے۔ جوانی سے لے کر اب تک یہی کیفیت چلی آ رہی تھی کہ یہ آواز اس کے اندر آگ سی لگا دیتی۔ فتح اور زیر کرنے کی خواہش سے وہ لرزنے لگتا۔ یہ سب کسی عورت سے ملنے کی خواہش سے مشابہت رکھتا تھا۔

ایزان ما نے ماں سے کہا ''ہمیں کشتی کے لیے دیر ہو گئی۔''

''جب تک سورج نیچے نہیں چلا جاتا وہ شروع نہیں کریں گے۔''

''لیکن ڈھول تو بج رہے ہیں۔''

''ہاں۔ ڈھول تو دوپہر سے بجنے شروع ہو جاتے ہیں لیکن وہ سورج ڈھلنے کا انتظار کرتے ہیں۔ جاؤ پتہ کرو تمہارا باپ سہ پہر کے لیے یام لے آیا ہے؟''

''لے آیا ہے۔ نووئی کی ماں تو پکا بھی رہی ہے۔''

''تو جاؤ جو ہمارے حصے کے ہیں لے آؤ۔ ہم جلدی سے کھانا بنا لیں۔ نہیں تو کشتیوں کے لیے دیر ہو جائے گی۔

ایزن ما کھلیان کی طرف دوڑ گئی اور دو یام پست دیوار سے اُٹھا لائی۔ اک دی فی نے یام جلدی جلدی چھیلے۔ تنگ کرنے والی بکری ادھر ادھر سونگھتی چھلکے کھاتی پھر رہی تھی۔ اس نے یام کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے اور مرغی کا کچھ گوشت ملا کر ہانڈی پکانے لگی۔

اس وقت انہیں احاطے کے باہر سے کسی کے رونے کی آواز آئی۔ آواز نووئی کی بہن ادبی

آجیلی جیسی لگتی تھی۔

اک دی فی نے صحن کی پرلی طرف نوائی کی ماں کو آواز دی۔ ''کیا ادبی آجیلی رو رہی ہے؟''

اس نے جواب دیا ''ہاں وہی ہے۔ اس کا گھر ٹوٹ گیا ہوگا۔''

اب رونے کی آوز بہت قریب پہنچ گئی اور جلد ہی بچے سروں پر عمروں کی مناسبت سے چھوٹے بڑے برتن رکھے، قطار باندھے اندر آ گئے۔ آگے آگے آئی کیمی فونا سب سے بڑا برتن اُٹھائے ہوئے تھا اس کے بعد نووئی اور اس کے دو چھوٹے بھائی تھے۔ آخر میں ادبی آجیلی تھی۔ چہرے پر آنسوؤں کی دھاریں بہہ رہی تھیں ہاتھ میں اینڈوا پکڑا تھا جسے سر پر رکھ کر اس کے اوپر گھڑا ٹکانا تھا۔

اس کی ماں نے پوچھا ''کیا ہوا؟'' ادبی آجیلی نے اپنی المناک کہانی سنائی۔ ماں نے اسے تسلی دی اور وعدہ کیا کہ جلد اسے نیا گھڑا خرید دے گی۔ نووئی کے چھوٹے بھائی ماں کو حادثے کی اصل کہانی سنانے لگے تھے کہ آئی کیمی فونا نے تیز نظروں سے انہیں دیکھا اور وہ خاموش ہو گئے۔ ہوا یہ تھا کہ ادبی آجیلی گھڑا اُٹھائے شوخیاں کر رہی تھی۔ سر پر گھڑا جما کر دونوں بازو سامنے باندھ دیئے پھر جوان عورت کی طرح کمر لچکانے لگی جب گھڑا سر سے گر کر ٹوٹا تو قہقہے لگا رہی تھی۔ رونا تو اس نے تب شروع کیا جب وہ سب احاطے کے باہر ای روکو درخت کے پاس پہنچے۔

ڈھول ابھی تک مسلسل بج رہے تھے، لگاتار بغیر کسی تبدیلی کے۔ ان کی آواز اب زندہ گاؤں سے الگ کوئی چیز نہ تھی بلکہ اس کے دل کی دھڑکن ہی لگتی تھی۔ ہوا، دھوپ، حتیٰ کہ درختوں تک میں وہ آواز دھڑک رہی تھی اور اس نے گاؤں میں ہلچل پیدا کی ہوئی تھی۔

اک دی فی نے ہانڈی میں سے خاوند کا حصہ پیالے میں ڈال کر ڈھک دیا اور ایزن ما اسے اُٹھا باپ کی ادبی میں پہنچانے چلی گئی۔

اوکونک وو بکری کی کھال پر بیٹھا بڑی بیوی کے گھر سے آیا کھانا کھا رہا تھا۔ ادبیٰ آجیلی اپنی ماں کی جھونپڑی سے کھانا لائی تھی اور اب فرش پر بیٹھی اس کے ختم کرنے کا انتظار کر رہی تھی۔ ایزن مانے اپنی ماں کا پکا کھانا اس کے سامنے دھرا اور خود ادبی آجیلی کے پاس بیٹھ گئی۔

اوکونک وو نے اسے ڈانٹا ''عورتوں کی طرح بیٹھو!''

ایزن مانے دونوں ٹانگیں جوڑیں اور سامنے لمبی کر لیں۔

MashalBooks.com

مناسب وقفے کے بعد ایزن مانے پوچھا ''بابا آپ کشتی دیکھنے جائیں گے؟''

''ہاں'' وقفے کے بعد پوچھا ''میں آپ کے لئے آپ کی کرسی اُٹھا کر لے چلوں''

''نہیں ..... یہ لڑکوں کا کام ہے''

اوکونک وو کو ایزن ما سے بڑا پیار تھا۔ وہ اپنی ماں سے بڑی مشابہہ تھی جو کسی زمانے میں حسینہ گاؤں ہوا کرتی تھی۔ لیکن وہ اپنی اس پسندیدگی کے اظہار بہت کم مواقع پر کرتا۔

ایزن مانے کہا ''سنا آپ نے ادبیٰ آجیلی آج اپنا گھڑا توڑ بیٹھی۔''

اوکونک وو نے بھرے کلوں سے کہا ''ہاں مجھے اس نے بتایا ہے۔''

ادبی آجیلی بولی ''بابا کھاتے میں بولتے نہیں ورنہ کالی مرچ غلط طرف چلی جاتی ہے۔''

''یہ تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ ایزن ما سنا تم نے! تم تو ادبیٰ آجیلی سے بڑی ہو مگر لگتا ہے وہ تم سے زیادہ سیانی ہے۔''

اس نے دوسری بیوی کے ہاں سے آئے کھانے کا ڈھکن اُٹھایا اور کھانا شروع کر دیا۔ ادبیٰ آجیلی نے خالی رکاب اُٹھائی اور اپنی ماں کی جھونپڑی کو لوٹ گئی۔ اس کے بعد مکیچی تیسرا کھانا لئے پہنچی وہ اوکونک وو کی تیسری بیوی کی بیٹی تھی۔ دور ڈھول مسلسل بجے جا رہے تھے۔

MashalBooks.com

چھٹا باب

عورتیں، مرد، بچے غرضیکہ پوار گاؤں ایلو میں نکل آیا تھا۔ سب کے سب میدان میں بڑے دائرے میں جمع تھے اور درمیان میں کھیل کے لیے جگہ خالی چھوڑ دی گئی تھی۔ گاؤں کے بزرگ اور بڑے اپنے ذاتی سٹولوں پر بیٹھے تھے جوان کے بیٹے یا غلام اُٹھا کر لائے تھے۔ اوکونک وو انہی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ باقی سب کھڑے تھے ماسوائے ان کے جو پہلے آئے اور ان چند سٹینڈوں پر جگہ حاصل کر سکے جو دو شاخہ ستونوں پر لکڑی کے ہموار لٹھے رکھ کر بنائے گئے تھے۔

ابھی پہلوان نہیں آئے تھے اور میدان ڈھول بجانے والوں کے ہاتھوں میں تھا اور وہ ناظرین کے بہت بڑے دائرے کے آگے بزرگوں اور بڑوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے تھے۔ ان کی پشت پر سنبل کا بڑا اور پرانا درخت تھا جسے مقدس خیال کیا جاتا تھا۔ اچھے بچوں کی ارواح پیدائش کی انتظار میں وہاں رہتی تھیں۔ بچے کی خواہشمند جوان عورتیں عام دنوں میں اس کے سائے میں بیٹھنے کے لیے آتیں۔

ساتوں ڈھول ایک لمبی چوبی ٹوکری میں اپنی جسامت کے اعتبار سے ترتیب سے رکھے تھے۔ تین آدمی ڈنکوں سے ایک بعد دوسرے ڈھول کو ایک جوش کے عالم میں بجا رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر لگتا جیسے وہ ڈھولوں کی روح کی گرفت میں ہوں۔

نوجوان جو ایسے مواقع پر نظم وضبط قائم رکھنے پر مامور ہوتے ادھر ادھر تیزی سے آجا رہے تھے۔ وہ کبھی باہم مشورے کرتے اور کبھی پہلوانوں کی دو ٹیموں کے لیڈران سے جو ابھی تک دائرے سے باہر ہجوم کے پیچھے بیٹھے تھے مشورہ کرنے جاتے۔ کبھی کبھار دو نوجوان یام کی چھڑیاں

اُٹھائے دائرے کی اندر دوڑتے دوڑتے زمین پر چھڑیاں مار مار کر مجمعے کو پیچھے ہٹاتے۔ اگر لوگ ہٹ دھرمی دکھاتے تو وہ چھڑی ان کی ٹانگوں اور پاؤں پر جڑ بھی دیتے۔

آخر دونوں ٹیمیں ناچتی ہوئی دائرے میں داخل ہوئیں ان کے استقبال کے لیے مجمع میں سے بیک آواز ایک شور بلند ہوا اور تالیاں بجائی گئیں۔ ڈھولوں میں مجنونانہ تیزی آ گئی۔ لوگ کچھ آگے بڑھ آئے۔ نظم وضبط رکھنے والے نوجوان ہاتھ میں یام کی چھڑیاں لہراتے ادھر ادھر تیزی سے اڑتے پھر رہے تھے۔ بوڑھے ڈھول کی تال پر سر ہلاتے اور گئے وقتوں کو یاد کرتے جب وہ بھی اس نشہ آور لے پر کشتی لڑا کرتے تھے۔

مقابلہ پہلے پندرہ سولہ سال کے لڑکوں کے درمیان شروع ہوا۔ ہر ٹیم میں سے صرف تین تین لڑکوں کو اس مقابلے میں حصہ لینا تھا۔ ویسے بھی یہ مقابلے محض سماں باندھنے کی خاطر تھے اور اصل جوڑ نہیں تھے۔ پہلی دو کشتیاں بہت جلد ختم ہو گئیں لیکن تیسری کشتی نے سنسنی پیدا کی جس سے بزرگ بھی پہلو تہی نہ کر سکے، حالانکہ عموماً وہ اپنے جوش کا اظہار اتنے کھلے بندوں نہیں کیا کرتے۔ یہ کشتی بھی بڑی جلد ختم ہو گئی۔ شاید پہلی دو کشتیوں سے بھی اس نے تھوڑا وقت لیا تھا۔ لیکن بہت کم لوگوں کو پہلے ایسی کشتی دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ جونہی وہ دونوں لڑکے ایک دوسرے کے قریب آئے تو ان میں سے ایک بجلی کی سی تیزی کے ساتھ کچھ کر گزرا کہ دوسرا لڑکا چاروں شانے چت تھا۔ کچھ دیر تک مجمع سے گرج اور تالیوں کی آواز آتی رہی اور جوشیلے ڈھولوں کی آواز اس میں غرق ہو کر رہ گئی۔ اوکونک وو اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر جلدی سے بیٹھ گیا۔ فاتح ٹیم میں سے دو تین نوجوان دوڑتے ہوئے آگے بڑھے اور اس لڑکے کو کندھوں پر اُٹھا کر ناچتے ہوئے آفرین کے ڈونگرے برساتے مجمع میں سے لے کر گزر گئے۔ جلدی ہی ہر کسی کو پتہ چل گیا کہ وہ لڑکا کون تھا۔ اس کا نام مدد کا اور اس کے باپ کا نام اوباریکا تھا۔

اصل مقابلے شروع ہونے سے پہلے ڈھول والوں نے آرام کے ایک مختصر وقفے کے لیے ہاتھ بجانے سے روک لئے۔ ان کے بدن پسینے سے چمک رہے تھے اور وہ پنکھے اُٹھا کر اپنے آپ کو ہوا دینے لگے۔ اُنہوں نے آب خوروں سے پانی پیا اور کولانٹ کھایا۔ وہ ایک بار پھر عام انسان بنے آپس میں اور پاس کھڑے دوسرے لوگوں کے ساتھ ہنسنے بولنے لگے۔

اک دی فی نے پاس کھڑی عورت سے کہا ''مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ یہ تم ہو!''

حالانکہ وہ مقابلوں کی ابتداء سے کندھا بھڑائے کھڑی تھیں۔ اس عورت نے کہا ''اس میں

تمہارا قصور نہیں، میں نے تو پہلے کبھی اتنا بڑا انسانوں کو ہجوم نہیں دیکھا تھا۔ میں نے سنا ہے کہ اوکونک دو نے گولی چلا کر تمہاری جان تقریباً لے ہی لی تھی۔''

''پیاری سہیلی یہی سچ ہے۔ مجھے تو ابھی تک وہ منہ نہیں مل سکا جس سے یہ کہانی بیان کروں۔''

''سہیلی! تمہارا چی واقعی چوکس ہے۔ ارے ہاں، میری بیٹی ایزن ما کیسی ہے؟''

''اب تو کچھ عرصے سے بالکل ٹھیک ہے میرا خیال ہے کہ وہ دُنیا میں رہنے کے لئے آئی ہے۔''

''ہاں! ہاں! وہ ضرور رہے گی۔ اس کی عمر کتنی ہے؟''

''اب وہ تقریباً دس سال کی ہوگئی ہے۔''

''وہ ضرور سلامت رہے گی۔ بچے اگر چھ سال کی عمر تک پہنچ جائیں تو پھر وہ بالعموم نہیں مرتے۔''

اک وی فی نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا ''میری تو دعا ہے کہ وہ سلامت رہے۔'' جس عورت سے وہ باتیں کر رہی تھی اس کا نام چائی لو تھا۔ پہاڑوں اور غاروں کی نجومی بڑھیا کی وہ پجارن تھی۔ عام زندگی میں چائی لو بیوہ تھی اور وہ بچوں کی ماں تھی۔ اک دی فی سے اس کی بہت دوستی تھی۔ منڈی میں ان کا مشترک چھپر تھا جس میں دونوں بیٹھتی تھیں۔ وہ اک دی فی کی اکلوتی بیٹی ایزن ما کی بہت دلدادہ تھی اور اسے ''میری بیٹی'' کہہ کر بلاتی۔ اکثر وہ لوبے کے کیک خریدا کرتی اور چند ایک اک وی فی کو دے دیتی کہ وہ گھر ایزن ما کے لئے لے جائے۔ عام زندگی میں کوئی بھی چائی لو کو دیکھے اس کے لئے یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ یہی وہ شخصیت ہے جس پر اگ بالا کی روح جب طاری ہوتی ہے تو پیش گوئیاں کرتی ہے۔

ڈھول بجانے والوں نے ڈگے اُٹھا لئے۔ ماحول تنی کمان کی طرح کھنچا لرز رہا تھا۔ کھلے میدان میں دونوں ٹیمیں ایک دوسرے کے مقابل کھڑی ہوگئیں۔ ایک ٹیم میں سے ایک جوان ناچتا ہوا دائرے میں گزرتا دوسری جانب بڑھتا جاتا اور مخالف ٹیم میں جس سے وہ کشتی کرنا چاہتا اس کی طرف اشارہ کرتا، پھر دونوں ناچتے ہوئے دائرے میں پہنچ کر ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے ہیں۔

دونوں ٹیموں میں بارہ بارہ آدمی تھے اور باری باری سے دونوں اطراف ایک دوسرے کو

چیلنج دیتے۔ کشتی کے دوران دو منصف پہلوانوں کے اردگرد پھرتے رہتے اور جب یہ سمجھتے کہ مقابلہ برابر کا ہے تو اسے روک دیتے۔ پانچ مقابلے تو اسی طرح اختتام کو پہنچے۔ اصل ہلچل تو تب مچی جب ایک پہلوان گر گیا۔ مجمع کا شور اور غلغلہ صرف آسمان کے رخ ہی نہیں بلکہ ہر طرف اُٹھا اور آواز اردگرد کے دیہاتوں تک پہنچی۔

آخری مقابلہ دونوں ٹیموں کے سربراہوں کے درمیان تھا۔ ان کا شمار نو دیہاتوں کے بہترین پہلوانوں میں ہوتا تھا۔ پورا مجمع تذبذب میں تھا کہ اس سال کون گراتا ہے۔ کچھ کہتے تھے کہ اوکافو بہتر ہے جب کہ دوسروں کا خیال تھا کہ وہ ای کیزو کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ گذشتہ سال حالانکہ منصفین نے رواج کے مقررہ وقت سے زیادہ وقت انہیں مقابلے کے لئے دیا لیکن دونوں میں کوئی بھی دوسرے کو نہ گرا سکا۔ ان دونوں کا کشتی لڑنے کا انداز ایک سا تھا اور وہ ایک دوسرے کے داؤ پیچ پہلے سے بھانپ لیتے۔ ممکن ہے اس سال بھی وہی صورت برقرار رہے۔

جب ان کا مقابلہ شروع ہوا شام گہری ہو چکی تھی۔ ڈھول اور ہجوم پاگل ہو رہے تھے۔ جب دونوں نوجوان ناچتے ہوئے دائرے میں آ رہے تھے تو ہجوم بھی سرک کے آگے ہو گیا تھا۔ یام کی برستی ہوئی چھڑیاں انہیں پیچھے دھکیلنے میں ناکام تھیں آئی کیزو نے دایاں ہاتھ بڑھایا۔ اوکافو نے پکڑا اور وہ بہت قریب ہو گئے۔ یہ ناہیت سخت مقابلہ تھا۔ آئی کیزو کی کوشش تھی کہ وہ اپنی دائیں ایڑی اوکافو کے پیچھے جما کے اسے پھرتیلے ایگی انداز میں پشت کے بل الٹا دے۔ لیکن وہ ایک دوسرے کے منصوبوں سے خوب واقف تھے۔ ہجوم نے آگے بڑھتے بڑھتے ڈھول والوں کو نگل لیا تھا۔ ڈھولوں کی جنونی آواز اب ایک بے روح لے نہیں رہی تھی بلکہ لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بن چکی تھی۔

پہلوان دیکھنے میں ایک دوسرے کو گرفت میں لئے تقریباً ساکن معلوم ہوتے تھے لیکن ان کے بازو، ران اور کمرے کی پٹھے ابھر کے تھرتھرا رہے تھے۔ مقابلہ برابر معلوم دینے لگا۔ دونوں منصفین انہیں چھڑانے کے ارادے سے آگے بڑھ رہے تھے کہ آئی کیزو نے آخری حربے کے طور پر ایک گھٹنا زمین پہ ٹیک کے مقابل کو اپنے سر کے اوپر سے پیچھے گرانے کی کوشش کی۔ یہ اس کا افسوسناک حد تک غلط اندازہ تھا۔ بادلوں کے دیوتا آمادائی اورا کی بجلی کی سی تیزی سے اوکافو نے دائیں ٹانگ اُٹھا کر اپنے مخالف کے سر کے اوپر سے گھما دی۔ مجمع سے بادلوں کی گرج جیسا غلغلہ بلند ہوا۔ اوکافو کے حامیوں نے لپک کر اسے زمین سے اُٹھا لیا اور اسے کندھوں پہ بٹھا کر گھر پہنچا

کر آئے۔ وہ اس کی تعریف میں گانے گا رہے تھے اور جوان عورتیں تالیاں بجا رہی تھیں۔

ہمارے گاؤں کے لئے کون کشتی لڑے گا؟

ہمارے گاؤں کے لیے اوکا فو لڑے گا

کیا اس نے سو آدمیوں کو چت کیا؟

اس نے چار سو آدمیوں کو چت کیا ہے۔

اور سو بلوں کو پچھاڑا ہے۔

تو اسے ہمارے لئے لڑنے کی خاطر بلاؤ۔

MashalBooks.com

ساتواں باب

آئی کیمی فونا تین سال سے اوکونک وو کے گھر رہ رہا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے یوموفیا کے بزرگ اس کے بارے میں بھول گئے ہیں۔ وہ برسات میں یام کے اکھولے کی طرح تیزی سے بڑھا اور جلد زندگی کے رس سے بھر گیا۔ وہ نووئی کے لیے بڑے بھائی کی طرح تھا اور شروع ہی سے نظر آ رہا تھا کہ اس نے چھوٹے لڑکے میں ایک شعلہ روشن کر دیا ہے اور اسے بڑے ہو جانے کا احساس دلایا ہے۔ اب وہ اپنی شامیں نووئی کی کھانا پکاتی ماں کے پاس نہیں گزارتے تھے بلکہ اوکونک وو کے ساتھ اس کی جھونپڑی میں بیٹھتے۔ جب وہ شام کی شراب کے لیے یام کے درخت میں شگاف دیتا تو اسے غور سے دیکھتے۔ اس کی ماں یا باپ کی دوسری بیویوں میں سب جب کوئی اسے لکڑیاں پھاڑنے یا کھانے کی چیزیں کوٹنے جیسے گھر کے مشکل اور مردانہ کام کرنے کے لیے اسے بلاتیں تو اسے بے انتہا مسرت ہوتی۔ چھوٹے بھائی یا بہن جب ایسا پیغام لے کر آتے تو نووئی جھوٹ موٹ کی ناراضگی کا اظہار کرتا اور اونچی آواز میں عورتوں اور ان کی تکلیفوں کے بارے میں بڑبڑاتا۔

اوکونک وو دل ہی دل میں اپنے بیٹے کے بڑا ہونے پر خوش تھا اور سمجھتا تھا کہ یہ سب آئی کیمی فونا کی بدولت ہے، وہ چاہتا تھا کہ نووئی مضبوط جوان بنے تا کہ اس کی موت کے بعد جب وہ اپنے پرکھوں کے ساتھ شامل ہو جائے تو اس کے گھرانے پر حکومت کر سکے۔ اس کی خواہش تھی کہ نووئی خوشحال ہو اور اس کے کھلیان اتنے بھرے ہوئے ہوں کہ باقاعدگی سے قربانیاں پیش کر کے اپنے پرکھوں کو کھلا سکے اس لئے جب بھی وہ اسے عورتوں کے بارے میں بڑبڑاتے سنتا تو خوش ہوتا۔ اس سے وہ اندازہ لگاتا کہ موقع آنے پر وہ گھر کی عورتوں کو قابو میں رکھ سکے گا۔ کوئی

چاہے کتنا ہی خوشحال کیوں نہ ہو اگر وہ گھر کی عورتوں اور بچوں (خاص طور پر عورتوں) پر حکومت کرنے کا اہل نہ ہو تو وہ مرد کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا۔ گیت کے اس مرد کی مصداق جس کی دس اوپر ایک بیویاں تھیں لیکن پاس اتنا شور با بھی نہ ہوتا جو اس کے فوفو کے لیے کافی ہو سکتا۔

اوکونک وولڑکوں کی حوصلہ افزائی کرتا کہ وہ اس کے پاس ادبیٰ میں آ کر بیٹھیں وہ انہیں اپنے دیس کی تشدد اور خونریزی سپر مردانہ کہانیاں سناتا۔ نووئی مانتا تھا کہ مردانگی اور جبر و تشدد اچھے خواص ہیں لیکن کسی طور اسے اب تک وہ کہانیاں زیادہ پسند تھیں جو اس کی ماں سنایا کرتی تھی اور جو آج بھی وہ بلاشبہ اپنے چھوٹے بچوں کو سناتی تھی ..... کچھوا اور اس کا خودسر رویہ اور انکی انتی اوبا پرندے کی کہانیوں جیسی کہانیاں (جس میں یہ پرندہ تمام دُنیا کو کشتی کے مقابلے کے لئے للکارتا ہے اور آخر میں بلی اسے نیچا دکھاتی ہے)۔ اسے دھرتی اور آکاش کے درمیان جھگڑے کی کہانی یاد تھی جو اس کی ماں اکثر سنایا کرتی تھی کہ کس طرح بہت زمانہ ہوا کہ اس جھگڑے کے باعث آکاش نے سات سال مینہہ روکے رکھا حتیٰ کہ فصلیں نیست و نابود ہو گئیں۔ دھرتی پتھر جیسی ہو گئی کہ اس میں مردے دفن نہ ہو سکتے تھے۔ کھودنے پر کدال ٹوٹ جاتے۔ آخر گدھ کو آکاش کے پاس وکالت کے لیے بھیجا گیا تا کہ وہ انسان کے بیٹوں کے مصائب کا گیت سنا کر اس کا دل نرم کرے۔ نووئی کی ماں جب بھی یہ گیت گاتی تو وہ محسوس کرتا جیسے وہ دور آکاش پر پہنچ گیا ہے جہاں گدھ دھرتی کے ایلچی کی حیثیت سے رحم کا گیت گا رہا ہوتا آخر آکاش کا دل پسیجا اور اس نے کوکویام کے پتوں میں مینہہ لپیٹ کر گدھ کو دیا۔ جب وہ اڑ کر گھر واپس آ رہا تھا اس کے لمبے پنجوں نے پتوں کو پھاڑ دیا اور مینہہ اتنا برسا کہ پہلے کبھی نہ برسا تھا اور گدھ پہ تو اتنا زیادہ برسا کہ وہ پیغام پہنچانے کے لیے واپس نہ آ سکا اور کسی دور دراز علاقے کی جانب جہاں اسے آگ نظر پڑی اڑ گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص قربانی پیش کر رہا ہے تو اس نے وہاں آگ تاپی اور انتڑیاں کھائیں۔

نووئی کو اس طرح کی کہانیاں پسند تھیں لیکن اب وہ جان گیا تھا کہ یہ بیوقوف عورتوں اور بچوں کے لیے ہیں اور اسے یہ بھی پتہ تھا کہ اس کا باپ اسے مرد دیکھنے کا طلبگار ہے اسلئے اب وہ یوں ظاہر کرتا کہ اسے عورتوں کی یہ کہانیاں پسند نہیں رہیں۔ اس کے ایسے ردعمل پہ اس نے دیکھا کہ اس کا باپ خوش ہوتا ہے اور اب نہ تو اسے ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے نہ مارتا ہے۔ آئی کیمی فونا اور نووئی قبائلی جنگوں کے قصے اوکونک وو سے سنتے کہ کیسے بہت سال پہلے اس نے دبے پاؤں چلتے

ہوئے اپنے شکار کو پکڑا اس پر بزور حاوی ہوا۔ اور پہلا انسانی سر حاصل کیا۔ جب وہ ماضی کے واقعات سنا رہا تھا تو وہ اندھیرے میں یا جلتی ہوئی لکڑیوں کی مدھم روشنی میں اس انتظار میں بیٹھے ہوتے کہ عورتیں پکانے سے فارغ ہو جائیں۔ جب کھانا تیار ہو چکتا تو ہر بیوی خاوند کے حصے کا ایک پیالہ فوفو اور ایک پیالہ شوربا لے کر آتی۔ تیل کا دیا جلایا جاتا اور اکونک وو ہر پیالے میں سے چکھتا اور پھر دو حصے آئی کیمی فونا اور نووئی کو دے دیتا۔

اس طرح کئی چاند اور موسم گزر گئے اور پھر ٹڈی دل آ گیا۔ کئی سال سے یہ حملہ نہ ہوا تھا۔ بزرگوں کا کہنا تھا کہ ٹڈی ایک نسل میں ایک بار آتی ہے وہ سات برسوں تک ہر برس مسلسل آتی رہتی ہے اور پھر ایک عمر کے لیے غائب ہو جاتی ہے۔ وہ دور دراز کی سرزمین میں اپنے غاروں میں واپس چلی جاتی ہے جہاں بونے انسانوں کی نسل ان کی حفاظت کرتی ہے اور پھر ایک مدت گزرنے کے بعد بونے غار کھول دیتے ہیں اور ٹڈی یوموفیا آ جاتی ہے۔

سردی کے موسم میں جب فصل برداشت ہو چکی ہوتی اور خشک گرد آلود صحرائی ہوا شمال مشرق سے چل رہی ہوتی ٹڈی آتی اور کھیتوں میں اگی سب کی سب جنگلی گھاس ہڑپ کر جاتی۔

ان دنوں اوکونک وو اور دونوں لڑکے احاطے کی بیرونی دیوار پر کام کر رہے تھے۔ فصل کی کٹائی کے بعد یہ ہلکے پھلکے کاموں میں سے ایک تھا،۔ دیواروں پر یام کی شاخوں اور پتوں کی دبیز تہہ لگائی جا رہی تھی تا کہ آئندہ برکھارت میں وہ محفوظ رہیں۔

اوکونک وو دیوار کی بیرونی طرف اور لڑکے اندرونی طرف کام کر رہے تھے۔ دیوار کے اوپر کے حصے میں اس کے آر پار چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے۔ اوکونک دوان میں سے رسی گزار کر لڑکوں کو دیتا اور وہ اسے چوبی سہاروں کے گرد لپیٹ کر اسے واپس دے دیتے۔ یوں اوٹ دیوار پر مضبوط کی جا رہی تھی۔

عورتیں جنگل میں جلانے کی لکڑی لینے اور بچے اڑوس پڑوس کے صحنوں میں اپنے ہمجولیوں سے ملنے چلے گئے تھے۔ خشک صحرائی ہوا پوری فضا پر چھائی تھی اور لگتا تھا کہ جیسے وہ نیند کا کہر آلود احساس کشید کر کے زمانے پہ پھیلا رہی ہو۔ اوکونک وو اور لڑکے ہر طرف چھائی مکمل خاموشی میں کام کر رہے تھے۔ یہ خاموشی اس وقت ٹوٹتی جب یام کی نئی شاخ دیوار پر چڑھائی جاتی یا جب کوئی مصروف کار مرغی خشک پتوں کو اپنی تلاش خوراک کی نہ ختم ہونے والی کوششوں کے دوان ہلاتی۔

پھر دفعتاً زمین پہ سایہ چھا گیا اور یوں لگا کہ سورج گہرے بادل کے پیچھے چھپ گیا ہے۔

اوکونک وو نے اپنے کام سے نظریں اُٹھا کر دیکھا۔ اسے حیرت ہوئی کہ سال کے اس بے وقت موسم میں کیا مینہہ برسے گا؟ لیکن فوراً ہی ہر طرف سے خوشی کے نعرے بلند ہونے لگے اور یوموفیا جو کہر زدہ سی دوپہر میں اونگھ رہا تھا زندگی اور ہماہمی سے بھر گیا۔

ہر طرف لوگ لہک لہک کر کہہ رہے تھے کہ ''ٹڈیاں اتر رہی ہیں'' مرد، عورتیں اور بچے کام اور کھیل چھوڑ کر یہ غیر معمولی نظارہ دیکھنے کے لئے کھلے میں دوڑ کر نکل آئے۔ سال ہا سال سے ٹڈی نہیں آئی تھی صرف بوڑھوں نے اسے پہلے دیکھا ہوا تھا۔

پہلے ایک چھوٹا سا جھنڈ آیا جو ہراول تھا اور زمین کے ملاحظے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ پھر افق پر آہستہ آہستہ چلتا ایک انبوہ نمودار ہوا جو سیاہ بادل کی بے حد وحساب بڑی چادر معلوم ہوتی تھی اور جو یوموفیا کی جانب پھسلتی آ رہی تھی جلد ہی اس نے نصف آسمان کو ڈھانپ لیا اور یہ ٹھوس ڈھیر اب روشنی کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں بٹ گیا جیسے وہ ستاروں کی چمکدار دھول ہو۔ یہ حسن قوت معمورا ایک زبردست نظارہ تھا۔

سب ادھر ادھر پر جوش انداز میں باتیں کرتے پھر رہے تھے۔ ان کی دُعا تھیں کہ ٹڈیاں رات کو یوموفیا میں قیام کریں۔ اگرچہ ٹڈی یوموفیا میں برسوں سے نہیں آئی تھی لیکن ہر شخص فطری طور پر جانتا تھا کہ یہ کھانے میں بہت خوش ذائقہ ہوتی ہے۔ آخر ٹڈی اتری اور ہر درخت، گھاس کی ہر پتی، چھتوں اور کھلے میدانوں میں بیٹھ گئی۔ بڑے بڑے درختوں کی شاخیں اس کے بوجھ تلے ٹوٹ گئیں اور سارا علاقہ اس بھوکے غول کی بھوری مٹی جیسی رنگت میں رنگ گیا۔

بہت سے لوگ انہیں پکڑنے کے لیے ٹوکریاں لیکر نکل پڑے لیکن بزرگوں نے سمجھایا کہ رات ہونے تک صبر کرو۔ ٹڈی رات گزارنے کے لیے جھاڑیوں پر بیٹھ گئیں اور ان کے پر شبنم سے گیلے ہو گئے تب سارا یوموفیا ٹھنڈی اور خشک صحرائی ہوا کے باوجود نکل پڑا اور ہر کسی نے تھیلے اور برتن اس سے بھر لئے۔ دوسری صبح مٹی کے برتنوں میں انہیں بھون کر دھوپ میں ڈال دیا کہ خشک اور خستہ ہو جائیں۔ بہت دنوں تک یہ انوکھی غذا یام کے جمے ہوئے تیل کے ساتھ کھائی گئی۔

اوکونک وو اپنی ادبی آئی کیمی فونا اور نووئی کے ساتھ مزے سے بیٹھا پام کی شراب دھڑا دھڑ پی رہا تھا اور کچر کچر کھا رہا تھا کہ اوگ بیوفی ایزی وہ وہاں آ گیا۔ ایزی وو یوموفیا کے قصبے میں معمر ترین آدمی تھا۔ وہ اپنے وقتوں میں ایک عظیم اور نڈر جنگجو رہا تھا اور پورا قبیلہ اس کی عزت کرتا تھا۔

MashalBooks.com

اس نے کھانے میں شریک ہونے سے انکار کیا اور اوکونک وو سے کہا کہ باہر آ کر اس کی بات سنے۔ لاٹھی کے سہارے چلتا ہوا بوڑھا آدمی اور اوکونک وو باہر نکل آئے۔ جب وہ سماعت کی زد سے دور ہو گئے تو اس نے اوکونک وو سے کہا ''لڑکا تمہیں بابا کہتا ہے اس کی موت میں تمہارا ہاتھ نہیں ہونا چاہیئے'' اوکونک وو حیرت زدہ رہ گیا اور کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بوڑھے نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''ہاں۔ یوموفیا نے اسے مار دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ پہاڑوں اور غاروں کے نجومی نے حکم دے دیا ہے۔ وہ رواج کے مطابق اسے یوموفیا سے باہر لے جا کر اسے مار ڈالیں گے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمہارا اس سے کوئی تعلق نہ ہو۔ وہ تمہیں اپنا بابا کہتا ہے۔''

دوسرے روز صبح صبح یوموفیا کے سبھی گاؤں کے، جو تعداد میں نو تھے، بزرگوں کا گروہ اس کے گھر آیا اور پیشتر اس کے کہ وہ دھیمی آواز میں باتیں کرتے نووئی اور ای کیمی فونا کو باہر بھیج دیا گیا۔ وہ کوئی زیادہ دیر نہ ٹھہرے اور جب چلے گئے تو اوکونک وو بڑی دیر تک ٹھوڑی ہتھیلیوں پر رکھے گم سم بیٹھا رہا۔ بہت سا دن گزر گیا تو اس نے ای کیمی فونا کو بلا کر بتایا کہ کل اسے گھر پہنچا دیا جائے گا، بات نووئی کے کان میں پڑ گئی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس پر اس کے باپ نے اسے بہت مارا۔ جہاں تک ای کیمی فونا کا تعلق ہے وہ حیران اور پریشان رہ گیا۔ اس کا اپنا گھر تو اس کے ذہن میں بہت دھندلا اور دور ہو چکا تھا لیکن وہ اب بھی اپنی ماں اور بہن کو یاد کرتا رہتا ہے اور اگر ان سے ملنے کی کوئی صورت نکل سکتی تو اسے بہت خوشی ہوتی۔ لیکن کس طرح وہ جانتا تھا کہ ان سے کبھی مل نہ پائے گا۔ اسے وہ یاد تھا جب ایک بار پہلے کچھ آدمیوں نے دھیمے دھیمے اس کے باپ سے باتیں کی تھیں اور اب اسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہی صورتحال پھر ایک بار دہرائی جا رہی ہے۔

نووئی نے اپنی ماں کو جھونپڑی میں جا کر بتایا کہ ای کیمی فونا اپنے گھر واپس جا رہا ہے۔ یہ سنتے ہی اس کے ہاتھوں سے موصلی گر گئی جس سے وہ کالی مرچ پیس رہی تھی۔ اس نے چھاتی پر دونوں بازو باندھتے ہوئے آہ کھینچ کر کہا۔ ''بے چارہ بچہ''۔

دوسرے دن وہ لوگ شراب کا ایک گھڑا لئے آئے۔ وہ اسی طرح سے بنے ٹھنے، مکمل لباس پہن کر آئے تھے جیسے قبیلے کے بڑے اجلس میں شمولیت کے لئے جا رہے ہوں یا کسی پڑوس کے گاؤں میں ملنے جا رہے ہوں۔ اُنہوں نے دائیں بغل کے نیچے سے کپڑا گزار کر کندھے پر ڈالا ہوا تھا اور بکری کی کھال کے تھیلے لٹکائے ہوئے تھے۔ غلافوں میں بند جنگی کلہاڑیاں ان کے

بائیں کندھوں پر تھیں۔ اوکونک وو جلدی سے تیار ہو گیا اور پوری پارٹی ای کیمی فونا سے شراب کا گھڑا اُٹھوائے ہوئے چل پڑی۔ اوکونک وو کے صحن پر موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ معلوم ہوتا تھا جیسے بہت چھوٹے بچوں کو بھی علم تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ نو وئی نے پورا دن اپنی ماں کی جھونپڑی میں گزارا اور آنسو اس کی آنکھوں میں تیرتے رہے۔

جب سفر شروع ہوا تو یوموفیا کے یہ مرد، عورتوں، ٹڈیوں اور ان زن نما مردوں کے بارے میں باتیں کر کے ہنس رہے تھے جنہوں نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن جب وہ یوموفیا کی بیرونی حدود تک پہنچے تو ان پر بھی خاموشی چھا گئی۔

سورج آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا آسمان کے وسط تک پہنچ گیا۔ خشک ریت کی پگڈنڈی نے وہ گرمی اوپر پھینکنی شروع کر دی جو اس میں دبی تھی۔

ادھر ادھر جنگل میں کچھ پرندے بول رہے تھے یہ لوگ ریت پر بکھرے خشک تپوں پر چل رہے تھے اور باقی ہر چیز خاموش تھی۔ پھر بہت دور سے اکوی (ڈھول) کی ہلکی سی آواز آنے لگی یہ آواز ہوا کے ساتھ ابھرتی اور مدھم ہوتی ..... دور کسی قبیلے میں پرامن رقص ہو رہا تھا۔

اُنہوں نے آپس میں بات کی ''یہ ادزو (یہ ایک لقب تھا) ناچ ہے۔'' لیکن یقین سے کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی تھی کچھ نے کہا کہ یہ ایزی میلی سے آ رہی ہے جبکہ دوسروں نے کہا ابامی یا انن تا سے آ رہی ہے۔ مختصر وقفے کے لئے وہ آپس میں بحث کرتے رہے ہیں اور اس کے بعد پھر خاموش ہو گئے۔ ناچ کی دھن کی آواز جس کا کچھ پتہ نہ چل رہا تھا کہ کہاں سے آ رہی ہے کبھی اونچی کبھی نیچی ہو جاتی۔ کہیں کوئی شخص اپنے قبیلے کے القابات میں سے کوئی لقب اختیار کر رہا تھا اور موسیقی، رقص اور بڑی ضیافت سے اس کا جشن منا رہا تھا۔

پگڈنڈی جنگل کے وسط تک پہنچتے پہنچتے ایک تنگ سی لکیر رہ گئی تھی۔ انسانوں کی بستیوں کے اردگرد ہونے والے چھوٹے درخت اور ان کے نیچے اگنے والے چھدرے بوٹے اب دیوقامت درختوں اور بیلوں کو راہ دے چکے تھے۔ یہ شاید روز ازل سے یونہی کھڑے تھے انہیں کبھی کلہاڑے اور جنگل کی آگ نے نہ چھوا تھا۔ دھوپ ان کے پتوں اور شاخوں سے گزر کر ریتلی پگڈنڈی پر روشنی کے نقش بنا رہی تھی۔

ای کیمی فونا نے اپنے پیچھے کھسر پھسر سنی اور فوراً پلٹ کر دیکھا۔ سرگوشی کرنے والا شخص اب بلند آواز میں دوسروں سے جلدی کرنے کا تقاضا کر رہا تھا۔ اس نے کہا ''ہمیں ابھی بہت دور پہنچنا

ہے۔'' اس کے بعد وہ اور ایک دوسرا شخص ای کیمی فونا سے آگے چلنے لگے اور قدم تیز کر دیئے۔

یوموفیا والے نیام میں رکھے تیغچوں سے ہتھیار بند تھے اور ان کے درمیان سر پر شراب کا گھڑا رکھے ای کیمی فونا چل رہا تھا۔ ابتداء میں اس نے بے قراری محسوس کی تھی لیکن اب اس کا خوف اتر گیا تھا۔ اوکونک وو اس کے پیچھے چل رہا تھا اور اس کے لئے یہ تصور کرنا محال تھا کہ وہ اس کا سگا باپ نہیں ہے۔ اصلی باپ کا وہ کبھی مشتاق نہیں رہا تھا اور پھر ان تین برسوں میں تو وہ اس سے اور بھی دور ہو چکا تھا۔ لیکن ماں اور تین سالہ بہن (ظاہر ہے کہ اب وہ چھ سال کی ہو چکی ہوگی) کی بات دوسری تھی۔ کیا وہ اسے پہچان سکے گا؟ وہ کافی بڑی ہو چکی ہوگی۔ کیسے اس کی ماں خوشی سے رو دے گی! اور میری اتنی اچھی نگہداشت کرنے اور مجھے واپس پہنچانے پر اوکونک وو کا شکریہ ادا کرے گی۔ وہ ہر چیز سننا چاہے گی جوان تین سالوں میں مجھ پہ گزری۔ کیا میں وہ سب یاد کر سکتا ہوں؟ وہ اسے نووئی اور اس کی ماں اور ٹڈیوں کے بارے میں بتائے گا..... پھر دفعتاً اسے یہ خیال آیا کہ کہیں اس کی ماں مر نہ گئی ہو۔ اس نے اس خیال کو اپنے دل سے نکال دینے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا۔ پھر اس نے اسے یوں طے کرنے کی کوشش کی جیسے وہ ایسے مسائل بچپن میں طے کیا کرتا تھا۔ ایسے موقعوں پر وہ ایک گیت گایا کرتا تھا۔ اس نے دل میں وہی گیت گایا اور اس کی تال پر چلنے کے لیے قدم اُٹھائے۔ اگر گیت اس کے دائیں ں پاؤں پر ختم ہوا تو اس کی ماں زندہ ہوگی اور گر بائیں پر ختم ہوا تو مر چکی ہوگی۔ نہیں! نہیں! مردہ نہیں صرف بیمار ہوگی۔ گیت دائیں پاؤں پر ختم ہوا، اس لئے وہ زندہ اور صحت مند ہے۔ اس نے یہی گیت دوبارہ گایا۔ اب کے وہ بائیں پاؤں۔ پر ختم ہوا۔ پہلی آواز چک وو (خدا) کے گھر پہنچتی ہے۔ یہ بچوں کی دلپسند کہاوت تھی۔ ای کیمی فونا ایک بار پھر اپنے آپ کو بچہ محسوس کرنے لگا۔ یوں شاید ماں کے پاس گھر جانے کے خیال کے زیر اثر ہوا۔

اس کے پیچھے آدمیوں میں سے ایک نے گلا صاف کیا۔ ای کیمی فونا نے مڑ کر دیکھا تو وہ شخص غرایا'' چلتے چلو مڑ مڑ کر نہ دیکھو''۔ جس طرح سے اس نے یہ کہا اس سے ای کیمی فونا کی پیٹھ میں خوف کی ٹھنڈی لہر دوڑ گئی۔ اس کے ہاتھ اس کالے برتن پہ کانپ گئے جسے وہ اُٹھائے ہوئے تھا۔ اوکونک وو پیچھے پیچھے کیوں رہتا جا رہا تھا؟ ای کیمی فونا نے اپنے نیچے اپنی ٹانگیں پگھلتی محسوس کیں اور وہ پیچھے مڑ کر دیکھنے میں خوفزدہ تھا۔

جس شخص نے گلا صاف کیا تھا اس نے تیغچہ نکالا اور بلند کیا تو اوکونک وو دوسری طرف

دیکھنے لگا۔اس نے ضرب کی آواز سنی۔گھڑا گرا اور ریت میں ٹوٹ گیا۔اس نے ای کیمی فونا کی پکار سنی ''میرے بابا مجھے ماردیا۔'' اور وہ اس کی طرف دوڑتا ہوا آرہا تھا۔خوف سے گھبرا کر اوکونک وو نے اپنا تیغچہ نکالا اور اس کو کاٹ ڈالا۔وہ کمزور کہلانے سے خوفزدہ تھا۔

اس رات جونہی اوکونک وو گھر کے اندر آیا تو نووئی کو معلوم ہوگیا کہ ای کیمی فونا قتل کردیا گیا ہے۔اسے اپنے اندر کوئی شئے ڈھیتی ہوئی سی محسوس ہورہی تھی جیسے تنی ہوئی کمان ٹوٹ گئی ہو۔وہ رویا نہیں صرف اپنا بے جان جسم اُٹھائے سر جھکائے کھڑا رہا۔کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہوا جب پچھلی فصل کے موقع پر وہ اسی طرح کے احساس سے دوچار ہو چکا تھا۔ہر بچے کو فصل کاٹنے کا موسم مرغوب ہوتا ہے۔وہ بچے جو چھوٹی سی نوکری میں چند یام بھی اُٹھانے کے قابل ہوں وہ بڑوں کے ساتھ کھیتوں میں چلے جاتے ہیں۔اگر وہ یام اکھاڑنے میں مدد نہیں کرسکتے تو ان یاموں کے لیے لکڑیاں اکٹھی کرتے جو وہیں بھون کر کھیتوں میں کھائے جاتے۔بھنے یا سرخ یام کے روغن پر بھگو کر کھائے جاتے اور گھر کے ہر کھانے سے زیادہ مزیدار لگتے۔پچھلی فصل کا ایک ایسا ہی دن تھا جب نووئی نے پہلی بار اپنے اندر آج کی طرح کوئی چیز چٹاخ سے ٹوٹتی محسوس کی۔ایک مرتبہ ندی کے پار دور کے کھیتوں سے وہ یام سے بھری ٹوکریاں لے کر گھر واپس جارہے تھے کہ گھنے جنگل میں اُنہوں نے نوزائیدہ بچے کے رونے کی آواز سنی۔باتیں کرتی عورتیں دفعتاً خاموش ہوگئیں اور انہوں نے قدیم تیز کردیئے نووئی نے سن رکھا تھا کہ جڑواں بچوں کو مٹی کے برتنوں میں ڈال کر جنگل میں پھینک دیا جاتا ہے مگر اسے خود کبھی یہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا ایک مبہم سی سردی اس کے بدن پر چھا گئی اور اسے اپنا سر پھولتا ہوا محسوس ہوا جیسے کسی تنہا راہگیر کا رات کے سمے کسی بدروح کے پاس سے گزر ہوا اور اس کے اندر کوئی چیز ڈھے گئی۔اس رات جب اس کا باپ ای کیمی فونا کو قتل کر کے واپس گھر میں داخل ہوا تو وہی احساس پر ایک بار پھر چھا گیا۔

MashalBooks.com

آٹھواں باب

ای کیمی فونا کی موت کے بعد اکونک وو نے دو دن تک کچھ نہ کھایا۔ وہ صبح سے رات تک یام کی شراب پیتا رہتا، اس کی آنکھیں اس چوہے کی طرح سرخ اور خوفناک تھیں جسے دم سے پکڑ کر فرش پر دے مارا جائے۔ وہ اپنے بیٹے نووئی کو ساتھ بیٹھنے کے لئے ادبی میں بلاتا۔ نووئی اس سے خوف کھاتا ہے اور جونہی وہ اونگھنے لگتا وہ جھونپڑی سے کھسک جاتا۔

اس کی راتوں کی نیند غائب ہوگئی۔ وہ کوشش کرتا کہ ای کیمی فونا کے بارے میں نہ سوچے، لیکن وہ جتنی کوشش کرتا اتنی ہی شدت سے اس کا خیال اس کا پیچھا کرتا۔ ایک بار وہ بستر سے اُٹھ کر صحن میں گھومنے لگا۔ لیکن وہ اتنا کمزور ہو چکا تھا کہ اس کی ٹانگیں اسے اُٹھا نہ سکتی تھیں۔ اس نے محسوس کیا جیسے وہ نشہ میں چور کوئی دیو ہو جس کے اعضاء مچھر کے ہوں۔ وقفے وقفے سے ایک ٹھنڈی جھرجھری اس کے سر سے شروع ہوتی اور پھر سارے جسم میں پھیل جاتی۔

تیسرے دن اس نے اپنی دوسری بیوی اک دی فی سے کہا کہ اسے کیلے بھون دے۔ اس نے کھانا مچھلی اور سویابین کے بیج ڈال کر اس کی پسند کے طریقہ سے بنایا۔

ایزن ما اس کی بیٹی جب کھانا لے کر آئی تو اس نے کہا ''آپ نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا۔ اب غم ختم کریں۔'' وہ بیٹھ گئی اور اس نے اپنی ٹانگیں جوڑ کر سیدھی سامنے لمبی کر لیں۔ اوکونک وو کھویا ہوا سا بیٹھا کھاتا رہا۔ اس نے جب اپنی دس سالہ بیٹی پر نظر دوڑائی تو اس نے سوچا ''اسے لڑکا ہونا چاہئے تھا۔'' اس نے مچھلی کا ایک قتلہ لڑکی کو دیا۔

اس نے کہا ''میرے لئے ٹھنڈا پانی لے آؤ۔ ایزن ما مچھلی چباتی ہوئی تیزی سے جھونپڑی سے نکلی اور اپنی ماں کی جھونپڑی میں جا کے مٹی کے گھڑے میں سے پیالے میں ٹھنڈا پانی ڈال کر لے آئی۔

MashalBooks.com

اوکونک وو نے اس سے پیالہ لیا اور غٹا غٹ پی گیا۔ اس نے کیلے کے چند اور ٹکڑے کھائے اور رکابی ایک طرف ہٹا دی۔

اس نے کہا ''میرا تھیلا لے آؤ''۔ ایزن ماجھونپڑی کے دوسرے سرے پر پڑا بکری کے چمڑے کا تھیلا اُٹھا کر لے آئی۔ وہ اس میں اپنی نسوار کی شیشی تلاش کرنے لگا۔ تھیلا کافی بڑا تھا۔ اس کا پورا بازو اس میں گھس گیا۔ نسوار کی شیشی کے علاوہ اس میں اور بہت سی چیزیں تھیں۔ اس کا شراب پینے کا سینگ اور کدو بھی اسی میں تھے اور شیشی تلاش کرنے میں وہ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ جب اس نے شیشی نکالی تو پہلے چند مرتبہ گھٹنے کی چپنی پر اسے بجایا اور پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر کچھ نسوار ڈالی۔ اسے یاد آیا کہ نسوار کا چمچ تو اس نے نکالا ہی نہیں۔ وہ دوبارہ تھیلے میں ہاتھ ڈال کر تلاش کرنے لگا۔ ہاتھی دانت کا بنا چھوٹا سا، چپٹا چمچ نکالا اور پھر اس پر بھوری نسوار ڈال کر اپنے نتھنوں تک لے گیا۔

ایزن ما نے ایک ہاتھ میں رکابی اور دوسرے میں خالی پیالہ اُٹھایا اور اپنی ماں کی جھونپڑی کو لوٹ گئی۔ اوکونک وو نے پھر اپنے آپ سے کہا ''اسے لڑکا ہونا چاہیئے تھا۔''

اسے پھر ای کیمی فونا کا خیال آیا اور وہ تھرا گیا۔ اگر وہ اپنے آپ کو کسی کام میں لگا لے تو اسے بھول سکے گا۔ لیکن یہ تو فصل کی کٹائی اور دوسری فصل کی بوائی کا درمیانی آرام کا زمانہ تھا۔ ان دنوں ایک کام جو لوگ کرتے وہ احاطوں کی بیرونی دیواروں کو یام کی نئی شاخوں سے ڈھانپنا ہوتا اور یہ کام وہ پہلے ہی کر چکا تھا۔ جس دن ٹڈی آئی تھی اسی دن اوکونک وو نے یہ کام نبٹایا تھا۔ دیوار کی ایک طرف وہ لگا ہوا تھا اور دوسری طرف ای کیمی فونا اور نووئی مصروف تھے۔

اوکونک وو نے اپنے آپ سے پوچھا ''تم کب سے کپکپاتی بڑھیا بن گئے ہو، تم جوان نو مواضعات میں جنگ میں اپنی دلیری کے لئے مانے جاتے ہو، یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جس نے لڑائی میں پانچ آدمیوں کو مارا ہو وہ اس تعداد میں ایک لڑکے کا اور اضافہ کر دینے پر خود ریزہ ریزہ ہو جائے؟ اوکونک وو تم بلاشبہ ایک عورت بن گئے ہو۔''

وہ اچھل کر کھڑا ہوا۔ بکری کی کھال کا تھیلا کندھے پر لٹکایا اور اپنے دوست اوباریکا سے ملنے چلا گیا۔

اوباریکا باہر سنگترے کے درخت کے نیچے بیٹھا رافیا یام یام کی ایک قسم) کے پتوں سے چھپّر بنا رہا تھا۔ اس نے اوکونک وو سے علیک سلیک کی اور راہنمائی کرتے ہوئے اسے اپنی ادبی میں

لے گیا۔ ریت کے ذرات اپنی رانوں سے جھاڑتے ہوئے گویا ہوا۔ ''یہ چھپر ختم کرتے ہی تمہیں ملنے کے لیے آنے والا تھا۔''

اوکونک وو نے پوچھا ''سب ٹھیک ٹھاک ہے؟''

اوباریکا نے جواب دیا ''ہاں۔ آج میری بیٹی کا منگیتر آ رہا ہے اور اُمید ہے کہ دلہن کی قیمت کا مسئلہ طے ہو جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم وہاں موجود ہو۔''

اتنے میں اوباریکا کا بیٹا مادوکا باہر سے ادبی میں داخل ہوا اس نے اوکونک وو کو سلام کی اور صحن کی طرف مڑا۔ اوکونک وو نے لڑکے سے کہا ''ادھر آ کے مجھ سے ہاتھ ملاؤ۔ اس روز تمہاری کشتی دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔'' لڑکا مسکرایا، اوکونک وو سے ہاتھ ملایا اور صحن میں چلا گیا۔

اوکونک وو کہنے لگا ''یہ بڑے بڑے کام کرے گا۔ میرا بیٹا ایسا ہوتا تو مجھے بہت خوشی ہوتی۔ میں نووئی کے بارے میں فکر مند ہوں۔ کوٹے ہوئے یام کا پیالہ بھی اسے کشتی کے مقابلہ میں گرا سکتا ہے۔ اس کے دو چھوٹے بھائی زیادہ ہونہار معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اوباریکا میں تمہیں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میرے بچے مجھ پر نہیں گئے۔ جب کیلے کا بوڑھا درخت مر جائے گا تو کہاں ہیں وہ چھوٹی شاخیں جو اسکی جگہ بڑھ کر درخت بنیں گی؟ اگر ایزن مالڑ کا ہوتی تو مجھے بہت خوشی ہوتی۔ اس میں صحیح ولولہ پایا جاتا ہے۔''

اوباریکا نے کہا ''تم خواہ مخواہ فکر کرتے ہو بچے ابھی بہت چھوٹے ہیں۔''

''نووئی اتنا بڑا ہے کہ باپ بن سکتا ہے۔ اس کی عمر میں تو میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو چکا تھا۔ نہیں میرے دوست۔ اب وہ اتنا چھوٹا بھی نہیں۔ وہ چوزہ جسے مرغ بننا ہوتا ہے اس کا انڈے سے نکلتے ہی پتہ چل جاتا ہے۔ میں نے پوری کوشش کی کہ نووئی کو مرد بناؤں لیکن وہ اپنی ماں پر زیادہ گیا ہے۔''

اوباریکا نے سوچا کہ ''نووئی دراصل اپنے دادا پر زیادہ گیا ہے۔'' لیکن اس نے یہ کہا نہیں۔ یہی خیال اوکونک وو کے ذہن میں بھی آیا۔ وہ باپ کے بھوت کو اپنے راستے سے ہٹانا جانتا تھا۔ جب کبھی اسے اپنے باپ کی کمزوریوں اور ناکامیوں کا خیال تنگ کرتا تو وہ اسے اپنی طاقت اور کامیابیوں کے زور سے دور کر دیتا۔ یہی اس نے اب کیا۔ اس کا ذہن اپنی مردانگی کے تازہ ترین مظاہرہ کی طرف منعطف ہوا۔

اس نے اوباریکا سے پوچھا ''میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ تم ہمارے ساتھ اس لڑکے کو

مارنے کیوں نہیں گئے۔''

اوباریکا نے تیزی سے جواب دیا ''اس لئے کہ میں جانا نہیں چاہتا تھا اور میرے پاس اس سے بہتر کام کرنے کے لیے تھا۔''

''نہیں مجھے کیا ضرورت ہے؟ اور نجومی نے مجھے اپنے فیصلے کی تکمیل کرنے کے لئے بھی تو نہیں کہا تھا۔''

''لیکن کسی کو تو یہ کرنا تھا۔ اگر ہم سبھی خون سے ڈرتے تو یہ کام نہیں ہوسکتا تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے پھر نجومی کیا کرتا؟''

''اوکونک وو تم تو بخوبی جانتے ہو کہ میں خون سے ڈرنے والا نہیں اور اگر تمہیں کوئی یہ بتاتا ہے تو وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میرے دوست ایک بات تمہیں بتادوں اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو گھر پر رہتا۔ جو کچھ تم نے کیا ہے اس پر دھرتی خوش نہیں ہوگی۔ یہ اس قسم کی حرکت ہے جس پر دیوی پورے پورے خاندان نیست و نابود کر دیا کرتی ہے۔''

اوکونک وو نے کہا ''دھرتی مجھے اپنے پیغام رساں کا حکم ماننے پر سزا نہیں دے سکتی۔ بچے کی انگلیاں یام کے اس گرم ٹکڑے سے نہیں جھلستیں جو ماں اس کی ہتھیلی پر رکھتی ہے۔''

''یہ صحیح ہے''۔ اوباریکا نے اتفاق کرتے ہوئے کہا ''لیکن اگر نجومی کہے کہ میرے بیٹے کو قتل کر دینا چاہیئے تو میں اس پر نہ تو معترض ہوں گا اور نہ ہی مارنے والوں میں سے ہوں گا۔''

اگر اسی وقت اوفیدو نہ آجاتا تو ان کی تکرار اسی طرح چلتی رہتی۔ اس کی بار بار جھپکتی آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ آس پاس کوئی اہم خبر ہے۔ لیکن فوراً ہی اس سے پوچھنا تو بداخلاقی ہوتی۔ اوباریکا نے جو لانٹ اوکونک وو کے ساتھ توڑا تھا اس میں سے ایک ٹکڑا پیش کیا۔ اوفیدو آہستہ آہستہ کھانے لگا اور ٹڈیوں کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ جب وہ کولانٹ کا ٹکڑا ختم کر چاک تو اس نے کہا ''آج کل عجیب واقعات رونما ہو رہے ہیں۔''

اوکونک وو نے پوچھا ''کیا ہوا؟''

اوفیدو نے پوچھا ''تم اوگ بغی نوڈلو کو جانتے ہو؟''

اوکونک وو اور اوباریکا بیک وقت بولے۔ ''وہ جو موضع آئری کا رہنے والا ہے؟''

''وہ آج صبح مر گیا'' اوفیدو نے بتایا۔

اوباریکا نے کہا ''یہ کونسی عجیب بات ہے۔ وہ آئری کا سب سے بوڑھا آدمی تھا۔'' اوفیدو

نے اتفاق کرتے ہوئے کہا ''تم ٹھیک کہتے ہو۔لیکن یہ بھی تو پوچھو کہ یوموفیا کو اطلاع دینے کے لیے ڈھول کیوں نہیں بجایا گیا؟''

''اس میں یہی تو عجیب بات ہے۔تم اس کی پہلی بیوی کو جانتے ہو جو لاٹھی لے کے چلتی ہے؟''

''ہاں اسے اوزومینا کہتے ہیں''

اوفیدو نے کہا ''تم نے صحیح کہا۔تم جانتے ہو کہ اوزومینا بہت بوڑھی تھی اور نوڈولو کی بیماری کے دوان اس کی تیمارداری نہ کرسکتی تھی۔اس کی چھوٹی بیویاں یہ کام کرتی تھیں۔آج صبح جب وہ مرگیا تو ان میں سے ایک اورزومینا کی جھونپڑی میں گئی اور اسے یہ خبر پہنچائی۔وہ اپنی چٹائی سے اُٹھی، لاٹھی، سنبھالی اور اس کی ادبی میں پہنچی۔دہلیز پر وہ اپنے ہاتھوں اور گھٹنوں پہ جھکی اور اپنے خاوند کو جسے ایک چٹائی پر لٹایا ہوا تھا آواز دی۔اس نے تین مرتبہ اگ بیوفی نوڈولو پکارا اور اپنی جھونپڑی میں واپس چلی گئی۔جب سب سے چھوٹی بیوی اسے پھر بلانے گئی تا کہ میت کے غسل کے وقت وہ موجود ہو تو دیکھا کہ وہ چٹائی پر مری پڑی ہے۔

''اب نوڈولو کا جنازہ اس کی بیوی کی تدفین کے بعد اُٹھایا جائے گا۔''

''تو اس لیے یوموفیا کو مطلع کرنے کے لیے ڈھول نہیں بجایا گیا۔''

''ہمیشہ یہ کہا جاتا تھا کہ نوڈولو اور اوزومینا ایک جان تھے۔'' اوباریکا بتا رہا تھا ''مجھے یاد ہے جب میں ایک چھوٹا سا لڑکا تھا تو ان کے بارے میں ایک گیت مشہور تھا۔وہ اسے بتائے بغیر کچھ نہیں کرتا تھا۔''

اوکونک وو نے کہا ''مجھے اس کا علم نہ تھا۔میرا تو خیال تھا کہ وہ اپنی جوانی میں ایک مضبوط آدمی تھا۔''

اوفیدو نے کہا ''واقعی وہ تھا۔''

اوکونک وو نے شک میں سر ہلایا۔

اوباریکا نے کہا ''وہ اس زمانے میں یوموفیا کی جنگ میں سربراہی کیا کرتا تھا۔''

اوکونک وو نے پھر خود کو اپنی پرانی جون میں آتا ہوا محسوس کیا۔اسے ایسی چیز کی ضرورت تھی جو اس کے ذہن کو مصروف رکھ سکے۔اگر اس نے ای کیمی فونا کو فصل کی بوائی یا کٹائی کے مصروف موسموں میں قتل کیا ہوتا تو حالات اتنے برے نہ ہوتے۔اس کا ذہن کام پر مرکوز ہوتا ہے اوکونک

وہ خیال کی بجائے حرکت کا قائل تھا۔ کام کی غیر موجودگی میں دوسری بہترین متبادل چیز گفتگو تھی۔

اوفیدو کے جانے کی تھوڑی دیر بعد اوکونک وو نے بکری کی کھال کا تھیلا اُٹھایا اور چلنے پر آمادہ ہوا۔

''اب مجھے گھر چلنا چاہیئے تا کہ سہ پہر کی ضرورت کے لیے میں اپنے یام کے درختوں میں شگاف دے سکوں'' اس نے کہا۔

اوباریکا نے پوچھا ''تمہارے اونچے درختوں میں تمہارے لیے کون شگاف دیتا ہے؟''

''اومی زولکی'' اوکونک وو نے جواب دیا۔

اوباریکا نے کہا ''کئی دفعہ تو میرا دل چاہا ہے کہ کاش میں نے ''اوزو'' کا لقب اختیار نہ کیا ہوتا۔ ان نوجوانوں کو شگاف دینے کے نام پر یام کے درخت قتل کرتے ہوئے دیکھ کر میرا دل خون ہو جاتا ہے۔''

اوکونک وو نے تسلیم کیا ''واقعی یہی حالت ہے لیکن ملک کے قانون کی تو ہر صورت میں تعمیل ہونی چاہیئے۔

اوباریکا نے کہا ''پتہ نہیں ہم نے یہ قانون کیسے بنا لیا۔ بہت سے اور قبائل میں لقب والے شخص کو یام کے درخت پر چڑھنے کی ممانعت نہیں۔ ہمارے یہاں کہتے ہیں کہ وہ اونچے درخت پر نہیں چڑھ سکتا لیکن چھوٹے درختوں میں زمین پر کھڑے ہو کر شگاف دے سکتا ہے۔ یہ تو ڈائی مار گانا والی بات ہوئی جو کتے کا گوشت کاٹنے کے لیے اپنا چاقو نہیں دے گا کیونکہ اس کے نزدیک کتا محترم ہے، لیکن اپنے دانت استعمال کرنے کی پیشکش کر دے گا۔''

اوکونک وو نے کہا ''میں سمجھتا ہوں کہ یہ اچھی بات ہے کہ ہمارا قبیلہ ''اوزو'' لقب کو اتنا اونچا درجہ دیتا ہے۔ دیگر قبائل جن کی تم بات کر رہے ہو ان میں ''اوزو'' اتنا پست ہے کہ ہر فقیر نے یہ لقب اختیار کیا ہوا ہے۔

اوباریکا نے کہا ''خیر یہ تو میں مذاق کر رہا تھا۔ اور ان تا قبائل میں یہ لقب دو کوڑی کا بھی نہیں۔ ہر شخص لقب کا دھاگہ ٹخنے پر باندھتا ہے۔ اور اگر چوری کرے تو بھی لقب برقرار رہتا ہے۔''

اوکونک وو نے جانے کے لئے اُٹھتے ہوئے کہا ''اُنہوں نے تو دراصل'' ''اوزو'' کا نام بدنام کر دیا ہے۔''

اوباریکا نے کہا ''میرے سسرال والے اب تھوڑی دیر میں آتے ہوں گے۔''

اوکونک وو نے ایک نظر سورج کو دیکھا کہ کہاں پہنچا ہے اور کہا ''میں بس ابھی واپس آرہا ہوں۔''

جب اوکونک وو واپس آیا تو اوباریکا کی جھونپڑی میں سات آدمی تھے۔ شادی کے اُمیدوار تقریباً پچیس سالہ جوان آدمی تھا اور اس کے ساتھ اس کا باپ اور چچا تھے۔ اوباریکا کی طرف سے اس کے دو بڑے بھائی اور سولہ سالہ بیٹا مادوکا تھے۔

اوباریکا نے بیٹے سے کہا '' اکوکی کی والدہ سے کہو کہ ہمیں کچھ کولانٹ بھجوا دے۔''

مادوکا بجلی کی سی تیزی سے صحن میں غائب ہوا تو گفتگو فوراً اس پر مرکوز ہوگئی اور کسی نے اتفاق کیا کہ وہ استرے کی طرح تیز ہے۔

اوباریکا نے کسی قدر شفقت سے کہا ''کئی دفعہ مجھے خیال آتا ہے کہ یہ کچھ زیادہ ہی تیز ہے۔ چلتا تو کبھی مشکل سے ہی ہے۔ اسے ہمیشہ جلدی ہوتی ہے۔ اسے کسی کام سے بھیجیں تو ابھی آدھا پیغام بھی نہیں سنا ہوتا کہ یہ اڑ جاتا ہے۔

اس کے سب سے بڑے بھائی نے کہا ''تم خود بھی اسی کی طرح ہوا کرتے تھے۔ جیسے ہمارے لوگ کہتے ہیں کہ بچھڑوں کی ماں گائے گھاس چرتی ہے تو وہ غور سے اس کا منہ دیکھتے ہیں۔ مادوکا تمہارا منہ غور سے دیکھتا ہے۔''

وہ ابھی بات کر رہا تھا کہ لڑکا واپس آ گیا اس کے پیچھے پیچھے اس کی سوتیلی بہن اکوکی ایک لکڑی کی طشتری میں تین کولانٹ اور بڑی لونگ اُٹھائے آ گئی اس نے اپنے باپ کے سب سے بڑے بھائی کو طشتری پکڑا دی اور پھر بہت لجاتے ہوئے اپنے منگیتر اور اس کے رشتہ داروں سے ہاتھ ملایا۔ اس کی عمر کوئی سولہ سال تھی اور شادی کے لئے تیار تھی۔ منگیتر اور اس کے رشتہ داروں نے اس کے جوان بدن کا ماہرانہ نظروں سے جائزہ لیا گویا وہ اپنے آپ کو یقین دلانا چاہتے ہوں کہ وہ خوبصورت اور برجوگ ہے۔ اس کے سر پر ٹوپی تھی جسے اس کے سر کے درمیان میں کلغی کی شکل دے دی گئی تھی۔ کیم کی لکڑی کو اس کی جلد پر ہلکا ہلکا ملا ہوا تھا اور اس کے پورے جسم پر یولی سے کھینچے ہوئے کالے نقش ونگار تھے۔ اس کے گلے میں سیاہ ہار تھا جو تین لچھوں کی صورت میں اس کی بھری بھری شاداب چھاتیوں تک پہنچتا تھا۔ اس کے بازوؤں میں پیلی اور سرخ چوڑیاں تھیں۔ اس کی کمر میں چار پانچ قطاروں میں جگمگاتا منکے دار کمر بند تھے۔

جب وہ ہاتھ ملا چکی، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا جو ملا لیا گیا تو وہ کھانا پکانے میں ہاتھ بٹانے کے لیے اپنی ماں کی جھونپڑی میں واپس آ گئی۔

جب وہ دیوار کے سہارے کھڑی موسلی لینے کے لئے چولہے کے قریب سے گزری تو اس کی ماں نے تنبیہہ کی ''پہلے اپنا جگید ا (کمر بند) اتارو۔ ہر روز تمہیں بتاتی ہوں کہ جگید ار اور آگ میں دوستی نہیں۔ مگر تم سنتی کہاں ہو۔ معلوم ہوتا ہے تم نے یہ کان صرف زیبائش کے لئے اگائے ہوئے ہیں سننے کے لئے نہیں۔ کسی دن کمر میں پہنے پہنے جگید ار میں آگ لگ گئی تو تمہیں پتہ چلے گا۔''

اکو کی جھونپڑی کے دوسرے کونے میں جا کر کمر بند اتارنے لگی۔ ہر لڑکی الگ الگ سے اتارنا بڑی احتیاط اور آہستگی سے کرنے کا کام تھا اگر وہ ٹوٹ جاتے تو ہزار چھوٹے چھوٹے دائرے پھر سے پرونے پڑتے ہیں ہر لڑکی اس نے ہتھیلیوں سے گھس گھس کے نیچے کی طرف کھسکائی حتیٰ کہ وہ اس کے کولھوں پر سے گزر کر پھسلتی ہوئی اس کے پاؤں کے ارد گرد فرش پہ آ رہی۔

مردوں نے ادبی میں یام کی شراب جو اکو کی کا منگیتر لے کر آیا تھا ابھی سے پینی شروع کر دی تھی۔ یہ بڑی اچھی اور تیز شراب معلوم ہوتی تھی کیونکہ برتن کے منہ پر جو شیلی شراب روکنے کے لیے لگائے یام کے پھل کے باجود سفید جھاگ ابھر ابھر کر بہہ رہے تھے۔

اوکونک وو نے کہا ''یہ شراب کسی ماہر شگاف دینے والے کا کارنامہ دکھائی دیتا ہے'' جوان منگیتر جس کا نام ای بی تھا کھل کے مسکرایا۔ اپنے باپ سے کہنے لگا۔ ''آپ نے سنا؟'' پھر دوسروں سے مخاطب ہو کے کہنے لگا ''یہ کبھی نہیں مانیں گے کہ میں ایک اچھا شگاف دینے والا ہوں۔''

اس کا باپ اوکک بو بولا ''اس نے میرے تین بہترین درخت شگاف دینے میں موت کے گھاٹ اتار دیئے۔''

ای بی نے شراب ڈالنی شروع کر دی اور کہنے لگا ''یہ تو کوئی پانچ سال پہلے کی بات ہے اور اس وقت تک میں نے شگاف ابھی دینا سیکھا بھی نہیں تھا۔'' اس نے پہلا سینگ بھر کے اپنے باپ کو دیا۔ اور پھر دوسروں میں تقسیم کرنے لگا۔ اوکونک وو نے بکری کی کھال کے تھیلے میں سے بڑا سینگ نکالا اس میں پھونک ماری کہ کوئی مٹی وغیرہ ہو تو اڑ جائے۔ پھر ای بی کو دے دیا کہ اسے

MashalBooks.com

پر کر دے۔

پیتے ہوئے وہ لوگ زمانے بھر کی باتیں کر رہے تھے، ماسوائے اس بات کے جس کے لیے وہ اکٹھے ہوئے تھے۔ جب گھڑا خالی ہو گیا تو منگیتر کے باپ نے گلا صاف کیا اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔

اس پر اوباریکا نے تیلیوں کا ایک مٹھا اسے پیش کیا۔ اوکگ بو نے انہیں گنا اور پوچھا ''کیا یہ تیس ہیں؟''

اوباریکا نے اقرار میں سر ہلایا۔ اکوکک بو نے کہا'' آخر کار ہم کہیں پہنچ تو رہے ہیں۔'' پھر اس نے اپنے بیٹے اور بھائی کی طرف رخ کر کے کہا'' آیئے ہم باہر چل کر آپس میں بات کر لیں''، تینوں اُٹھے اور باہر چلے گئے۔ واپس آئے تو اوکگ بو نے تیلیوں کا مٹھا اوباریکا کو واپس کر دیا۔ اس گنا۔ وہ تیس کے بجائے صرف پندرہ تھے۔ اس نے وہ مٹھا اپنے بھائی ماچھی کو دے دیا۔ اس نے بھی گنا اور کہا'' ہمارا تیس سے نیچے جانے کا خیال نہیں تھا۔ لیکن جیسا کہ کتے نے کہا کہ اگر میں تمہاری خاطر گرتا ہوں اور تم میری خاطر گرتے ہو تو یہ کھیل ہے۔ شادی کھیل کی طرح سے ہونی چاہیئے نہ کہ لڑائی کی طرح۔ تو ہم اور نیچے گر رہے ہیں'' اس نے مٹھے میں دس تنکوں کا اضافہ کر کے اوکگ بو کو پکڑا دیا۔

ہوتے ہوتے آخر اکوکی کی دلہن بننے کی قیمت کوڑیوں کے بیس تھیلے طے ہوئی آباریکا نے اپنے بیٹے مادوکا سے کہا'' جا کے اکوکی کی والدہ سے کہو کہ بات طے ہو گئی ہے۔'' فوراً ہی عورتیں فوفو سے بھرا ایک بڑا پیالہ لے آئیں۔ اباریکا کی دوسری بیوی ان کے پیچھے پیچھے شوربے کا برتن لئے آ گئی اور مادوکا یام کی شراب کا گھڑا اٹھائے آ گیا۔

کھانا کھاتے اور یام کی شراب پیتے ہوئے وہ اپنے پڑوسیوں کے رواج کے متعلق باتیں کرنے لگے۔

اوباریکا نے کہا'' آج صبح ہی میں اور اوکونک وو، ابامی اور اتنن کے بارے میں بات کر رہے تھے کہ وہاں لقب اختیار کردہ لوگ درختوں پر چڑھتے ہیں اور اپنی بیویوں کے لئے فوفو کوٹتے ہیں''۔

''ان کے تمام رواج الٹے ہیں۔ وہ ہماری طرح دلہن کی قیمت تیلیوں کے ذریعے طے نہیں کرتے بلکہ زبانی بحث مباحثہ کرتے ہوئے سودا بازی کرتے ہیں جیسے منڈی میں گائے یا

بکری خرید جارہی ہو۔''

اوباریکا کے بھائی نے کہا'' یہ بہت بری بات ہے۔لیکن ایک جگہ جو چیز اچھی سمجھی جاتی ہے دوسری جگہ بری جانی جاتی ہے۔تو سوقبیلہ میں معاملہ طے ہی نہیں کرتے۔تنکوں سے بھی نہیں۔ اُمیدوار کوڑیوں کے تھیلے لاتا رہتا ہے۔جب تک کہ اس کے سسرال والے منع نہیں کرتے۔یہ رواج بھی برا ہے کیونکہ اس میں ہمیشہ جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔''

اوکونک وو کہنے لگا'' دُنیا بڑی وسیع ہے۔میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ کچھ قبائل میں بچے مرد کی بجائے بیوی اوراس کے خاندان والوں کے ہوتے ہیں۔''

ماچھی کہنے لگا'' یہ نہیں ہوسکتا۔تم تو یہ بھی کہو گے کہ بچے بناتے وقت عورت مرد کے اوپر ہو۔''

اوباریکا بولا'' یہ تو گورے آدمیوں کی کہانی جیسی لگتی ہے۔جو اس چاک کی طرح سفید ہوتے ہیں۔'' اس نے چاک کا ٹکڑا اونچا اُٹھا کے دکھایا۔ہر آدمی اپنی ادبیٰ میں چاک رکھتا ہے جس سے اس کے مہمان کو لانٹ کھانے سے پہلے فرش پر لکیریں لگاتے ہیں۔''اور کہا جاتا ہے کہ ان گورے آدمیوں کے پاؤں کے انگوٹھے نہیں ہوتے۔''

ماچھی نے پوچھا '' کیا تم نہیں دیکھا نہیں؟''

اوباریکا نے جواباً پوچھا'' کیا تم نے دیکھا نہیں؟''

ماچھی نے کہا'' ان میں سے ایک اکثر یہاں سے گزرتا ہے۔اس کا نام آمادی ہے۔''جو آمادی کو جانتے تھے ہنس پڑے۔وہ ایک کوڑھی تھا اور کوڑھ کے لئے نرم لفظ''سفید جلد'' تھا۔

MashalBooks.com

نواں باب

اوکونک وو تین راتوں کے بعد پہلی مرتبہ سو سکا۔ آدھی رات کو ایک بار اس کی آنکھ کھلی اور اس کا ذہن اسے مضطرب کئے بغیر پچھلے تین دن بعد ہونے والے واقعات کی طرف لوٹ گیا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ آخر اسے اضطراب ہوا ہی کیوں تھا؟ یہ بالکل ایسے ہی تھا جیسے روز روشن میں کوئی شخص حیران ہو رہا ہو کہ رات میں کوئی خواب اسے اس قدر ڈراؤنا کیوں لگا تھا۔ اس نے انگڑائی لی اور ران پہ جہاں سوتے میں مچھر کاٹ گیا تھا، کھجایا۔ ایک اور مچھر اس کے دائیں کان کے پاس رو رہا تھا۔ اس نے کان پہ ہاتھ مارا اور اُمید کی کہ وہ مر گیا ہوگا۔ یہ ہمیشہ کانوں کے پیچھے کیوں پڑتے ہیں؟ بچپن میں ماں نے اس بارے میں ایک کہانی سنائی تھی۔ وہ اتنی ہی احمقانہ تھی جتنی کہ عورتوں کی کہانیاں ہوا کرتی ہیں۔ مچھر نے کان سے درخواست کی کہ اس سے شادی کر لے۔ اس پر کان ہنستے ہنستے بے حال ہو کر فرش پر گر گیا۔ کان نے پوچھا ''کیا خیال ہے۔ تم اور کتنے دن زندہ رہو گے؟ تم تو پہلے ہی ڈھانچہ بنے ہوئے ہو۔'' مچھر بیچارہ شرمندہ ہو کر چلا گیا لیکن جب بھی کان سے راستے میں سامنا ہوتا تو بتا ضرور دیتا کہ وہ ابھی زندہ ہے۔

اوکونک وو کروٹ لے کر پھر سو گیا۔ صبح اس کا دروازہ کوئی کھٹکھٹا رہا تھا۔ ''کون ہے؟'' وہ غرایا۔ اسے پتہ تھا کہ یہ ضروری اک دی فی ہوگی کیونکہ اس کی تین بیویوں میں سے وہ اکیلی ایسی تھی جو اس کا دروازہ پیٹنے کی جرات کر سکتی تھی۔

ایزن ما مر رہی ہے، اس کی آواز ابھری اور اس کی زندگی کا پورا المیہ اور تمام رنج ان الفاظ میں بھرے تھے۔

اوکونک وو بستر سے اچھلا، دروازے کی چٹخنی پیچھے ہٹائی اور اک دی فی کی جھونپڑی کی طرف بھاگا۔

ایزن ماڈھیر ساری آگ کے پاس چٹائی پہ پڑی کانپ رہی تھی۔ یہ آگ اس کی ماں نے پوری رات روشن رکھی تھی۔

اوکونک وو نے تیغچہ اُٹھاتے ہوئے کہا ''یہ ایبار (بخار) ہے'' اور جنگل کی طرف پتے، گھاس اور درختوں کی چھال اکٹھی کرنے چلا گیا جو کہ بخار کی دوا کے اجزاء تھے۔

اک دی فی گھٹنوں کے بل جھک کے بچی کے پاس بیٹھ گئی اور وقفے وقفے سے اس کا جلتا ہوا گیلا ماتھا اپنی ہتھیلی سے سہلاتی رہی۔

ایزن ما اکلوتی بچی تھی اور اپنی ماں کی دُنیا کا مرکز۔ اکثر ایزن ما فیصلہ کرتی کہ اس کی ماں کون سا کھانا تیار کرے۔ اک دی فی اسے انڈوں جیسی نفیس غذا بھی کھانے کو دے دیتی جس کی بچوں کو کھانے کی شاذ و نادر ہی اجازت دی جاتی کیونکہ ایسی غذا ان میں چوری کی رغبت پیدا کرتی ہے۔ ایک دن ایزن ما انڈہ کھا رہی تھی کہ اوپر سے اکونک وو غیر متوقع طور پر اپنی جھونپڑی سے آ گیا۔ اسے یہ دیکھ کہ انتہائی صدمہ ہوا اور اس نے قسم کھائی کہ اگر آئندہ اک دی فی نے بچی کو انڈہ دیا تو وہ اسے مارے گا۔ لیکن اس کے لیے ایزن ما کو انکار کرنا ممکن نہ تھا۔ باپ کی سرزنش کے بعد اس کے انڈوں کے لیے اشتہا اور تیز ہوگئی۔ اسے سب سے زیادہ اس راز داری کا مزہ آتا جس سے اب وہ انڈے کھاتی۔ ماں اسے ہمیشہ سونے کے کمرے میں لے جا کر دروازہ بند کر دیتی۔

ایزن ما اپنی ماں کو دوسرے بچوں کی طرح ''نی'' کہہ کر نہیں بلاتی تھی بلکہ اس کے نام سے پکارتی تھی جس طرح اس کا باپ یا دوسرے بڑے اسے پکارتے تھے۔ ان دونوں کے درمیاں ماں بیٹی کے تعلق کے علاوہ کچھ اور بھی تھا جیسی کہ برابر والوں میں آپس کی رفاقت ہوتی ہے اور اسے سونے والے کمرے میں چھپ چھپ کر انڈے کھانے والی چھوٹی چھوٹی سازشیں اور مضبوط بناتیں۔

اک وی فی نے اپنی زندگی میں بہت صدمے اُٹھائے تھے۔ اس نے دس بچوں کو جنم دیا تھا جن میں سے نوشیر خوارگی میں تین سال کی عمر سے پہلے پہلے مر گئے۔ جب اس نے یکے بعد دیگرے بچے دفنائے تو اس کی افسردگی، مایوسی میں تبدیل ہوگئی اور پھر ایک بھیانک سا توکل اس پہ چھا گیا۔ بچے کی پیدائش جو کہ ایک عورت کے لئے بے انتہا فخر و انبساط کا باعث ہوتی ہے وہ اک وی فی کیلئے ایک جسمانی دکھ بن کے رہ گیا جس میں آس اُمید کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ سات منڈی ہفتوں کے بعد نام رکھنے کی رسم ایک خالی خولی ریت بن کے رہ گئی۔ اس کی گہری ہوتی

ہوئی مایوسی نے ان ناموں میں جو وہ اپنے بچوں کے رکھتی اظہار کا ذریعہ پایا۔ان میں سے ایک جان گداز پکار تھی ''اون ومی کو'' ..... ''موت، میں تمہاری منت کرتی ہوں۔'' لیکن موت نے کوئی پرواہ نہ کی۔'' اون ومی کو'' پندرھویں مہینہ میں مرگیا۔اس کے بعد ایک لڑکی ہوئی، اوزومینا'' ..... ''کاش پھر ایسا نہ ہو۔'' وہ اپنے گیارہویں مہینہ میں مرگئی اور اس کے بعد دو بچے اور مرے۔اک وی فی پھر مقابلہ پر اتر آ گئی اور اپنے اگلے بچے کا نام ''اون وما'' رکھا..... '' موت اپنا دل خوش کرلے۔'' اور موت نے ایسا ہی کیا۔

اک وی فی کے دوسرے بچے کی موت کے بعد اکونک وو جادوگر کے پاس گیا جو کہ'' آفا'' کی الہام گاہ کا غیب گو بھی تھا اور اس سے خرابی کی وجہ دریافت کی۔اس نے بتایا کہ بچہ'' اوگ بانجی'' تھا یہ ان برے بچوں میں سے تھا جو موت کے بعد اپنی ماں کے رحم میں داخل ہو جاتے ہیں کہ پھر پیدا ہو سکیں۔

اس نے کہا کہ'' اب تمہاری بیوی پھر حاملہ ہو تو وہ اپنی جھونپڑی میں نہ سوئے بلکہ اپنے میکے چلی جائے۔یوں اس موذی اذیت رساں سے بچ سکے گی اور اس کا یہ مرنے اور پیدا ہونے کا بدچکر توڑ سکے گی۔

جیسے بتایا گیا اک وی فی نے ویسا ہی کیا۔جونہی وہ حاملہ ہوئی تو وہ دوسرے گاؤں میں اپنی بوڑھی ماں کے پاس رہنے لگی۔اس کا تیسرا بچہ وہاں پیدا ہوا۔آٹھویں دن اس کا ختنہ کیا گیا۔وہ اوکونک وو کے احاطہ میں نام رکھنے کی رسم سے صرف تین دن پہلے واپس آئی۔بچے کا نام اون ومی کو رکھا گیا۔

اون ومی کو جب مرا تو اس کی تدفین صحیح تو پر نہ کی گئی۔اوکونک وو نے ایک اور جادوگر کو بلا لیا جو کہ قبیلہ میں'' اوگ بانجی'' بچوں کے بارے میں اپنے علم کے لیے مشہور تھا۔اس کا نام'' اوکاگ بویوآن وا'' تھا۔وہ بڑی اثر انگیز وضع قطع کا مالک تھا۔لمبا قد، بھری بھری داڑھی، گنجا سر، اس کا رنگ اور آنکھیں سرخ، شعلہ فشاں تھیں۔جو اس سے مشورہ کرتے ان کی بات سنتے دانت پیستا رہتا اس نے اوکونک وو سے مرنے والے بچے کے بارے میں کچھ سوالات پوچھے۔تمام پڑوسی اور رشتہ دار جو تعزیت کے لئے آئے ہوئے تھے وہ ان کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔

اس نے پوچھا ''منڈی کے کونسے دن وہ پیدا ہوا؟''

''اوای'' اوکونک وو نے جواب دیا۔

''اور آج صبح وہ فوت ہوا؟''

اوکونک وو نے ''ہاں'' کہا اور اس کے بعد اسے پہلی بار احساس ہوا کہ بچہ منڈی کے جس روز پیدا ہوا تھا منڈی کے اسی روز کو اس کی وفات ہوئی۔ اس اتفاق کو پڑوسیوں اور رشتہ داروں نے بھی دیکھا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ بہت معنی خیز ہے۔

جادوگر نے پوچھا ''تم اپنی بیوی کے ساتھ کہاں سوتے ہو۔ اپنی اوبی میں یا اس کی جھونپڑی میں؟''

''اس کی جھونپڑی میں۔''

''آئندہ اسے اپنی اوبی میں بلایا کرو۔''

تب جادوگر نے حکم دیا کہ بچے کے لئے کوئی ماتم نہ کیا جائے۔ اس نے بائیں کندھے پر لٹکائے بکری کی کھال کے تھیلے میں سے ایک تیز استرا نکالا اور بچے کے اعضاء کاٹنے لگا۔ پھر اسے ٹخنے سے پکڑ کر زمین پر اپنے پیچھے پیچھے گھسیٹتا ہوا بد جنگل میں دفنانے کے لئے گیا۔ اس سلوک کے بعد دوبارہ آنے سے پہلے یہ دو بار سوچے گا۔ اگر یہ ان ضدیوں میں سے جو بغیر انگلی کے یا جہاں جادوگر کا استرا چلا ہے وہاں کالی لکیر لئے پھر آجاتے ہیں تو اور بات ہے۔

اون وہی کو کی موت تک اک دی فی بڑی تلخ عورت بن چکی تھی۔ اس کے خاوند کی پہلی بیوی کے اس وقت تک تین بیٹے ہو چکے تھے اور وہ سبھی صحت منداور توانا تھے۔ جب ایک کے بعد دوسرا بیٹا پیدا ہوتے ہوئے تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو اوکونک وو نے رواج کے مطابق اسے ایک بکری فراہم کی۔ اک وی فی کے لئے ماسوائے نیک خواہشات کے اور کچھ نہ تھا۔ لیکن وہ اپنے ''چی'' سے اتنی ناراض اور رنجیدہ تھی کہ وہ دوسروں کے ساتھ مل کر ان کی خوش بختیوں پہ جشن نہ منا سکتی تھی۔ اور یوں جس روز نووئی کی ماں نے تین بیٹوں کی ولادت کا جشن ضیافت موسیقی کا اہتمام کر کے منایا تو اس خوش وخرم گروہ میں وہ اکیلی تھی جس کے ماتھے پہ گھٹا منڈلا رہی تھی۔ اس کے خاوند کی پہلی بیوی نے اسے کینہ پر محمول کیا جیسا کہ خاوندوں کی بیویوں کا قاعدہ ہے۔ اسے کیونکہ پتہ چلتا کہ اک وی فی کی تلخی کا رخ باہر کی طرف نہیں بلکہ اندر کی طرف اپنی روح میں بہنے کا ہے۔ وہ دوسروں کو ان کو خوش بختیوں کا الزام نہیں دیتی بلکہ اپنے برے ''چی'' پہ الزام دھرتی ہے جس نے اسے کوئی خوشی نہیں دی۔

آخر ایزن ما کا جنم ہوا۔ وہ اگرچہ بیمار رہتی لیکن پھر بھی لگتا تھا کہ زندہ رہنے کا عزم کئے

ہوئے ہے۔ ابتدا میں اک دی فی نے اسے یوں قبول کیا جیسے اس نے دوسرے بچوں کو کیا تھا.....ایک راضی بہ رضا لاپرواہی سے۔لیکن جب وہ زندہ رہی اپنے چوتھے، پانچویں اور چھٹے سال تک تو ایک بار پھر محنت ماں کے دل میں لوٹ آئی اور اس کے ساتھ ہی اندیشے بھی۔ اس کا عہد تھا کہ وہ بچی کو اپنی دیکھ بھال سے صحت مند رکھے گی اور وہ اس میں تن، من، دھن سے لگی تھی۔انعام کے طور پر ایزن ما کی بحالی صحت کے اکثر وقفے آئے جب توانائی اس سے پھوٹ رہی ہوتی جیسے یام کی تازہ شراب سے بلبلے اُٹھتے ہیں۔ایسے مواقع پر وہ خطرہ کی زد سے باہر معلوم ہوتی۔لیکن دفعتاً وہ پھر لیٹ جاتی۔ ہر شخص جانتا تھا کہ وہ اوگ بانجی ہے۔ بیماری اور صحت کا یوں فوری بدل بدل کے آنا ان بچوں سے مخصوص ہے۔ان میں سے کچھ بیماری اور صحت کے برے چکر سے تھک کر یا اپنی ماؤں پہ رحم کرتے ہوئے ٹھہر ہی جاتے۔اک وی فی اپنے اندر گہرائی میں یقین رکھتی تھی کہ یہ ٹھہرنے کے لئے آئی ہے۔یقین رکھنا اس کی مجبوری تھی کیونکہ صرف یہی وہ بھروسہ تھا جو اس کی اپنی زندگی کو کسی قسم کے معنی عطا کرتا تھا اور یہ اعتماد تقریباً سال بھر پہلے جب ایک جادوگر نے ایزن ما کا ''آئی یوو'' کھود کر نکالا تو اور مستحکم ہوگیا۔ ہر کسی کو علم ہوگیا کہ وہ زندہ رہے گی کیونکہ اوگ بانجی دُنیا سے اس کا تعلق قطع کر دیا گیا تھا۔اک وی فی کو دوبارہ یقین دہانی ہوگئی۔لیکن اس کے خدشات اپنی بیٹی کے لیے ایسے تھے کہ وہ مکمل طور پر اپنے آپ کو خوف سے آزاد نہ کرسکی۔اگرچہ وہ تسلیم کرتی تھی کہ جو آئی یووآ کھودا گیا ہے درست ہے لیکن وہ یہ بات نہیں بھلا سکتی تھی کہ کچھ واقعی بد بچے بعض اوقات لوگوں کو غلط راہ پر ڈال کر ان سے جعلی آئی یووآ بھی کھدوا دیتے ہیں۔

لیکن ایزن ما کا آئی یووآ اصلی معلوم ہوتا تھا۔وہ میلے چیتھڑے میں لپٹا ہوا چھوٹا سا چکنا پتھر تھا۔''اوکاگ بو'' جو پورے قبیلہ میں ایسی چیزوں کے بارے میں اپنے علم کے لئے مشہور تھا اس نے یہ کھود کے نکالا تھا۔ابتدا میں ایزن ما اس کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ نہ تھی لیکن اس کو توقع شروع سے ہی تھی کیونکہ کوئی اوگ بانجی بھی اپنے راز آسانی سے افشاء کرنے پہ آمادہ نہیں ہوتا۔ ان میں سے بہت سے تو اتنے چھوٹے چھوٹے مر جاتے ہیں کہ ان سے سوالات پوچھنے کی نوبت ہی نہیں آتی اور وہ راز اپنے ساتھ ہی لے جاتے ہیں۔

اوکاگ بو، ایزن ما سے پوچھ رہا تھا ''تم نے اپنا آئی یووآ کہاں دفن کیا ہوا ہے۔''

اس نے جواباً پوچھا ''آئی یووآ کیا ہوتا ہے؟''

''تم بخوبی جانتی ہو کہ وہ کیا ہوتا ہے۔تم نے زمین میں اسے کہیں دبا رکھا ہے تا کہ تم مر سکو اور دوبارہ اپنی ماں کو آزار پہنچانے آسکو۔''

ایزن ما نے اپنی ماں کی طرف دیکھا جس کی غمگین اور ملتجیانہ نظریں اس پر گڑی تھیں۔ پورا خاندان اور کچھ پڑوسی وہاں موجود تھے۔اوکونک وو جو اس کے قریب ہی کھڑا تھا گرجا۔

''سوال کا فوراً جواب دو''

جادوگر دھیمی اور پر اعتماد آواز میں اوکونک وو کو بتایا ''اسے مجھ پر چھوڑ دو''

اور پھر ایزن ما کی طرف مڑا ''تم نے اپنا آئی یو وا کہاں دفن کیا ہے؟''

''جہاں بچے دفن کئے جاتے ہیں'' اس نے جواب دیا۔اس پر تمام ناظرین آپس میں کھسر پھسر کرنے لگے۔

جادوگر نے کہا ''تو پھر چلو اور مجھے وہ جگہ دکھاؤ''

آگے آگے ایزن ما چل پڑی۔اس کے بعد اوکاگ بو تھا۔ پھر اوکونک وو اور اک وی فی تھے اور پیچھے پیچھے پورا مجمع چلا آرہا تھا۔شاہراہ پہ پہنچ کر ایزن ما بائیں گھوم گئی جیسے وہ ندی کو جا رہی ہو۔ جادوگر نے پوچھا ''لیکن تم نے تو کہا تھا جہاں بچے دفنائے جاتے ہیں؟'' ایزن ما، جس کی چست خرامی سے اس کے اہم ہونے کا احساس نمایاں تھا بولی ''نہیں'' وہ بعض اوقات دوڑنا شروع کر دیتی اور پھر دفعتاً رک جاتی۔مجمع اس کے پیچھے خاموشی سے چلا جا رہا تھا۔سروں پہ پانی کے برتن رکھے ندی سے لوٹتے بچے اور عورتیں متحیر ہوتے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔لیکن جب اوکاگ بو کو دیکھتے تو اندازہ لگا لیتے ہیں کہ ضرور اس کا تعلق اوگ بانجی سے ہوگا۔اک وی فی اور اس کی بیٹی کو تو سبھی جانتے ہیں تھے جب ایزن ما بڑے یوڈالا درخت تک پہنچی بائیں جنگل میں گھوم گئی۔مجمع پیچھے چل پڑا۔وہ اپنے پیچھے آنے والوں کی نسبت سے اپنے قامت کی وجہ سے درختوں اور بیلوں میں زیادہ تیزی سے راستہ بنا رہی تھی۔خشک پتوں اور ٹہنیوں پہ پاؤں دھرنے سے اور درختوں کی شاخیں ادھر ادھر ہلانے سے جنگل زندگی ہو گیا تھا۔ایزن ما اندر ہی اندر چلی جا رہی تھی اور مجمع ساتھ ساتھ تھا۔اس کے بعد وہ دفعتاً گھومی اور واپس سڑک کی جانب چلنے لگی۔ ہر شخص وہیں رک گیا تا کہ وہ گزر جائے اور پھر اس کے پیچھے قطار میں چلنے لگے۔

اوکونک وو نے دھمکی دی ''اگر تم ہم سب کو ادھر بلا وجہ لائی ہو تو میں مار مار کر تمہارا دماغ درست کر دوں گا۔''

اوکاگ بونے کہا ''تم اسے الگ چھوڑ دو۔ میں جانتا ہوں کہ ان کیساتھ کیسے معاملہ کرنا چاہیئے'' ایزن ما انہیں لے کر واپس سڑک پہ آ گئی۔ دائیں بائیں دیکھا اور پھر دائیں گھوم گئی۔ اور اس طرح وہ واپس گھر آ گئے۔

جب ایزن ما اپنے باپ کی ادبی کے سامنے بالاخر رک گئی تو اوکاگ بونے پوچھا ''تم نے اپنا آئی یووآ کہاں دفن کیا ہے؟'' اوکاگ بو کی آواز میں کوئی تبدیلی نہ پیدا ہوئی۔ وہ اسی طرح تحمل اور اعتماد سے پر تھی۔

ایزن ما نے کہا ''اس سنگترے کے درخت کے نزدیک۔''

غصے میں بھرے اوکونک وو نے گالی دیتے ہوئے کہا ''آ گالوگو کی شیطان بچی! تو نے پہلے یہ کیوں نہ بتایا؟''

جادوگر نے اسے نظر انداز کیا اور ایزن ما سے آہستگی سے پوچھا ''آؤ اور مجھے وہ صحیح جگہ دکھا دو۔''

جب وہ درخت کے قریب پہنچے تو اس نے کہا ''یہاں ہے۔''

اوکاگ بونے کہا ''اپنی انگلی سے ہمیں جگہ بتاؤ۔''

ایزن ما نے زمین کو انگلی سے چھوتے ہوئے کہا ''یہاں ہے، وہ''

اوکونک وو اب پاس کھڑا برسات کی گرج کی طرح کڑکڑا رہا تھا۔

اوکاگ بونے کہا ''مجھے کدال لا دو''

جب تک اک دی فی کدال لے کر آئی اس نے بکری کی کھال کا تھیلا اور چادر اتار کر الگ کر دیئے تھے اور اپنے زیر جامہ میں کھڑا تھا جو لانگڑ کی دھوتی تھی۔

کمرے کے گرد اگرد پیٹی کی طرح بندھی کپڑے کی لمبی سی پٹی تھی جسے دونوں ٹانگوں کے درمیان سے گزار کر پیچھے اسی پیٹی کے ساتھ باندھا تھا۔

جس جگہ کی نشان دہی ایزن ما نے کی تھی وہ فوراً وہاں گڑھا کھودنے میں لگ گیا۔ پڑوسی ارد گرد بیٹھے گڑھے کو گہرے سے گہرا ہوتے غور سے دیکھ رہے تھے۔ اوپر کی سطح کی سیاہی اپنی جھونپڑی کے فرش اور دیواریں لیپتی ہیں۔ اوکاگ بو خاموشی سے انتھک انداز میں کام میں جتا تھا۔ اس کا پیٹھ پہ پسینہ چمک رہا تھا۔ اوکونک وو گڑھے کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے اوگاگ بو سے کہا کہ وہ باہر آ کر کچھ آرام کرے اتنی دیر وہ کھدائی کرتا ہے۔ لیکن اس نے کہا کہ وہ ابھی تھکا

نہیں۔

اک وی فی اپنی جھونپڑی میں یام پکانے کے لئے چلی گئی۔آج اس کا خاوند یام معمول سے زیادہ لایا تھا کیونکہ جادوگر کو بھی کھانا دینا تھا۔ایزن ما بھی ماں کی ساتھ چلی گئی تا کہ سبزی بنانے میں ماں کا ہاتھ بٹا سکے۔

ایزن مانے کہا''ہری سبزی تو بہت زیادہ ہے''

اک وی فی نے پوچھا''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ برتن یام سے بھرا ہے؟ اور تم جانتی ہو کہ پتے دار سبزی پک کر گھٹ جاتی ہے''

ایزن مانے کہا''ہاں۔اسی لئے تو چھپکلی نے اپنی ماں کو مار دیا تھا۔''

اک وی فی نے کہا''بالکل ٹھیک''

ایزن ما بتانے لگی''اس نے اپنی ماں کو سبزی کو سات ٹوکریاں پکانے کے لئے دیں اور آخر میں صرف تین بچیں۔اس پہ اس نے ماں کو مار دیا۔''

''کہانی یہاں تو ختم نہیں ہوتی''

ایزن مانے کہا''اوہ، ہاں۔ مجھے یاد آیا۔وہ سات اور ٹوکریاں سبزی کی لایا اور خود پکانے لگا۔آخر میں پھر وہی تین نکلیں۔اس پہ اس نے اپنے آپ کو بھی مار دیا۔''

ادبی سے باہر اوکاگ بو اور اکونک وو گڑھا کھود رہے تھے۔گڑھا اتنا گہرا ہو چکا تھا کہ کھودنے والے اب نظر نہیں آ رہے تھے۔انہیں صرف سرخ مٹی نظر آتی جو کھودنے والا باہر پھینکتا جس سے ڈھیڑ اونچے سے اونچا ہوتا جا رہا تھا۔اوکونک وو کا بیٹا نووئی عین گڑھے کے کنارے کھڑا تھا کیونکہ ہر چیز جو ہو رہی تھی وہ اپنے اندر نقش کرنا چاہتا تھا۔

اوکاگ بو نے اوکونک وو کو ہٹا کے کھدائی پھر خود شروع کر دی۔ وہ معمول کے مطابق خاموشی سے اپنے کام میں مصروف تھا۔اب پڑوسی اور اوکونک وو کی بیویاں باتوں میں مصروف ہو گئے۔اچانک اوکاگ بو چیتے کی سی پھرتی سے اچھل کر گڑھے سے باہر آ گیا۔

اس نے کہا''میں نے محسوس کیا ہے کہ اب وہ بہت قریب ہے۔''

وہاں فوری طور پر ہلچل مچ گئی اور جو بیٹھے تھے وہ اٹھ کے کھڑے ہو گئے۔

اس نے اوکونک وو سے کہا''اپنی بیوی اور بیٹی کو بلا لو''

لیکن اک وی فی اور ایزن ما نے شور سن لیا تھا اور یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا ہوا ہے وہ دوڑ کر

باہر آ گئی تھیں۔

اوکاگ بو دوبارہ گڑھے میں داخل ہو گیا۔ اب گڑھے کے اردگرد دیکھنے والوں کا جمگھٹا لگ رہا تھا۔ اس نے مٹی کے چند ایک کدال بھر کے پھینکے تھے کہ اس کا کدال آئی یووآ سے ٹکرایا۔ اس نے بہ حفاظت تمام اسے کدال سے اُٹھایا اور زمین کی سطح پر ڈال دیا۔ جب یہ باہر پھینکا گیا تو چند عورتیں خوفزدہ ہو کر دوڑیں۔ پھر جلد ہی لوٹ بھی آئیں۔ ہر ایک اب اس چیتھڑے کو مناسب فاصلے سے کھڑے ہو کر گھور رہا تھا۔ اوکاگ بو گڑھے سے نکلا اور کسی سے بات تو کیا ناظرین میں سے کسی پہ نگاہ ڈالے بغیر بکری کی کھال کے تھیلے کے پاس گیا۔ اس میں سے دو پتے نکالے اور انہیں چبانے لگا۔ جب وہ انہیں نگل چکا تو اس نے چیتھڑے کو بائیں ہاتھ سے اُٹھا لیا اور ایزن ما سے پوچھا ''کیا یہ تمہارا ہے؟''

اس نے کہا ''ہاں۔'' سب عورتیں خوشی سے چیخنے لگیں کیونکہ اک وی فی کی مصیبتیں بالآخر ختم ہو گئی تھیں۔

ان سب واقعات کو گزرے ایک سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا اور اس کے بعد ایزن ما بیمار نہ ہوئی تھی۔ لیکن ایک رات وہ دفعتاً کپکپانے لگی۔ اک وی فی اسے چولہے کے پاس لے آئی۔ فرش پر چٹائی بچا کر اسے لٹا دیا اور آگ روشن کر دی۔ اس کے پاس جھکے ہوئے اس کے جلتے ہوئے گیلے ماتھے پر اپنی ہتھیلی رکھے اس نے ہزار بار اس کیلئے دُعا مانگی۔ اگرچہ اس کے خاوند کی دوسری بیویاں اسے بتا رہی تھیں کہ یہ محض ''آئی با'' ہے مگر وہ ان کی سنتی کہاں تھی۔

اوکونک وو بائیں کندھے پہ بڑا سا گٹھا اُٹھائے جنگل سے واپس آ گیا۔ گٹھے میں جڑی، بوٹیاں، پتے اور درختوں اور جھاڑیوں کی صحت بخش چھال تھی۔ وہ اک دی فی کی جھونپڑی میں گیا اور بوجھ زمین پہ اتار کر بیٹھ گیا۔

اس نے کہا ''بچی کو چھوڑ دو اور مجھے ایک برتن دو''

اک وی فی برتن لینے گئی اور وہ گٹھے میں سے اشیاء کے بہترین حصے منتخب کر کے مناسب تناسب میں کاٹنے لگا۔ اس نے انہیں برتن میں ڈالا اور اک وی فی نے تھوڑا پانی ڈالا۔

پیالہ میں سے نصف پانی برتن میں ڈال چکی تو اس نے پوچھا ''یہ کافی ہے؟''

''تھوڑا سا اور .... میں نے کہا تھا تھوڑا سا۔ کیا تم بہری ہو؟'' اوکونک وو اس پہ گرجا۔

اک وی فی نے برتن آگ پر رکھ دیا اور اوکونک وو نے ادبی میں جانے کیلئے تیغچہ اُٹھا لیا۔

Masha Books.com

جاتے ہوئے اس نے کہا ''برتن کا دھیان کرنا اور دیکھو! یہ ابلے نہیں اگر یہ ابل گیا تو اس کی طاقت ختم ہو جائے گی۔'' یہ کہہ کر وہ تو اپنی جھونپڑی میں واپس چلا گیا اور اک وی فی دوا والے برتن کی یوں نگہداشت کر رہی تھی جیسے وہ کوئی بیمار بچہ ہو۔ اس کی آنکھیں ایزن ما اور برتن پہ باری باری مستقل گھوم رہی تھیں۔

جب اوکونک وو نے محسوس کیا کہ دوا کافی دیر تک پک چکی ہے تو واپس آیا، برتن میں جھانکا اور کہا کہ تیار ہو گئی۔

وہ بولا ''ایزن ما کو بٹھانے کے لئے ایک نیچا سٹول اور ایک موٹی چٹائی لے کر آؤ۔''

اس نے برتن آگ پہ سے اتار کر سٹول کے آگے دھر دیا۔ پھر اس نے ایزن ما کو اُٹھا کر سٹول پہ بٹھایا اور بھاپ اڑاتا ہوا برتن اس کی ٹانگوں کے درمیان رکھ دیا۔ موٹی، چٹائی دونوں پر ڈال دی گئی۔ ایزن ما کوشش کر رہی تھی کہ دم گھونٹتی اور بے بس کرتی بھاپ سے بچ نکلے لیکن اسے دبا کر رکھا گیا۔ وہ رونے لگی۔

جب چٹائی اتاری گئی تو وہ پسینے میں شرابور تھی۔ اک وی فی نے کپڑے سے اسے پونچھا اور وہ خشک چٹائی پر لیٹ گئی اور جلد ہی نیند کی آغوش میں پہنچ گئی۔

MashalBooks.com

دسواں باب

جن دنوں میں دھوپ کی تمازت میں کاٹ ختم ہو جاتی اور جسم کے لئے تکلیف کا باعث نہ رہتی تو گاؤں کے ایلو میں لوگوں کے بڑے بڑے اجتماعات ہونے لگتے۔ بیشتر اجتماعی رسومات دن کے ایسے وقت میں ادا ہوتیں جب گرمی کم ہو چکی ہوتی۔ اگر یہ کہا جاتا کہ کوئی رسم دوپہر کے کھانے کے بعد شروع ہوگی تب بھی ہر کوئی یہی سمجھتا کہ کھانے کے بہت دیر بعد شروع ہوگی جب سورج کی حدت میں نرمی پیدا ہو چکی ہوگی۔

مجمع کے بیٹھنے یا کھڑے ہونے کے انداز سے واضح تھا کہ رسم محض مردوں کے لئے ہے۔ اگر چہ وہاں بہت سی عورتیں تھیں لیکن وہ آخری حد کے کنارے پہ غیروں کی طرح کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ القاب یافتہ مرد اور بزرگ اپنے اپنے سٹولوں پر بیٹھے جانچ پرکھ کا سلسلہ شروع ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے بالمقابل نو سٹولوں کی ایک قطار تھی جو خالی پڑی تھی۔ سٹولوں سے پرے لوگوں کے دو چھوٹے چھوٹے گروہ مناسب فاصلہ رکھ کر کھڑے تھے۔ ان کا رخ پرکھوں کی طرف تھا۔ ایک گروہ میں تین مرد تھے اور دوسرے گروہ میں ایک عورت اور تین مرد تھے۔ عورت مگ بافو تھی اور ساتھ جو تین مرد تھے وہ اس کے بھائی تھے۔ دوسرے گروہ میں یوز وولو اس کا خاوند تھا اور اس کے خاوند کے رشتہ دار تھے۔ مگ بافو اور اس کے بھائی یوں ساکت تھے جیسے بت ہوں اور لگتا تھا کہ ان بتوں کے چہروں میں للکار اور برانگیختگی سمو دی ہو۔ دوسری طرف یوز وولو اور اس کے رشتے دار آپس میں کانا پھوسی کر رہے تھے۔ دیکھنے میں یہ کانا پھوسی نظر آتی تھی لیکن درحقیقت وہ پورے زور سے باتیں کر رہے تھے۔ مجمع میں چونکہ ہر شخص باتیں کر رہا تھا اس لئے منڈی لگنے کا سا سماں تھا جب ہوا دور سے یہ شور اپنے ساتھ اُٹھا کر لاتی تو یہ ایک گہری گھڑ گھڑاہٹ بن جاتا۔

لوہے کا گھڑیال بجا اور مجمع میں اُمید کی لہر چل پڑی۔ ہر ایک نظر ''اگ وگ دوگھر''

(مکھوٹ پہننے والوں کا گھر) کی طرف اُٹھ گئی۔ گوم، گوم، گوم گھڑیال بجتا رہا، طاقتور بانسری زور دار آواز میں بج اُٹھی۔ اس کے بعد مکھوٹے پہننے والوں کے حلق سے ابھرتی ہوئے دہشتناک آوازیں آنے لگیں۔ جب ان آوازوں کی لہر بچوں اور عورتوں سے ٹکرائی تو ان میں بھگدڑ سی مچی اور وہ پلٹ کے بھاگے۔ لیکن یہ سب ایک لمحے کے لئے ہوا کیونکہ وہ پہلے ہی بہت دور کھڑے تھے اور مکھوٹے والوں سے کوئی اگر ادھر کا رخ کرتا بھی تو انہیں دوڑ جانے کا کافی گنجائش تھی۔

ڈھول اور بانسری پھر سے بجنے لگے۔ اگ وگ ووگھر سے تھرتھراتی آوازوں کا طوفان سا اُٹھ رہا تھا۔ جونہی پرکھوں کی ارواح دھرتی سے ابھریں تو اُنہوں نے خود ہی اپنا خیر مقدم آریو اویم ڈی ڈی ڈی ڈائی کی خفیہ زبان میں کیا اور فضا ان آوازوں سے بھر گئی۔ ''آگ وگ ووگھر'' جس میں سے وہ ظاہر ہوئے، اس کا رخ مجمع سے دور جنگل کی طرف یوں تھا کہ لوگوں کو اس گھر کی صرف پشت دکھائی دیتی تھی جس پر خصوصی طور پر منتخب کردہ عورتیں ہی باقاعدہ وقفوں کے بعد رنگا رنگ نقش و نگار بناتی تھیں۔ ان عورتوں نے اس جھونپڑی کو اندر سے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ مردوں کی نگرانی میں اس کی بیرونی دیواروں کو رگڑ کر صاف کرنے کے بعد رنگ کرتیں۔ انہوں نے اگر اس بارے میں کبھی اندازہ بھی لگایا کہ اس کے اندر کیا ہے تو اس اندازے کو بھی اپنے تک محدود رکھتیں۔ کسی عورت نے کبھی قبیلے کے اس سب سے خفیہ اور طاقتور طریق عبادت کے بارے میں سوالات نہیں پوچھے۔

آریو اویم ڈی ڈی ڈی ڈائی کا غلغلہ اندھیری بند چھونپڑی کے اردگرد آگ کی زبانوں کی مانند لپک رہا تھا۔ قبیلے کے بزرگوں کی ارواح ہر سمت ہر رخ پھیلی تھی۔ اب دھات کا گھنٹہ مستقل بجے جا رہا تھا اور بانسری کی زوردار تیکھی آواز اس بے ہنگم ابتری پر تیر رہی تھی۔

اس کے بعد اگ وگ ووظاہر ہوا۔ عورتوں اور بچوں کا شور بلند ہوا اور وہ بھاگ لئے۔ یہ ایک فطری عمل تھا۔ ایک عورت تو اسی وقت بھاگ گئی تھی جب پہلا اگ وگ وظاہر ہوا تھا۔ اس روز قبیلے کی طاقتور ترین مکھوٹے پوش ارواح میں سے جن نو اکھٹی باہر ظاہر ہوئیں تو یہ ایک دہلا دینے والا منظر تھا۔ حتیٰ کہ گ بافو نے بھی بھاگ جانے کی کوشش کی جسے اس کے بھائیوں نے بڑھ کر روکا۔

مکھوٹے لگائے تو روحوں میں سے ہر ایک قبیلے کے کسی نہ کسی گاؤں کی نمائندگی کر رہی تھی

۔ان کے قائد کا نام ''بد جنگل'' تھا اور اس کے سر میں سے دھواں ابل رہا تھا۔

یوموفیا کے نو دیہات قبیلے کے جدوال کے نو بیٹوں سے پیدا ہوئے تھے۔ بد جنگل یومیورو گاؤں یا ایرو کے بچوں کا نمائندہ تھا۔ ایرو نو بیٹوں میں سب سے بڑا تھا سب سے اگلا اگ وگ وو نے جو یام کے بنائے ہوئے بازوں سے ہوا کو دھکیل رہا تھا نعرہ لگایا ''یوموفیا کیو ینو!''

قبیلے کے بزرگوں نے جواب دیا ''یا!''

''یوموفیا کیو ینو!''

''یا!''

''یوموفیا کیو ینو!''

''یا!''

پھر بد جنگل نے اپنے کھڑکتے ہوئے ڈنڈے کو نوکیلا سرا زمین میں گاڑ دیا۔ (ڈنڈا کانپنے اور کھڑکنے لگا جیسے کسی چیز کے اندر دھات کی سی زندگی دھڑک رہی ہو، وہ پہلے خالی سٹول پر بیٹھ گیا اور اس کے بعد باقی آٹھ روحیں اپنے درجے کی مناسبت سے بیٹھتی چلی گئیں۔

اوکونک وو کی بیویوں نے اور اغلباً دیگر عورتوں نے بھی مشاہدہ کیا کہ بد جنگل کے بعد بیٹھنے والی روح کی چال اوکونک وو کیس پر نگ دار چال کی سی تھی اور اُنہوں نے یہ بھی مشاہدہ کیا ہوگا کہ اوکونک وو دیگر القاب یافتہ لوگوں اور بزرگوں کی صف میں موجود نہ تھا جو کہ مکھوٹے والوں کی قطار کے عقب میں بیٹھے تھے۔ لیکن اُنہوں نے ان چیزوں کے بارے میں اگر سوچا بھی تو سوچ کو اپنے آپ تک محدود رکھا۔ وہ شخص جو سپر نگ دار چال والا تھا۔ اور مکھوٹا لگائے ہوئے تھا۔ قبیلے کے مرے ہوئے آبا میں سے ایک تھا۔ وہ دھواں لگے رافیہ یام کے بدن اور کاٹھ کے بڑے سے چہرے کے ساتھ جس پر آنکھوں کے گول کھڈ ولکو چھوڑ کے باقی پر سفید رنگ رنگا ہوا تھا۔ اس کے سر پر دو بڑے مضبوط سینگ تھے۔

جب سب مکھوٹے والی روحیں بیٹھ گئیں اور ان کے جسموں پر لگی بے شمار چھوٹی چھوٹی گھنٹیوں کی آواز اور ٹنٹناہٹ ختم ہوگئی تو بد جنگل نے اپنے سامنے کھڑے دو گروہوں کو خطاب کیا۔

''یوز وولو کے جسم میں تمہیں سلام کرتا ہوں!'' ارواح ہمیشہ انسانوں کو جسم کہہ کر خطاب کرتیں۔ یوز وولو نے اظہار اطاعت کے طور پر جھک کر زمین کو دائیں ہاتھ سے چھوا اور کہا''

ہمارے باپ! میرے ہاتھ نے زمین کو چھولیا ہے۔''

روح نے پوچھا ''یوز وولو کے جسم کیا تم مجھے جانتے ہو؟''

''باپ، میں تمہیں کیونکر جان سکتا ہوں؟ تم ہماری پہچان سے ماوارا ہو۔''

بدجنگل نے تب دوسرے گروہ کی طرف رخ کیا اور تینوں بھائیوں میں سے سب سے بڑے کو خطاب کرتے ہوئے کہا ''اودوک دی کے جسم میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔'' اس پر اودوک وی جھکا اور زمین کو چھوا۔ پھر سماعت شروع ہوئی۔

یوز وولو ایک قدم آگے بڑھا اور اپنا موقف بیان کرنے لگا۔

''وہ عورت جو وہاں کھڑی ہے میری بیوی مگ بافو ہے۔ میں نے اسے اپنی رقم اور یام کے عوض میں شادی کی۔ سسرال کا میرے ذمے کچھ باقی نہیں ہے۔ کوئی یام، کوئی کوکو پام واجب الادا نہیں۔ ایک صبح یہ تینوں میرے گھر آئے مجھے زدوکوب کیا اور میری بیوی اور بچوں کو لے کر چلے گئے۔ یہ واقعہ برسات کے زمانے کا ہے۔ میں اپنی بیوی کی واپسی کا انتظار کرتا رہا مگر بے سود۔ آخر میں اپنے سسرال گیا اور کہا ''تم اپنی بہن کو خود واپس لے گئے ہو میں نے اسے واپس نہیں بھیجا تھا اب قبیلے کے قانون کے مطابق تم اس کی قیمت واپس کرو۔ لیکن میری بیوی کے بھائیوں نے کچھ کہنے سے انکار کر دیا۔ پس میں قبیلے کے اجداد کے پاس معاملہ لے کر آیا ہوں۔ میرا اتنا ہی دعویٰ ہے۔ میں آپ کو سلام کرتا ہوں۔''

''تمہارے الفاظ اچھے ہیں'' مکھوٹے والوں کے قائد نے کہا ''آؤ اب اودوک دی کو سنتے ہیں۔ ممکن ہے اس کے الفاظ بھی اچھے ہوں۔''

اودوک وی چھوٹے قد اور گٹھے ہوئے بدن کا آدمی تھا اس نے ایک قدم آگے بڑھایا، ارواح کو سلام کیا اور اپنی کہانی شروع کی ''مجھ سے سسرالی نسبت رکھنے والے نے ابھی آپ کو بتایا کہ ہم اس کے گھر گئے، اسے مارا اور اپنی بہن اور اس کے بچوں کو لے کر چلے آئے۔ یہ سب سچ ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ ہمارے پاس دلہن کی قیمت واپس مانگنے کے لئے آیا اور ہم نے انکار کر دیا۔ یہ بھی سچ ہے۔ میرا یہ سسرالی رشتے دار یوز وولو وحشی جانور ہے۔ میری بہن نو سال تک اس کے گھر آباد رہی۔ اس تمام عرصے میں آسمان پر ایک دن ایسا نہیں گزرا جس دن اس شخص نے اس عورت کی مار پیٹ نہ کی ہو۔ ہم نے ہزار بار ان کے جھگڑوں کا تصفیہ کرنے کی کوشش کی ہر بار یوز وولو ہی قصوروار ہوتا تھا۔''

اوووک دی نے بات جاری رکھی ''دوسال ہوئے کہ یہ حاملہ تھی اس نے اتنا مارا کہ اس کا حمل ساقط ہوگیا۔''

''یہ جھوٹ ہے۔اسقاط اس لئے ہوا کہ یہ اپنے یار کے ساتھ سونے گئی تھی۔''

بد جنگل نے اسے خاموش کرانے کے لیے کہا ''یوز وولو کے جسم میں تمہیں سلام کرتا ہوں! وہ کس قسم کا عاشق ہوتا ہے جو حاملہ کے ساتھ سو جائے گا؟''

ہجوم سے پسندیدگی کی بلند بھنبھناہٹ پیدا ہوئی اور اودوک دی نے بات جاری رکھی۔

''پچھلے سال جب میری بہن ابھی بیماری سے صحت یاب ہورہی تھی تو اس نے پھر اسے مارا اور اگر پڑوسی اسے بچانے کے لئے نہ پہنچ جاتے تو اس نے جان سے مار دیا ہوتا۔ہمیں جب خبر ملی تو ہم نے وہی کیا جو آپ کو بتایا گیا ہے۔یوموفیا کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کو چھوڑ کر بھاگ جائے تو اس کی قیمت لوٹانی ہوتی ہے۔لیکن یہاں تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے بھاگی تھی۔اس کے دونوں بچے یوز وولو کی ملکیت ہیں اور ہمیں اس سے انکار نہیں لیکن وہ ابھی اتنے چھوٹے ہیں کہ ماں کو چھوڑ نہیں سکتے۔لیکن دوسری بات یہ ہے کہ اگر یوز وولو اپنی دیوانگی سے باز آجائے اور مناسب طریقے سے اپنی بیوی کی واپسی کی درخواست کرے تو وہ واپس چلی جائے گی۔اس شرط پر کہ آئندہ اگر اس نے کبھی اسے مارا پیٹا تو پھر ہم اس کے اعضاء مخصوصہ کاٹ ڈالیں گے۔''

ہجوم ہنسی سے گرجا۔بد جنگل اُٹھ کے کھڑا ہوا تو فوراً ہی نظم وضبط بحال ہوگیا۔دھوئیں کا بادل مستقل اس کے سر سے اُٹھ رہا تھا۔وہ دوبارہ بیٹھ گیا اور وہ گواہ پیش کرنے کے لئے کہا۔ دونوں گواہ یوز وولو کے پڑوسی تھے اور اُنہوں نے مار پیٹ کے بارے میں تسلیم کیا۔تب بد جنگل کھڑا ہوا۔زمین سے ڈنڈا کھینچا اور دوبارہ زمین میں گاڑ دیا۔وہ چند قدم عورتوں کی جانب لپکا جس سے وہ خوفزدہ ہوکر ادھر ادھر بھاگنے لگیں لیکن پھر فوراً ہی واپس اپنی جگہوں پر آ کھڑی ہوئیں۔تب مکھوٹوں والے باہمی مشورہ کرنے کیلئے اپنے گھر چلے گئے۔دھات کا گھڑیال اور بانسری بہت دیر خاموش رہنے کے بعد پھر بجنے لگے۔مکھوٹوں والے اپنے زیر زمین گھر سے ایک بار پھر برآمد ہوگئے۔اُنہوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا اور سبز میدان میں دوبارہ نمودار ہوئے۔

بد جنگل قبیلے کے معتبرین اور بزرگوں کے سامنے کھڑے ہوکر دہاڑا۔

''یوموفیا کیوبینو! گرجتے ہوئے ہجوم نے جواب دیا ''یا!'' اس کے بعد خاموشی آسمان سے

نازل ہوئی اور شور کو نگل گئی۔

بدجنگل بولنے لگا اور جب تک وہ بولتا رہا ہر شخص خاموش رہا۔ دوسرے آٹھ مکھوٹوں والے بتوں کی طرح ساکت تھے۔ بدجنگل کہہ رہا تھا کہ کہ

''ہم نے مقدمے کے دونوں فریقوں کو سنا اور ہمارا فرض کسی شخص کو الزام دینا یا کسی کی تعریف کرنا نہیں بلکہ جھگڑے کو طے کرنا ہے۔'' اس نے یوز وولو گروہ کی طرف رخ کر کے قدر توقف کی اور کہا ''یوز وولو کے جسم میں تمہیں سلام کرتا ہوں یوز وولو نے زمین کو چھوتے ہوئے جواب دیا ''ہمارے باپ! میرا ہاتھ زمین کو چھو رہا ہے۔''

''یوز وولو کے جسم کیا تم مجھے جانتے ہو؟''

یوز وولو نے جواب دیا ''باپ، میں تمہیں کیونکر جان سکتا ہوں؟ تم ہماری پہچان سے ماورا ہو۔''

''میں بدجنگل ہوں۔ میں انسان کو اس دن مارتا ہوں جو دن کہ اس کی زندگی کا خوشی سے بھرپور ترین دن ہوتا ہے۔''

''یہ سچ ہے'' یوز وولو نے جواب دیا۔

''اپنے سسرال میں شراب کا ایک گھڑا لے کر جاؤ اور بیوی سے عاجزانہ درخواست کرو کہ تمہارے پاس واپس آجائے۔ جب کوئی شخص عورت سے لڑتا ہے تو وہ کوئی بہادری کی بات نہیں۔''

''وہ اودوک وی کی طرف مڑا اور مختصر وقفہ دے کر بولا ''اودوک وی کے جسم میں تمہیں سلام کرتا ہوں!''

اودوک دی نے جواب دیا ''میرا ہاتھ زمین کو چھو رہا ہے۔''

''کیا تم مجھے جانتے ہو؟''

''کوئی انسان آپ کو نہیں جان سکتا''

''میں بدجنگل ہوں۔ میں وہ سوکھا ہوا گوشت ہوں جو منہ کو بھر دیتا ہے۔ میں وہ آگ ہوں جو بلا لکڑی کے جلتی ہے۔ اگر تم سے سسرالی نسبت رکھنے والا شراب لے کر تمہارے پاس آئے تو اپنی بہن کو اس کے ساتھ جانے دینا۔ میں تمہیں سلام کرتا ہوں!''

اس نے سخت زمین سے اپنا ڈنڈا کھینچا اور پھر زمین میں گاڑ دیا۔

MashalBooks.com

وہ دہاڑا ''یوموفیا کیوینو!'' اور مجمع نے جواب دیا۔

قبیلے کے بزرگوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ''سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے معمولی مسئلے کو مکھوٹے والوں کے سامنے کیوں پیش کیا گیا؟''

''کیا تم نہیں جانتے کہ یوزووولوکس قسم کا آدمی ہے؟ کسی اور فیصلے پر تو وہ کان ہی نہیں دھرنے کا'' دوسرے نے جواب دیا۔

جب یہ باتیں کر رہے تھے تو اتنے میں دو اور گروہوں نے پہلے گروہوں کی جگہ لے لی اور اراضی کے تنازعہ کے ایک بڑے مقدمے کی سماعت شروع ہوگئی۔

MashalBooks.com

گیارہواں باب

رات کا گھنا اندھیرا دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ اس میں کوئی چیز شگاف نہیں ڈال سکتی۔ چاند ہر شب تاخیر سے تاخیر تر کرتے ہوئے اب صبح دم طلوع ہونے لگا تھا۔ جب بھی کبھی چاند نے شاخوں کو تنہا چھوڑ کر مرغ کی بانگ پر ابھرنا شروع کر دیا تو راتیں کوئلوں کی مانند سیاہ پڑ گئیں۔

ایزن ما اور اس کی ماں یام کا فوفو اور کڑوے پتوں کی یخنی پی کر فرش پر بچھی چٹائی پر بیٹھی تھیں۔ پام کے تیل کا دیا زرد روشنی اگل رہا تھا۔ رات کے اس اندھیرے میں دیئے کے بغیر کھانا ناممکن تھا۔ اس قدر اندھیرے میں کسی کو کیا پتہ چلتا کہ اس کا منہ کہاں ہے۔ اوکونک وو کے احاطے میں تیل کے دیئے چاروں جھونپڑیوں میں جل رہے تھے۔ ہر جھونپڑی دوسری جھونپڑیوں سے ایسی زرد، نیم روشن، نرم کومل آنکھ نظر آتی جو بوجھل ٹھوس رات پہ جڑی ہو۔

کیڑوں مکوڑوں کی چھبتی ہوئی چیخیں رات ہی کا ایک حصہ ہوتی ہیں اور نوایا کی کے لکڑی کے ہاون دستے میں فوفو کوٹنے کی آواز کے سوا دُنیا خاموش تھی۔ نوابا کی چار احاطے دور رہتی تھی اور دیر سے کھانا پکانے کے لئے بدنام تھی۔ پڑوس کی ہر عورت نوایاں کی ہاون دستے کی آواز سے واقف تھی۔ یہ آواز بھی رات ہی کا جزو تھی۔ اوکونک وو اپنی بیویوں کے بھیجے ہوئے کھانوں میں سے کھا کر دیوار سے پیٹھ لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے تھیلے میں سے نسوار کی شیشی ڈھونڈ کر نکالی۔ اسے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر الٹایا لیکن اس میں سے کچھ نہ نکلا۔ اس نے شیشی گھٹنے پر بجائی تاکہ تمباکو کو ہلا سکے۔ اویکی کی نسوار کی یہی مصیبت تھی، بہت جلد نم آلود ہو جاتی تھی۔ اس میں قلمی شورہ زیادہ ہوتا۔ اوکونک وو نے ایک عرصے سے نسوار اس سے نہیں خریدی تھی۔ آئی ڈیگو البتہ ایسا آدمی تھا جسے پتہ تھا کہ اچھی نسوار کیسے پیسی جاتی ہے۔ لیکن وہ ان دنوں بیمار تھا۔

اکونک وو کو اپنی بیویوں کو جھونپڑیوں میں سے گاہ گاہ گانے کی دبی دبی اور باتیں کرنے کی ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں۔ جہاں پر ہر عورت اور بچے ایک دوسرے کو لوک کہانیاں سنا رہے تھے۔ اک وی فی اور اس کی بیٹی ایزن ما فرش پر بچھی چٹائی پر بیٹھی تھیں اور اب کہانی سنانے کی

باری اک وی فی کی تھی۔

اس نے کہنا شروع کیا ''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تمام پرندے آسمان پر ایک ضیافت میں مدعو کئے گئے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور اس بڑے دن کے لئے تیاریوں میں لگ گئے۔ اُنہوں نے کیم کی سرخ لکڑی سے اپنے جسموں کو رنگا اور ان پر یولی سے خوبصورت نقش ونگار بنائے۔ کچھوا یہ سب تیاریاں ہوتے دیکھ رہا تھا اور فوراً تاڑ گیا کہ ان تیاریوں کا کیا مطلب ہے۔ جانوروں کی دُنیا میں جو کچھ بھی ہوتا وہ کبھی اس کی نظروں سے چھپا نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ چالاکی اور مکاری کا پتلا تھا۔ جونہی اسے پتہ چلا کہ آسمان پر بہت بڑی ضیافت ہو رہی ہے تو اس کے تصور سے ہی اس کے گلے میں خارش ہونے لگی۔ ان دنوں قحط پڑا ہوا تھا اور اسے پیٹ بھر کے اچھا کھانے کھائے ہوئے کوئی دو چار چاند گزر چکے تھے۔ خالی خول میں اس کا جسم خشک ٹہنی کے ٹکڑے کی طرح کھڑکھڑاتا تھا۔ وہ کیونکر آسمان پر پہنچ سکے گا؟ اس کے لئے اس نے تجویزیں بنانا شروع کر دیں۔''

ایزن مانے ٹوکا ''لیکن اس کے تو پر ہی نہیں تھے''

''صبر کرو'' اس کی ماں نے کہا ''یہی تو کہانی ہے۔ کچھوے کے پر نہیں تھے اور وہ پرندوں کے پاس جا کے خواستگار ہوا کہ اسے بھی ہمراہ جانے کی اجازت دی جائے۔

''ہم تمہیں خوب جانتے ہیں، پرندوں نے اس کی بات سننے کے بعد کہا: تم میں مکاری کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور احسان فراموش ہو۔ اگر ہم نے تمہیں ساتھ جانے کی اجازت دے دی تو تم کوئی فتنہ پردازی شروع کر دو گے۔

''تم مجھے نہیں جانتے، کچھوے نے کہا، میں بالکل بدل چکا ہوں اور میں اب یہ بھی جان گیا ہوں کہ جو شخص دوسروں کے لئے مصیبت کھڑی کرتا ہے وہ اپنے لئے بھی مصیبت پیدا کر رہا ہوتا ہے۔

'' کچھوا ایک شریں زبان شخص تھا اور تھوڑے سے وقت میں تمام پرندوں نے تسلیم کر لیا کہ کچھوا اب ایک بدلا ہوا جانور ہے۔ ہر ایک پرندے نے اسے ایک ایک پنکھ دیا جن سے اس نے اپنے لئے دو پر تیار کر لئے۔

'' آخر وہ بڑا دن آن پہنچا۔ اکٹھے ہونے کے مقام پر کچھوا سب سے پہلے آن موجود ہوا۔ جب سب پرندوں مجتمع ہو گئے تو وہ مل کر ایک جھنڈ کی صورت میں روانہ ہوئے۔ کچھوا پرندوں کے

ساتھ اڑان میں بہت خوش تھا اور خوب باتیں بنا رہا تھا۔ جلد اُنہوں نے اسے جھنڈ کی جانب سے بات چیت کرنے کے لیے منتخب کر لیا کیونکہ وہ بہت اچھا مقرر تھا۔

''جب وہ اڑتے ہوئے اپنی راہ پر چلے جا رہے تھے تو کچھوے نے کہا: جب لوگ اس طرح کی بڑی ضیافتوں پر مدعو ہوتے ہیں تو ایسے مواقع کے لئے نام اختیار کیا کرتے ہیں۔ آسمان میں ہمارے میزبان توقع رکھتے ہوں گے کہ ہم اسی بہت پرانی رواج پر عمل پیرا ہوں گے۔،

''پرندوں میں سے کسی نے بھی اس رواج کے بارے میں کچھ نہیں سن رکھا تھا۔ لیکن اتنا معلوم تھا کہ کچھوا بہت سے معاملات میں اپنی کمزوریوں کے باوجود خوب جہاں گردی کو چکا تھا اور دیگر اقوام کے رسم و رواج سے واقف تھا۔ اور یوں ان میں سے ہر ایک نے نیا نام اختیار کر لیا۔ کچھوے نے بھی نیا نام رکھ لیا۔ اسے آپ سب کہہ کر مخاطب کیا جانا طے ہوا۔

''آخر وہ آسمان پر پہنچ گئے اور ان کے میزبان انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کچھوا اپنے کئی رنگوں کے بال و پر میں اُٹھ کر کھڑا ہوا اور دعوت دینے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ وہ اپنی تقریر میں اس قدر شریں مقال اور خوش گفتار تھا کہ تمام پرندے اس بات پر خوش تھے کہ وہاں سے ساتھ لے آئے اور جو کچھ وہ کہہ رہا تھا اس کی تائید میں سر ہلا رہے تھے۔ ان کے میزبان اسے پرندوں کا بادشاہ سمجھے، بالخصوص اس لئے کہ دیکھنے میں وہ دوسروں سے کسی قدر مختلف تھا۔ کولانٹ پیش ہو چکے اور کھائے جا چکے تو آسمان والوں نے اپنے مہمانوں کے سامنے حد درجہ لذیذ کھانے پیش کئے۔ ایسے کھانے کچھوے نے کبھی اصل زندگی میں تو کہاں دیکھنے تھے۔ خواب میں بھی نہیں دیکھے تھے۔ یخنی آگ پر سے گرم گرم جس برتن میں پکی تھی اسی میں لا کر پیش کی گئی۔ گوشت اور مچھلی کی اس میں بھرمار تھی۔ کچھوے نے با آواز بلند سونگھنا شروع کر دیا۔ وہاں پر کوٹے ہوئے یام تھے اور پام کے تیل میں مچھلی کے ساتھ برتن میں پکائے یام تھے۔ پام کی راب کے خم کے خم تھے۔ جب ہر چیز مہمانوں کے سامنے پروس دی گئی تو آسمان والوں میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور اس نے ہر ایک برتن سے ذرا ذرا کھانا لے کر چکھا اور پھر پرندوں کو کھانا شروع کرنے کی دعوت دی۔ اس پر کچھوا اچھل کر اُٹھا اور پوچھنے لگا آپ نے یہ ضیافت کس کے لیے تیار کی ہے؟''

''اس شخص نے جواب دیا، آپ سب کیلئے''

'' کچھوا پرندوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا تمہیں یاد ہے کہ میرا نام، آپ سب ہے۔ یہاں کا رواج یہ ہے کہ پہلے سب کی جانب سے بولنے والے کو کھانا کھلایا جاتا ہے بعد میں

دوسروں کو کھلایا جاتا ہے جب میں کھا چکوں گا تو تمہیں کھانا دیا جائے گا۔

''وہ کھانے لگا اور پرندے رنج میں آ کر گڑگڑانے لگے۔ آسمان والے لوگ سمجھے کہ شاید یہ ان کا رواج ہو کہ پورا دستر اخوان بادشاہ کے حوالے کر دیا جائے۔ یوں کچھوے نے کھانے کا بہترین حصہ کھایا۔ دو گھڑے پام کی شراب کے پیے حتیٰ کہ وہ کھانے اور شراب پر ہو گیا۔ اور اب اس کا خول اس کے جسم سے بھر گیا۔

''جو کچھ بچ رہا تھا وہ کھانے کے لیے اور ان ہڈیوں پر ٹھونگے مارنے کے لیے جو کچھوے نے جگہ جگہ پورے فرش پر بکھرائی ہوئی تھیں پرندے اکٹھے ہوئے۔ ان میں سے کچھ تو اتنے زیادہ رنجیدہ تھے کہ کچھ نہ کھا سکے۔ اُنہوں نے خالی پیٹ ہی گھر واپس اڑ جانے کا فیصلہ کیا لیکن جانے سے پہلے ان میں سے ہر ایک نے کچھوے کو ادھار دیا اپنا پَر واپس لے لیا۔ اب وہ اپنے سخت خول کے اندر کھانے اور شراب سے بھرا کھڑا تھا اور واپس گھر اڑ کر جانے کے لیے پر نہیں تھے! اس نے پرندوں سے کہا کہ اس کا پیغام بیوی تک پہنچا دیں لیکن سب نے انکار کر دیا۔ آخر میں طوطے نے جو کہ سب سے زیادہ رنجیدہ تھا دفعتاً اپنا ارادہ بدلا اور اس کا پیغام لے جانے پر آمادہ ہو گیا۔

''کچھوا کہنے لگا، میری بیوی سے کہنا کہ وہ گھر کی تمام نرم چیزیں باہر نکال کر صحن کو ان سے ڈھانپ دے تا کہ میں کوئی بڑا خطرہ مول لئے بغیر آسمان سے نیچے چھلانگ لگا سکوں۔ طوطے نے پیغام پہنچانے کا وعدہ کیا اور اڑ گیا۔ لیکن جب وہ کچھوے کے گھر پہنچا تو اس کی بیوی سے کہا کہ گھر کی تمام سخت چیزیں نکال کر صحن کو ان سے ڈھانپ دے تا کہ میں کوئی بڑا خطرہ مول لئے بغیر آسمان سے نیچے چھلانگ لگا سکوں۔ پس اس نے اپنے خاوند کے کدال، نیزے، بندقیں حتیٰ کہ توپ بھی باہر صحن میں لا ڈالی۔ کچھوے نے آسمان سے دیکھا کہ اس کی بیوی کچھ صحن میں لا لا کر رکھ رہی ہے۔ مگر اتنی دور سے یہ دیکھنا کہ وہ کیا چیزیں ہیں مشکل تھا۔ جب کچھوے کو ہر چیز تیار محسوس ہوئی تو اس نے اپنے آپ کو گرا دیا۔ وہ گرتا رہا، گرتا رہا، گرتا رہا حتیٰ کہ اسے خوف محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیشہ گرتا ہی چلا جائے۔ آخر وہ توپ کی سے آواز پیدا کرتا ہوا صحن میں آ گرا۔''

ایزن مانے پوچھا ''کیا وہ مر گیا؟''

اک دی فی نے کہا ''نہیں۔ اس کا خول ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ لیکن پڑوس میں ایک بڑا جادوگر تھا۔ کچھوے کی بیوی نے اسے بلوایا اور اس نے خول کے تمام ٹکڑے جمع کر کے انہیں

جوڑ دیا۔اسی لئے کچھوے کا خول ہموار نہیں ہوتا‘‘

’’کہانی میں کوئی گیت تو تھا ہی نہیں‘‘ایزن ما نے کمی کی طرف اشارہ کیا۔

’’ہاں اس میں گیت نہیں تھا۔اک وی فی نے کہا’’میں اب اور کہانی جو گیت والی ہو سوچتی ہوں۔ویسے اب باری تمہاری ہے۔‘‘

ایزن ما گویا ہوئی’’ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کچھوا اور بلی یا موں کے خلاف کشتی کرنے گئے .... نہیں نہیں بھئی ابتدا یوں نہیں .... میں پھر سے شروع کرتی ہوں۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جانوروں کی سر زمین میں سخت قحط پڑ گیا۔سوائے بلی کے ہر جانور دبلا پڑ گیا۔بلی موٹی تازی تھی اور لگتا تھا کہ جیسے اس کے جسم پر تیل مل دیا گیا ہو۔‘‘اتنے میں ایک بلند اور تیز آواز نے ابھر کر رات کی خاموشی کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔یہ چالی لو کی آواز تھی جو اگ بالا کی پجارن تھی۔اور پیش گوئیاں کر رہی تھی۔یہ کوئی عجیب بات نہ تھی۔کبھی کبھی جب چائی او پر دیوتا کی روح قابض ہو جاتی تو وہ پیش گوئیاں کرنی شروع کر دیتی۔لیکن آج شب اس کی پیش گوئیوں اور سلام وتسلیم کا مخاطب اوکونک وو تھا۔اس لئے اس کے خاندان کا ہر فرد غور سے سننے لگا اور لوک کہانیاں کہی جانی بند ہو گئیں۔

’’آگ بالا ڈووو!اگ بالا اکینو ڈووووو‘‘ کی صدا بھری جو رات کو تیز چاقو کی طرح کاٹتی ہوئی گزر رہی تی ’’اوکونک وو!اگ بالا اکینی گیوہ!اگ بالا چولوا تو اڈایا ایزن ماووو!‘‘ایزن ما کا نام آنے پر اک وی فی نے اس جانور کی طرح سے جس نے ہوا میں موت کی بو سونگھ لی ہو تیزی سے اپنے سر کو جھٹکا دیا۔اس کا دل اس کے اندر اس زور سے اچھلا کہ اسے درد محسوس ہوا۔

پجارن اب اوکونک وو کے صحن تک پہنچ چکی تھی اور اس کی جھونپڑی کے باہر اس سے گفتگو کر رہی تھی۔وہ بار بار یہی کہے جا رہی تھی کہ اگ بالا اس کی بیٹی ایزن ما سے ملنا چاہتا ہے۔اوکونک وو اس سے التماس کر رہا تھا کہ وہ صبح کو آئے کیونکہ اس وقت ایزن ما سو رہی ہے۔لیکن چائی لو جو کچھ وہ کہنے کی کوشش کر رہا تھا اسے پس پشت ڈالتے ہوئے یہی چلائے جا رہی تھی کہ اگ بالا اس کی بیٹی سے ملنا چاہتا ہے۔اس کی آواز دھات کی آواز کی طرح صاف تھی۔جو کچھ وہ کہہ رہی تھی اوکونک وو گھرانے کی عورتیں اور بچے اپنی جھونپڑیوں میں بیٹھے سن رہے تھے۔اوکونک وو ابھی تک عذر کئے جا رہا تھا کہ لڑکی پچھلے کچھ عرصے سے بیمار چلی آ رہی ہے اور سو گئی ہے۔اک وی فی نے فوراً اسے اُٹھایا اور لے جا کر اپنے سونے والے کمرے میں بانس کے

MashalBooks.com

اونچے بستر پر لٹا دیا۔

پجارن چلائی ''خبردار! اوکونک ود'' اس نے متنبہ کیا ''اگ بالا سے بات کرتے وقت احتیاط لازم ہے۔ کیا جب دیوتا بات کرتا ہے تو انسان بولتا ہے؟ خبردار!''

وہ اوکونک وو کی جھونپڑی میں سے گزرتی ہوئی گول صحن میں پہنچ گئی اور سیدھی اک دی فی کی جھونپڑی کی طرف چل دی۔ اوکونک وو اس کے پیچھے پیچھے آیا۔ وہ پکاری ''اک وی فی اگ بالا تمہیں سلام دیتا ہے، میری بیٹی ایزن ما کہاں ہے؟ اگ بالا اس سے ملنا چاہتا ہے''

اک وی فی اپنے بائیں ہاتھ میں تیل کا دیا اُٹھائے جھونپڑی سے باہر آ گئی۔ آہستہ آہستہ ہوا چل رہی تھی اس لئے دیئے کی لو کی حفاظت کے لئے اس نے دائیں ہاتھ کو خم دے کر اس کے لیے اوٹ کی ہوئی تھی۔ نووئی کی ماں بھی دیا اُٹھائے ہوئے اپنی جھونپڑی سے برآمد ہوئی۔ بچے بھی یہ عجیب سانحہ دیکھنے کے لئے اپنی اپنی جھونپڑی سے نکل کر دوسروں کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔

اک وی فی نے پوچھا ''اگ بالا اس سے کہاں ملنا چاہتا ہے؟''

پجارن نے جواب دیا ''پہاڑوں اور غاروں میں، اپنے گھر میں اور کہاں؟''

اک وی فی نے ثابت قدمی سے کہا ''میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔''

''ٹوفایا'' پجارن نے پھنکارا۔ اس کی آواز میں وہ تڑاقا تھا جیسی کہ خشک موسم میں بادل کی غصیلی کڑک ہوتی ہے۔ ''اے عورت! قوی اگ بالا کے روبرو اپنی مرضی سے جانے کی جرات تمہیں کیونکر ہوئی؟ خبردار! اے عورت ایسا نہ ہو کہ تم اس کے غضب کی زد میں آ جاؤ۔ میری بیٹی کو میری پاس لے آؤ۔''

اک دی فی اپنی جھونپڑی میں گئی اور ایزن ما کو ساتھ لیے واپس آ گئی۔

''آؤ میری بیٹی'' پجارن نے کہا ''میں تمہیں اپنی کمر پر اٹھا کر لے جاؤں گی، بچہ ماں کی پشت پر ہو تو اسے سفر کی طوالت کا پتہ نہیں چلتا۔''

ایزن ما رونے لگی وہ چائی لو سے میری بیٹی کا تخاطب سننے کی عادی تھی لیکن زرد مدھم روشنی میں جس چائی لو کو وہ دیکھ رہی تھی وہ تو کوئی اور ہی چائی لو تھی۔

''نہ رو میری بیٹی'' چائی لو نے کہا ''کہیں ایسا نہ ہو کہ اگ بالا تو تم سے ناراض ہو جائے۔''

اک دی فی نے کہا ''نہ رو ایزن ما، یہ ابھی تمہیں واپس لے آئے گی۔ میں تمہیں کھانے

کے لیے کچھ مچھلی دیتی ہوں''۔

وہ پھر جھونپڑی میں گئی اور وہاں سے دھوئیں سے کالی ٹوکری اُٹھالائی جس میں وہ سوکھی مچھلی اور یخنی کے دوسرے اجزاء رکھتی تھی۔اس نے ایک ٹکڑے کو دو کیا اور ایک حصہ ایزن ما کو پکڑا دیا جو اس سے چمٹی ہوئی تھی۔

اک دی فی نے اس کا سر جو مختلف جگہوں سے باقاعدہ نقش بنانے کے لیے منڈا ہوا تھا تھپتپاتے ہوئے کہا''ڈرو نہیں''۔وہ دوبارہ باہر نکلے۔پجارن گھٹنا ٹیک کر جھک گئی اور ایزن ما اس کی پشت پر سوار ہوگئی۔اس کی بائیں ہتھیلی میں مچھلی بھینچی ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے چمک رہی تھیں۔

''اگ بالا ڈووو.....اگ بالا اکینی ڈووو .....

چائی لو اک بار پھر اپنے دیوتا کی مہما گانے لگی۔وہ یکدم مڑی اور اوکونک وو کی جھونپڑی کے چھجے کے قریب سے بہت جھک کر گزرتی ہوئی نکل گئی۔ایزن ما اپنی ماں کو پکارتی ہوئی زور زور سے رو رہی تھی۔دونوں آوازیں دبیز اندھیرے میں گم ہوگئیں۔

آوازوں کے رخ کھڑی اندھیرے میں گھورتی ہوئی اک وی فی یوں لگ رہی تھی جیسے وہ کوئی مرغی ہو جس کا اکلوتا چوزہ چیل اُٹھالے گئی ہو۔دفعتاً ایک عجیب سی نقاہت اس پر امنڈ پڑی۔ جلد ہی ایزن ما کی آواز ماند پڑتی چلی گئی اور صرف چائی لو کی آگے بڑھتے جانے کی صدائیں آرہی تھیں۔

اوکونک وو نے اپنی جھونپڑی کو لوٹتے وقت کہا''تم وہاں یوں کیوں کھڑی ہو جیسے اسے اغوا کرلیا گیا ہو۔''

نووئی کی ماں کہنے لگی''وہ اسے جلد واپس لے آئے گی''

لیکن اک وی فی نے ڈھارس بندھانے والے الفاظ نہ سنے۔وہ ذرا سے وقفے کیلئے کھڑی رہی اور پھر فوراً ہی ایزن ما کے پیچھے جانے کا ارادہ بنالیا۔وہ تیزی سے اوکونک وو کی جھونپڑی میں سے گذرتی ہوئی باہر نکل گئی۔اوکونک وو نے پوچھا''تم کہاں جارہی ہو؟''اس نے جواب دیا'' میں چائی لو کے پیچھے جارہی ہوں''اور اندھیرے میں غائب ہوگئی۔اوکونک وو نے گلا صاف کیا اور قریب رکھے بکری کی کھال کے تھیلے میں سے نسوار کی شیشی نکالی۔

پجارن کی آواز فاصلے کے باعث ابھی سے مدہم ہوتی جارہی تھی۔اک وی فی جلدی

جلدی بڑی پگڈنڈی پر پہنچی اور پھر آواز کے رخ بائیں طرف گھوم گئی۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں اس کے لیے بیکار ہو کر رہ گئی تھیں لیکن اس کے باوجود اس نے اپنا راستہ ریتلی پگڈنڈی پر آسانی سے تلاش کر لیا جس کے دونوں کناروں پر شاخوں اور نم آلود پتوں نے باڑھ بنا رکھی تھی۔ اس نے اپنی چھاتیوں کو ہاتھوں میں پکڑ لیا تا کہ اس کے جسم سے ٹکرا کر تھل تھلاہٹ کا شور نہ کریں اور دوڑنے لگی۔ اس کا بایاں پاؤں زمین سے باہر نکلی ہوئی ایک جڑ سے ٹکرایا اور وہ خوف و ہراس کی گرفت میں پہنچ گئی۔ یہ تو بدشگونی تھی۔ وہ اور تیز دوڑنے لگی لیکن چائی لو کی آواز تو ابھی بہت دور تھی۔ کیا وہ بھی دوڑتی جا رہی تھی؟ وہ ایزن ما کو کمر پر لاد کر اتنی تیز کیونکر جا سکتی تھی؟ اگرچہ رات ٹھنڈی تھی لیکن اک وی فی کو دوڑنے کی وجہ سے گرمی لگنے لگی۔ اسے بار بار گھنی بوٹیوں اور بیلوں پر سے گزرنا پڑتا جو راستے پر آڑی اگی ہوئی تھیں۔ ایک بار وہ ان میں الجھ کر گر بھی پڑی۔ اس وقت اسے ایک جھٹکے سے احساس ہوا کہ چائی لو نے گنگنانا بند کر دیا ہے۔ اس کا دل بہت شدت سے دھڑک اُٹھا اور وہ ساکت کھڑی رہی۔ اس کے بعد چائی لو کی گنگناہٹ کا نیا ریلا چند قدم آگے سے جاری ہو گیا۔ لیکن اک وی فی اسے دیکھ نہیں سکتی تھی۔ دیکھنے کی کوشش میں اس نے ذرا سے وقفے کیلئے آنکھیں بند کر کے پھر کھولیں لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا وہ اپنی ناک سے آگے دیکھنے میں ناکام تھی۔

آسمان پر کوئی ستارہ نہ تھا کیونکہ برسنے والا بادل چھایا ہوا تھا۔ جگنو اپنے ننھے ننھے سبز لیمپ لئے ادھر ادھر اڑتے پھر رہے تھے۔ جس سے اندھیرا اور زیادہ گھنا ہو جاتا تھا۔ چائی لو کی طرف سے وقفے وقفے سے آنے والی بھجنوں کی روں روں کے درمیان جنگلی کیڑوں کی تیکھی آواز کی تھر تھراہٹ اندھیرے کی بنت میں مل کر رات کو زندہ رکھے ہوئے تھی۔

''اگ بالا ڈووو.....اگ بالا اکینی ڈووو .....

اک وی فی بھی پیچھے پیچھے گھسٹتی چلی جا رہی تھی۔ نہ تو وہ ان کے زیادہ نزدیک پہنچتی اور نہ ہی بہت زیادہ پیچھے رہتی۔ اس نے سوچا کہ وہ ضرور متبرک غار کی طرف جا رہی ہو گی اب جب کہ وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی تو اس کے پاس سوچنے کی مہلت تھی۔ جب وہ غار پر پہنچ جائیں گی تب اسے کیا کرنا ہو گا؟ وہاں داخل ہونے کی جسارت تو وہ کر نہیں سکتی اس لئے اکیلی کو اس خوفناک جگہ پر غار کے دہانے کے باہر انتظار کرنا ہو گا۔ اس نے رات کی تمام دہشتوں کا تصور کیا۔ اسے بہت زمانہ پہلے کی وہ رات یاد آ گئی جب اس نے ''اوگ بو۔ آ گالی۔ اوڈو'' دیکھی تھی جو کہ ان بدروحوں

میں سے ایک تھی جو ماضی میں کہیں بہت پہلے قبیلے نے اپنے دُشمنوں کے خلاف طاقتور جادو کے زور سے اس جہاں پروارد کی تھیں۔لیکن اب وہ ان کو قابو میں رکھنے کا طریقہ بھول چکے تھے۔ایسی ہی ایک اندھیری رات میں اک وی فی اپنی ماں کے ساتھ ندی سے واپس آرہی تھی تو اُنھوں نے اس کی چمک دیکھی جب وہ ان کی جانب اڑتی ہوئی آرہی تھی۔ وہ گھڑے پھینک کر سڑک کے کنارے لیٹ گئی تھیں۔انہیں ڈر تھا کہ وہ خوفناک روشنی ان پر آ کر گرے گی اور انہیں مار دے گی۔ اک وی فی کی زندگی میں بس وہ ہی ایک موقع ایسا گزرا تھا جب اس نے ''اوگ بو۔ آ گالی۔اوڈو دیکھی ..... اگرچہ اب اسے گزرے بہت زمانہ بیت چکا تھا لیکن جب کبھی اسے وہ رات یاد آجاتی تو اس کا خون خشک ہوجاتا۔

اب پچارن کی آواز لمبے لمبے وقفوں کے بعد آنے لگی لیکن اس کی قوت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔اوس سے ہوا ٹھنڈی اور نم آلود ہوچکی تھی۔ایزن ما نے چھینک ماری۔اک وی فی زیرلب بولی ''زندہ رہو،میری بیٹی!اسی لمحے پچارن نے بھی کہا'' زندہ رہو،میری بچی'' اندھیرے سے آئی ایزن ما کی آواز نے اس کی ماں کا دل گرما دیا۔وہ آہستہ آہستہ چلتی رہی۔

پچارن چیخ کر بولی ''کوئی میرے پیچھے چل رہا ہے۔تم روح یا انسان جو بھی ہو اگ بالا تمہارا سر کند استرے سے مونڈے ،تمہارے گردن یوں مروڑے کہ تمہیں اپنی ایڑیاں نظر آجائیں۔''

اک وی فی انہیں قدموں پر جم کے رہ گئی۔ایک دل کہتا تھا کہ ''عورت!پیشتر اس کے کہ تو اگ بالا کے ہاتھوں نقصان اُٹھائے گھر واپس چلی جا۔''لیکن ایسا کرنا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔وہ کھڑی رہی جب تک کہ چائی لو کے چلتے جانے سے ان کے درمیان فاصلہ خاصا بڑھ نہ گیا۔اس کے بعد وہ پھر پیچھے چلنے لگی۔وہ اب تک اتنا فاصلہ طے کر چکی تھی اسے اپنا سر اور اعضا سن ہوتے محسوس ہونے لگے۔اس پر اسے خیال آیا کہ وہ غار کی طرف تو جا ہی نہیں رہے بلکہ بہت دیر پہلے اس سے گزر آئے ہوں گے۔تو وہ یقیناً یوموآ چی جو کہ قبیلے کا دور ترین گاؤں وہاں جا رہے ہوں گے۔چائی لو کی آواز اب اور بھی لمبے وقفوں کے بعد آنے لگی۔

اک وی فی کو محسوس ہوا کہ رات قدرے سبک ہوگئی ہے ، بادل ہٹ گئے ہیں اور کچھ ستارے بھی نکل آئے ہیں۔چاند اپنا رنج وغم بھلا کے طلوع ہونے کی تیاری میں ہوگا۔جن راتوں میں چاند دیر سے نکلتا تو لوگ کہتے کہ وہ کھانے سے گریزاں ہے،جیسے رنجیدہ خاوند بیوی سے لڑ کر

اس کا کھانا کھانے سے انکاری ہوتا ہے۔

''اگ بالا ڈووو.....اگ بالا اکینی ڈووو .....!''

یہ بالکل ویسے ہی تھا جیسے اس نے سوچا تھا۔ پجارن اب یوموآچی گاؤں کو سلام پیش کر رہی تھی۔ جتنا فاصلہ اُنہوں نے طے کیا تھا۔ وہ نا قابل یقین تھا۔ جب وہ جنگل کے تنگ راستے سے نکل کر گاؤں کے کھلے میدان میں پہنچے تو اندھیرا نرم پڑ گیا اور درختوں کی مبہم شکلیں دیکھنی ممکن ہو گئیں۔ اپنی بیٹی اور پجارن کو دیکھنے کی کوشش میں اک وی فی نے اپنی آنکھیں سکیڑیں لیکن جب بھی اس نے خیال کیا کہ ان کی شبیہہ نظر آئی ہے تو وہ فوراً ہی اندھیرے کے پگھلتے ہوئے ڈلے کی مانند حل ہو گیا۔ وہ سن سی ہوئی چلتی گئی۔

چائی لو کی آواز اب اسی تواتر سے آنے لگی جیسی ابتدا میں چلتے وقت آ رہی تھی۔ اک وی فی کو کھلے پن کا احساس ہو رہا تھا اور اس نے اندازہ لگایا کہ وہ ضرور گاؤں کے کھیل کے میدان ہوں گے۔ اس نے دفعتاً ایک جھٹکے سے محسوس کیا کہ چائی لو اب آگے نہیں بڑھ رہی بلکہ واپس ہو رہی تھی۔ اک وی فی تیزی سے اس کی پسپائی کی سیدھ سے ہٹ گئی۔ چائی لو قریب سے گزر گئی اور جس راستے سے آئی تھی اسی پر واپس لوٹ رہی تھی۔

یہ ایک لمبا اور تھکا دینے والا سفر تھا اور اک وی فی نے راستے کا زیادہ حصہ کسی نیند میں چلنے والے شخص کے سے احساس سے طے کیا تھا۔ چاند اگرچہ ابھی آسمان پر نمودار نہیں ہوا تھا لیکن وہ یقیناً طلوع ہونے والا تھا اور اس کی روشنی نے ابھی سے اندھیرے کو پگھلانا شروع کر دیا تھا۔ اک دی فی اب پجارن اور اس کے بوجھ کی شبیہ کی تمیز کر سکتی تھی اس نے اپنی رفتار کم کر دی تا کہ ان کا درمیانی فاصلہ بڑھ جائے۔ چائی لو اگر دفعتاً مڑے اور اسے دیکھ لے تو پھر جو کچھ ہو گا اس سے وہ خوفزدہ تھی۔

وہ چاند کے نکلنے کی دُعا کرتی رہی تھی لیکن اب اس نے محسوس کیا کہ چاند کی ابتدا سے طلوع کی نیم روشنی اندھیرے سے زیادہ خوفناک تھی کیونکہ جہاں اس وقت مبہم، گمانی اشکال سے معمور تھا جو اس کی مستقل ٹکٹکی سے حل ہو کر پھر نئی ہستیوں میں ظاہر ہو جاتا۔ ایک مرحلے پر تو اک وی فی اتنی خوفزدہ ہوئی کہ وہ چائی لو کو انسانی ہمدردی اور دوسراہٹ کے لئے پکارنے پر تل گئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک انسانی وضع قطع کی چیز یام کے درخت پر یوں چڑھتی جا رہی ہے کہ سر اس کا زمین کے رخ ہے اور ٹانگیں آسمان کی جانب۔ لیکن اسی لمحے چائی لو کی کسی روح کے تعریف میں آئی

گنگناہٹ کی آواز پھر سے ابھری اور اک وی فی اپنے ارادے سے باز رہی کیونکہ اس وقت چائی لو میں سے انسانیت مفقود ہو چکی تھی۔ یہ وہ چائی لو تو نہیں تھی جو اس کے ساتھ منڈی میں بیٹھتی اور بعض اوقات ایزن ما کو سیم کے کیک خرید دیتی اور اسے اپنی بیٹی کہتی ۔ یہ تو کوئی اور عورت تھی....اگ بالا کی پجارن ، پہاڑوں اور غاروں کی ہاتف غیبی۔ اک وی فی دو فوفوں کے درمیان گھری پیچھے پیچھے چل رہی تھی ۔ اپنے سن پاؤں کی آواز اسے یوں لگتی جیسے اس کے پیچھے چلے آتے کسی دوسرے شخص کے چلنے کی آواز ہو۔ اس نے بازو اپنی ننگی چھاتیوں پر باندھے ہوئے تھے۔ اوس خوب پڑ رہی تھی اور ہوا خنک تھی۔ وہ سوچنے کے قابل نہ رہی تھی، حتیٰ کہ رات کی دہشتوں کے بارے میں بھی نہ سوچ سکتی تھی ۔ وہ نیم خوابیدگی کے عالم میں محض قدم دھرتی چلی جارہی تھی۔ البتہ جب چائی لوگانا شروع کر دیتی تو وہ پوری طرح جاگ اُٹھتی۔

آخر اُنہوں نے ایک موڑ کاٹا اور غاروں کی طرف رخ کر لیا اس کے بعد سے چائی لو نے بھجنوں کا الاپ روکا نہیں۔ وہ اپنے دیوتا کو بے شمار ناموں سے سلام پیش کر رہی تھی ...... مستقبل کا مالک ، زمین کا پیغامبر ، وہ دیوتا جو انسان کو اس وقت مار دیتا ہے جس وقت زندگی اسے سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اک وی فی کی بھی آنکھ کھل گئی اور اس کے سن ہوتے ہوئے خوف پھر سے تازہ ہو گئے۔

چاند اب اونچا ہو چکا تھا اور وہ چائی لو اور ایزن ما کو صاف دیکھ سکتی تھی۔ ایک عورت اتنے بڑے بچے کو اتنی دور تک ایسی آسانی سے کیونکر اُٹھا کر لا سکتی ہے۔ یہ ایک معجزہ تھا لیکن اک وی فی اس بارے میں نہیں سوچ رہی تھی کیونکہ اس شب چائی لو عورت نہیں تھی۔

"آگ بالا ڈووو! اگ بالا اکینی ووو! چی نگ بوماڈو یو بوسی نڈو یا ناٹو یا اوٹو ڈالووو!"

اک وی فی ابھی سے چاندنی میں دھندلائی ہوئی پہاڑیاں دیکھ سکتی تھی۔ وہ ایک گول دائرے کی صورت میں تھیں ان پر ایک مقام پر شگاف تھا جہاں سے پیدل چلنے کا راستہ نکل کر دائرے کے وسط میں پہنچتا تھا۔

جونہی پجارن نے پہاڑیوں کے اس دائرے میں پاؤں رکھا تو نہ صرف اس کی آواز طاقت میں دو چند ہو گئی بلکہ آواز تمام اطراف و جوانب سے پلٹ کر واپس آنے لگی۔ یہ یقیناً ایک بہت بڑی دیوتا کہ درگاہ تھی۔ اک وی فی نے اپنے لئے راہ احتیاط اور خاموشی سے منتخب کی اس نے ابھی سے اپنے وہاں آنے کے فیصلے کی دانش پر شک کرنا شروع کر دیا۔ اس نے سوچا کہ ایزن ما کو

MashalBooks.com

کچھ نہیں ہوگا اور اگر اسے کچھ ہوا تو کیا وہ اسے روک سکتی ہے؟ وہ زیرِ زمین غاروں میں داخل ہونے کی جرات نہیں کر سکتی۔ اس نے سوچا کہ اس کا آنا قطعی بے سود تھا۔

جب یہ چیزیں اس کے ذہن میں گزر رہی تھیں تو اسے یہ محسوس نہیں ہوا کہ وہ دونوں غار کے دہانے کے کس قدر قریب ہیں اور یوں جب پجارن ایزن ما کے ساتھ ایک سوراخ میں جو بمشکل ایک مرغی کے گزرنے کیلئے کافی تھا غائب ہوگئی تو اک وی فی دوڑ پڑی، گویا وہ انہیں روک لے گی۔ جب وہ کھڑی اس دائرہ نما تاریکی کو گھور رہی تھی جس نے پجارن اور ایزن ما کو نگل لیا تھا تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل پھوٹ پڑا اور اس نے دل میں قسم کھائی کہ اگر ایزن ما کے رونے کی آواز آئی تو وہ اسے دُنیا بھر کے دیوتاؤں کے خلاف محفوظ کرنے کے لیے غار میں کود جائے گی اور اس کے ساتھ ہی مر جائے گی۔

یہ قسم کھانے کے بعد وہ آگے بڑھے ہوئے پہاڑ کے سنگین چھجے پر انتظار میں بیٹھ گئی۔ اب اس کا خوف غائب ہو گیا۔ وہاں پجارن کی آواز سن سکتی تھی۔ غار کے کھلے خلاء نے پجارن کی آواز میں سے دھات کا عنصر چھین لیا تھا۔ اس نے انتظار میں اپنا چہرہ اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس نے اپنی پشت پر کچھ شور سنا ہوگا اسی لئے تو وہ تیزی سے مڑی۔ وہاں ایک آدمی ہاتھ میں تیغچہ لئے کھڑا تھا اک وی فی کی چیخ نکل گئی اور اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

''بیوقوف نہ بنو'' اوکونک وو کی آواز نے کہا ''میرا خیال تھا تم چائی لو کے ساتھ خانقاہ کے اندر جاؤ گی'' اس نے مذاق اڑایا۔

اک وی فی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تشکر کے آنسوؤں سے اس کی آنکھیں بھر آئیں اسے پتہ تھا کہ اس کی بیٹی محفوظ ہے۔

اوکونک وو نے کہا ''تم گھر جا کے سو جاؤ میں یہاں انتظار کروں گا''

جب وہ دونوں وہاں اکٹھے کھڑے تھے تو اک وی فی کا ذہن ان دنوں کی طرف لوٹ گیا جب وہ جوان تھے۔ اک وی فی نے اینی سے شادی کی ہوئی تھی کیونکہ اس زمانے میں اوکونک وو اتنا غریب تھا کہ شادی نہیں کر سکتا تھا۔ اینی سے شادی کے دو سال بعد اس کے لئے مزید برداشت کرنا ممکن نہ رہا اور وہ اوکونک وو کے پاس بھاگ آئی۔

نور کا تڑکا ہو چکا تھا چاند ابھی چمک رہا تھا۔ وہ ندی سے پانی لینے جا رہی تھی۔ اوکونک وو کا گھر ندی کے راستے میں تھا۔ اس نے اندر جا کر اس کے دروازے پر دستک دی وہ باہر آ گیا۔ اس

زمانے میں بھی وہ زیادہ باتونی آدمی نہیں تھا۔ اکونک وو نے اسے اُٹھایا اور اپنے بستر پر لے گیا اور اندھیرے میں اس کے کپڑے کے کھلے سرے تلاش کرنے کے لیے کمر ٹٹولنے لگا۔

MashalBooks.com

بارھواں باب

دوسری صبح سارے اڑوس پڑوس میں جشن کا سماں تھا کیونکہ اوکونک وو کا دوست اوباریکا اپنی بیٹی کی ''یوری'' منا رہا تھا۔ یہ وہ دن ہوتا ہے جب کہ منگیتر دلہن کی قیمت (استری دھن) کا بیشتر حصہ پہلے ہی ادا کر چکا ہوتا ہے اور وہ نہ صرف دلہن کے والدین اور قریبی عزیزوں کے لئے بلکہ پوری برادری اور دور نزدیک کے تمام قرابت داروں کے لئے جنہیں ''یومنا'' کہتے ہیں یام کی شراب لے کر آتا ہے۔ ہر شخص مدعو تھا..... مرد، عورتیں اور بچے لیکن حقیقت میں یہ عورتوں کی رسم ہوتی ہے اور اس میں دلہن اور اس کی ماں کی حیثیت مرکزی ہوتی ہے۔

جونہی دن چڑھا جلدی جلدی ناشتہ کیا گیا۔ عورتیں اور بچے اوباریکا کے صحن میں اکٹھے ہونے لگے تاکہ پورے گاؤں کے لئے کھانا پکانے کی مشکل مگر مسرت انگیز کام میں دلہن کی ماں کا ہاتھ بٹا سکیں۔

پڑوس کے دوسرے خاندانوں کی مانند اوکونک وو کا خاندان بھی ''یوری'' کے سلسلے میں خوب مصروف تھا۔ نووئی کی ماں اور اوکونک وو کی سب سے چھوٹی بیوی اپنے تمام بچوں کے ساتھ اوباریکا کے صحن کی طرف جانے کے لیے بالکل تیار تھے۔ نووئی کی ماں نے کوکو یام کی ٹوکری، تمک کا ڈلا اور دھوانکھ مچھلی اوباریکا کی بیوی کو تحفہ دینے کے لیے اُٹھا رکھے تھے۔ اوکونک وو کی سب سے چھوٹی بیوی اوجی یو گوبھی پکانے والے کیلوں کی ایک ٹوکری، کوکو یام اور رغن یام کا ایک چھوٹا برتن لے جا رہی تھی۔ انکے بچوں نے پانی سے بھرے برتن اُٹھا رکھے تھے۔

اک وی فی گذشتہ رات کے تھکا دینے والے تجربوں کے سبب نیند محسوس کر رہی تھی۔ انہیں واپس پہنچے ابھی کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ پجارن سوئی ہوئی ایزن ما کو کمر پر لادے خانقاہ میں سے سانپ کی طرح پیٹ کے بل رینگ کر نکلی۔ اس نے اوکونک وو اور اک وی فی پر نظر تک نہ ڈالی اور نہ ہی انہیں غار کے دہانے پر موجود پا کر کسی تعجب کا اظہار کیا۔ وہ سیدھا سامنے تکتی رہی

اور چلتے چلتے واپس گاؤں پہنچ گئی۔ اوکونک وو اور اس کی بیوی پیچھے پیچھے مناسب فاصلہ رکھتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ پجارن اپنے گھر جائے گی لیکن وہ اوکونک وو کے صحن میں آئی اور اس کی جھونپڑی میں سے گزر کر اک وی فی کی جھونپڑی میں پہنچی اور اس کے سونے کے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے بہ حفاظت ایزن ما کو بستر پر لٹایا اور کسی سے ایک لفظ کہے بغیر باہر نکل گئی۔

ایزن ما ابھی سو رہی تھی جبکہ باقی لوگ گھوم پھر رہے تھے۔ اک وی فی، نووئی کی ماں اور اوجی یوگو سے کہہ رہی تھی کہ اوباریکا کی بیوی کو بتا دینا کہ میں دیر سے پہنچوں گی۔ اس نے اپنی کوکو یام اور مچھلی کی نوکری پہلے سے تیار کی ہوئی تھی لیکن اس بہر طور ایزن ما کے اٹھنے کا انتظار کرنا تھا۔

نووئی کی ماں نے کہا ''تمہیں خود بھی سونے کی ضرورت ہے تم بہت تھکی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔''

ابھی وہ باتیں کر رہی تھیں کہ آنکھیں ملتی اور انگڑائیاں لیتی پتلی دبلی ایزن ما جھونپڑی سے باہر نکلی اس نے دوسرے بچوں کو پانی کے برتن سنبھالے دیکھا تو یاد آ گیا کہ بچے اوباریکا کی بیوی کے لئے پانی لینے جا رہے ہیں وہ جھونپڑی میں واپس جا کر اپنا برتن لے آئی۔

اس کی ماں نے پوچھا ''تم خوب سوئی ہو''

اس نے جواب دیا ''ہاں۔ آیئے چلیں''

اک دی فی بولی ''پہلے تم اپنا ناشتہ کرو'' اس کے بعد وہ جھونپڑی میں کل رات کا پکا سبزیوں کا شوربا گرم کرنے چلی گئی۔

نووئی کی ماں نے کہا ''ہم چلتے ہیں، میں اوباریکا کی بیوی کو بتا دوں گی کہ تم بعد میں آ رہی ہو'' وہ سب اوباریکا کی بیوی کا ہاتھ بٹانے کے لیے روانہ ہو گئے۔ نووئی کی ماں اپنے چاروں اور اوجی یوگو اپنے دونوں بچوں کو ساتھ لئے چل پڑیں۔

وہ ٹولہ جب اوکونک وو کی اوبی میں سے گزرا تو اس نے پوچھا ''میرا دوپہر کا کھانا کون تیار کریگا؟''

''میں پکانے کے لیے واپس آؤں گی'' اوجی یوگو نے کہا۔

اوکونک وو بھی تھکاوٹ اور نیند محسوس کر رہا تھا اگرچہ کسی کو معلوم نہ تھا لیکن وہ پوری رات نہ سویا تھا۔ وہ بہت فکر مند رہا لیکن اس کا اظہار اس نے نہ ہونے دیا۔ جب اک وی فی پجارن کے

تعاقب میں چلی گئی تو اس نے اپنی دانست میں جتنا مناسب اور اس کی مراد نگی کا صحیح مظہر وقفہ ہوسکتا تھا اتنا گزرنے دیا پھر اپنا تیغچہ سنبھالا اور خانقاہ کی طرف روانہ ہوگیا جہاں اس کا خیال تھا کہ وہ ضرور ہوں گے۔ وہاں پہنچ کے اسے سوجھا کہ پجارن کو پہلے ایک ایک گاؤں کے اردگرد چکر لگانا ہوگا۔ اوکونک وہ گھر واپس آ کر انتظار میں بیٹھ گیا جب اس نے سمجھا کہ کافی انتظار ہو چکا تو پھر خانقاہ آیا۔ لیکن پہاڑیوں اور غاروں پر موت کا سکوت طاری تھا۔ اسے چوتھے پھیرے پر کہیں جا کر اک وی فی ملی اور اس وقت تک وہ شدید طور پر متفکر ہو چکا تھا۔

اوباریکا کے صحن میں ایسی مصروفیت تھی کہ گھر چیونٹیوں کا بل لگتا تھا۔ کھانا پکانے کے لئے تین ٹانگوں والے چولہے دھوپ میں سوکھی ہوئی مٹی کی تین تین ڈھیروں کے درمیان آگ جلا کر صحن میں ہر خالی جگہ پر بنا دیئے گئے تھے۔ پکانے کے برتن چولہوں پر چڑھائے اتارے جا رہے تھے۔ اور فوفو لکڑی کے سوا وکھلوں میں کوٹا جا رہا تھا۔ کچھ عورتیں یام اور کساوا پکا رہی تھیں اور دوسری عورتیں سبزی کا شوربا تیار کر رہی تھیں۔ جوان آدمی فوفو کوٹ رہے تھے یا ایندھن کے لیے لکڑیاں پھاڑ رہے تھے،۔ بچوں نے ندی کے ان گنت چکر لگائے۔

تین جوان اوباریکا کی دو بکریاں ذبح کرنے میں مدد کر رہے تھے جن کے گوشت سے شوربا تیار کیا جاتا تھا۔ وہ دونوں خوب پلی ہوئی بکریاں تھیں لیکن جو بکری سب سے موٹی تھی وہ ابھی صحن میں دیوار کے نزدیک کھونٹے سے بندھی تھی۔ یہ ایک چھوٹی گائے جتنی بڑی تھی۔ اس بکری کو اوباریکا نے اپنے ایک رشتہ دار کو یوموئی کا (جگہ کا نام) بھیج کر خریدوایا تھا۔ اسے وہ اپنے سمدھیوں کو زندہ پیش کرے گا۔

وہ نوجوان جسے اوباریکا نے یوموئی کا بکری خریدنے بھیجا تھا بتا رہا تھا کہ ''یوموئی کا کی منڈی بھی شاندار جگہ ہے۔ وہاں لوگوں کا اتنا اژدہام ہوتا ہے کہ اگر آپ ریت کا ذرہ اوپر پھینکیں تو اسے زمین پر واپس گرنے کے لئے راہ نہ مل سکے گی۔''

اوباریکا کہنے لگا'' جادو کے نتیجے میں ایسا ہوا ہے۔ یوموئی کا کے لوگ چاہتے تھے ان کی منڈی اتنی بڑی ہو جائے کہ پڑوسیوں کی منڈیوں کو نگل جائے۔ تو اُنہوں نے طاقتور جادو تیار کیا۔ منڈی کے ہر دن مرغ کی بانگ سے پہلے یہ جادو منڈی کے میدان میں پنکھے والی بوڑھیا کی صورت میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس جادوئی پنکھے کو جھلا جھلا کر وہ پڑوسی قبائل کو منڈی میں بلاتی ہے۔ وہ اسے اپنے سامنے، پیچھے، دائیں اور بائیں جھلاتی ہوئی لوگوں کو بلاتی ہے۔''

ایک اور آدمی کہنے لگا ''اور یوں ہر شخص وہاں پہنچتا ہے۔ دیانت دار بھی اور چور بھی۔ اس منڈی میں وہ تمہاری کمر سے بندھا تہمد بھی چرا سکتے ہیں''

اوباریکا بولا'' ہاں میں نے نوانک وو کو ہدایت کی تھی ک وہ اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھے۔ وہاں ایک بار ایک شخص فروخت کرنے گیا۔ اس نے بکری کو موٹی رسی سے باندھ کر دوسرا سرا اپنی کلائی سے باندھ لیا، لیکن جب وہ منڈی میں سے گزر رہا تھا تو اس نے محسوس کیا کہ لوگ اس کی طرف انگلیاں اُٹھا رہے ہیں جیسے کسی پاگل کی طرف اُٹھایا کرتے ہیں۔ لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تاوقتیکہ اس نے پلیٹ کر نہ دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ دوسرے سرے پر بکری کے بجائے لکڑی کا بھاری لٹھا بندھا تھا جسے وہ کھینچے لئے جا رہا تھا۔''

نوانک وو پوچھنے لگا ''تمہارا کیا خیال ہے کہ کوئی چورا کیلا ایسا کام کر سکتا ہے؟''

''نہیں'' اوباریکا بولا'' وہ جادو کرتے ہیں''

بکریوں کے گلے کاٹنے اور ان کا خون پیالوں میں جمع کرنے کے بعد اُنہوں نے بکریوں کو ان کے بال جلانے کی غرض سے کھلی آگ پر رکھ دیا۔ یوں جلتے بالوں کی بو پکتے ہوئے کھانے کی بو کے ساتھ مل گئی۔ پھر اُنہوں نے بکریوں کو دھویا اور اس کے بعد گوشت کاٹ کر عورتوں کے حوالے کر دیا جنہیں شوربا تیار کرنا تھا۔ چیونٹیوں کے بل جیسی مصروفیت سیدھے سبھاؤ چل رہی تھی کہ یک دم بیچ میں ایک رکاوٹ آن پڑی۔ دور فاصلے سے ایک پکار آئی۔ او جی اوڈو آچوا بیجی رووو! (وہ جو اپنی دم مکھیاں اڑانے کے لیے استعمال کرتی ہے) ہر عورت جو کام بھی وہ کر رہی تھی فوراً چھوڑ کر باہر اس آواز کی طرف تیزی سے نکل گئی۔

چائی لو پجارن نے چیختے ہوئے کہا'' ہم سب کی سب جو کچھ بھی پکا رہی ہیں آگ پر جل جانے کے لیے چھوڑ کر یوں باہر نہیں جا سکتیں۔ ہم میں سے تین چار کو پیچھے رہنا چاہیئے''

پانچ عورتیں دیگوں کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے رہ گئیں اور باقی سب اس گائے کو دیکھنے کے لیے باہر بھاگ گئیں جو چھوٹ گئی تھی۔ جب اُنہوں نے اسے دیکھا تو واپس اس کے مالک کے پاس ہانک دیا جس نے فوراً بھاری جرمانہ ادا کر دیا جو کہ گاؤں وال ہر شخص پر عائد کرتے تھے جس کی گائے کھل کر پڑوسیوں کی فصل اجاڑ دے۔ جب عورتوں نے جرمانہ وصول کر لیا تو آپس میں یہ جانچا کہ کون عورت ایسی تھی جو پکار بلند ہونے کے بعد باہر نہیں نکلی۔

ان میں سے ایک نے پوچھا'' مگ بو گو کہاں ہے؟''

MashalBooks.com

وہ تو بستر میں بیمار پڑی ہے اس کی ملحقہ پڑوسن نے بتایا ''اسے ایبا (بخار) ہو گیا ہے۔''

''ایک اور عورت جو نہیں آئی یوڈن کو ہے''

ایک عورت نے بتایا ''اس کا بچہ بھی اُٹھائیس دن کا نہیں ہوا۔''

وہ عورتیں جنہیں اوباریکا کی بیوی نے کھانا پیکانے میں مدد کرنے کیلئے نہیں کہا تھا وہ اپنے گھروں کو چلی گئیں باقی گروہ کی صورت میں اوباریکا کے صحن میں واپس آ گئیں۔

جنہیں پیچھے رہنے کی اجازت دی گئی تھی وہ عورتیں پوچھنے لگیں ''کس کی گائے تھی؟''

ایزن لاگ بو نے کہا ''میرے شوہر کی۔ چھوٹے بچوں میں سے ایک نے گائے کے باڑے کا دروازہ کھول دیا تھا۔''

دوپہر کے ختم ہوتے ہی اوباریکا کے سمدھیوں کے ہاں سے یام کی شراب کے دو گھڑے پہنچ گئے اور وہ بجا طور پر عورتوں کو پیش کر دیئے گئے۔ ہر ایک نے ایک یا دو پیالے پیئے تا کہ پکانے میں آسانی رہے۔ اس میں سے کچھ شراب دلہن اور اس کی ساتھی کنواریوں کو بھی بھیجی گئی جو اس کی چکنی جلد پر کیم کی لکڑی مل رہی تھیں اور اس کی ٹوپی کو آخری بار استر سے ہلکے ہلکے چھیڑ رہی تھیں۔

جب دھوپ کی شدت میں نرمی آنے لگی تو اوباریکا کے بیٹے مادو کا نے ایک لمبا سا جھاڑو پکڑ کے اپنے باپ کی جھونپڑی کے سامنے میدان کا صاف کر دیا۔ اوباریکا کے رشتے دار اور دوست آنے شروع ہو گئے گویا وہ اس کے انتظار میں تھے۔ ہر آدمی کے کندھے پر بکری کی کھال کا تھیلا تھا اور بغل میں بکری کی کھال کی چٹائی لپٹی ہوئی تھی۔ ان میں سے کچھ کے بیٹے ساتھ تھے۔ جنہوں نے لکڑی کے کندہ سٹول اُٹھائے ہوئے تھے۔ اوکونک وو بھی ان میں سے ایک تھا۔ وہ نیم دائرے کی شکل میں بیٹھے بارات کے انتظار میں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔

اوکونک وو نے نسوار کی شیشی نکالی اور پاس بیٹھے اوگ بیوفی ایزن وا کو پیش کی۔ ایزن وا نے وہ لے کر اپنے گھٹنے پر بجائی پھر بائیں ہتھیلی اپنے جسم پر گڑ کر خشک کی اور اس کے بعد اس پر کچھ نسوار انڈیلی۔ اس کی تمام حرکات سوچی سمجھی تھیں اور ان کے دوران وہ باتیں کرتا جاتا تھا۔'' مجھے اُمید ہے کہ ہمارے سمدھی شراب کے بہت سے گھڑے لائیں گے، اگرچہ وہ ایسے گاؤں سے تعلق رکھتے ہیں جو مٹھی بھینچ کے رکھنے کے لیے مشہور ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اکوکی ایسی دلہن ہے جو شاہوں کے لائق ہے''

اوکونک وہ کہنے لگا ''انہیں تیس سے کم گھڑے لانے کی جرات نہیں ہونی چاہیئے اور اگر وہ

کم لائے تو میں دل کی بات صاف صاف کہہ دوں گا''

اسی لمحے اوباریکا کا بیٹا مادوکا دیوہیکل بکری اندرونی صحن سے باہر لے آیا تا کہ اس کے باپ کے رشتہ دار دیکھ لیں۔سب نے بکری کی تعریف کی اور کہا یہ طریقہ ہوتا ہے۔کام کرنے کا۔اس کے بعد بکری واپس اندرونی صحن میں پہنچادی گئی۔

تھوڑی ہی دیر میں باراتی آنے شروع ہوگئے۔لڑکے اور نوجوان ایک کے پیچھے ایک قطار باندھے شراب کے گھڑے اُٹھائے سب سے پہلے پہنچے۔انکے پہنچنے پر اوباریکا کے رشتہ داروں نے گھڑے گنے۔بیس،پچیس۔ایک لمبی خاموشی چھائی رہی اور میزبانوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا گویا کہہ رہے ہوں'' میں نہیں کہتا تھا؟''اس کے بعد اور گھڑے آئے۔تیس ،پینتیس، چالیس، پینتالیس، میزبانوں نے پسندیدگی کے طور پر سر ہلائے۔لگتا تھا جیسے کہہ رہے ہوں''اب اُنہوں نے مردوں جیسی بات کی ہے! کل ملا کے پچاس گھڑے ہوئے۔گھڑے لانے والوں کے بعد دولہا،جس کا نام ای بی تھا،اور خاندان کے بزرگ پہنچے وہ نصف چاند کی شکل میں بیٹھ گئے اور یوں اُنہوں نے اپنے میزبانوں کے ساتھ مل کر دائرہ مکمل کر دیا۔شراب کے گھڑے ان کے درمیان میں دھرے تھے۔اس کے بعد دلہن اسکی ماں اور نصف درجن دیگر عورتیں اور لڑکیاں اندرونی صحن سے نکلیں اور دائرے میں چلتی ہوئی سب سے ہاتھ ملانے لگیں۔دلہن کی ماں سب سے آگے تھی اس کے بعد دلہن تھی اور اور پھر دیگر عورتیں تھیں۔شادی شدہ عورتوں نے اپنے بہترین کپڑے(ان سلے) پہنے ہوئے تھے جب کہ لڑکیوں نے کالیا ور سرخ منکوں کے کمر بند اور پیتل کی پازیبیں پہنی ہوئی تھیں۔

جب عورتیں واپس چلی گئیں تو اوباریکا نے اپنے سمدھیوں کو کولانٹ پیش کئے۔اس کے سب سے بڑے بھائی نے پہلا کولانٹ توڑا''ہم سب کی زندگیاں رہیں اور آپکے اور ہمارے خاندانوں کے درمیان دوستی ہو''۔

مجمع نے جواب دیا''ای۔ی۔ی!''

''ہم آج اپنی بیٹی آپ کے حوالے کر رہے ہیں۔وہ ایک اچھی بیوی ہوگی۔وہ ہمارے قصبے کی ماں کی طرح آپ کیلئے نو بیٹے پیدا کرے گی''

''ای۔ی۔ی!''

کالانٹ کھایا جاچکا تو یام کی شراب پینی شروع کی گئی۔چار چار یا پانچ پانچ آدمیوں پر مشتمل

ایک ایک گروہ نے درمیان میں گھڑا رکھ لیا اور اس کے اردگرد بیٹھ گئے۔ جب شام ڈھلی تو مہمانوں کو کھانا پیش کیا گیا۔ فوفو کے بڑے بڑے تسلے اور بھاپ اڑاتا شوربا تھا۔ برتنوں میں یام کا سالن پیش کیا گیا۔ یہ ایک بہت بڑی ضیافت تھی۔

جب رات ہوگئی تو لکڑی کی پتائیوں پر جلتی ہوئی مشعلیں لگادی گئیں اور نوجوانوں نے گیت گانا شروع کیا۔ بزرگ بڑے سے دائرے کی صورت میں بیٹھے تھے اور گانے والے دائرے میں گھومتے ہوئے جس جس آدمی کے سامنے پہنچتے اسکی مدح میں گاتے۔ ان کے پاس ہر ایک بارے میں کہنے کے لئے کچھ نہ کچھ تھا۔ کچھ بڑے زمیندار تھے، کچھ خطیب تھے جو قبیلے کی جانب سے بولتے۔ اوکونک وہ عظیم ترین زندہ پہلوان اور سورما تھا۔ جب گانے والوں نے دائرے کا چکر پورا کرلیا تو وہ درمیان میں جا کر بیٹھ گئے اور اندر والے صحن سے لڑکیاں ناچنے کے لیے آگئیں۔ ابتداء میں دلہن ان کیساتھ نہ تھی۔ لیکن جب وہ بالآخر نمودار ہوئی تو اس کے ہاتھ میں مرغ تھا اور مجمع سے واہ واہ کا غلغلہ بلند ہوا۔ دیگر تمام ناچنے والیوں نے اس کی لئے راستہ بنایا۔ اس نے مرغ سازندوں کو تحفہ میں دے دیا اور خود ناچنے لگی۔ جب وہ ناچتی تو اس کی پیتل کی پازیبیں جھنجھناتیں اور نرم زرد روشنی میں اس کا بدن کیم لکڑی سے جھلملاتا۔ سازندے اپنے چوبی، مٹی اور دھات کے سازوں سے ایک کے بعد دوسری دھن بدلتے جارہے تھے۔

میں اس کا ہاتھ پکڑتا ہوں
تو وہ کہتی ہے ہائے! نہ چھوؤ
میں اس کا پاؤں پکڑتا ہوں
تو وہ کہتی ہے ہائے! نہ چھوؤ
لیکن جب اسکے کمر بند کے منکوں کو چھوتا ہوں
تو وہ بہانہ کرتی ہے جیسے اسے پتہ ہی نہیں چلا۔

جب آنے والے مہمان واپس جانے کے لئے اُٹھے تو رات بہت گزر چکی تھی۔ جاتے ہوئے وہ دلہن کو دولہا کے خاندان کے ہمراہ سات منڈی کے ہفتے گزارنے کے لئے ساتھ لیتے گئے۔ جاتے ہوئے وہ گانے گارہے تھے اور راستے میں پیشتر اس کے کہ باقاعدہ طور پر اپنے گاؤں کی راہ پکڑتے وہاوکونکو وجیسے اہم آدمیوں کے ہاں خوش اخلاقی کے طور پر مختصر ملاقات کے لیے رک رہے تھے۔ اوکونک وو نے انہیں دو مرغ تحفے میں پیش کئے۔

MashalBooks.com

تیرھواں باب

گو۔ڈی۔ڈی۔گو۔گو۔ڈی۔گو۔گو۔ڈی۔گو یہ اک وی (نقارہ) قبیلے سے بات کررہ تھا۔وہ چیزیں جو قبیلے کا ہر شخص سیکھتا تھا اوران میں سے ایک لکڑی کی اس آلے کی زبان سمجھنا تھا۔ دھم!دھم!دھم!وقفوں سے توپ کی آواز گونج رہی تھی۔

جب اک دی نے بولنا اورتوپ نے خاموشی کوتار تار کرنا شروع کیا تھا تو ابھی پہلے مرغ نے بانگ نہ دی تھی اور نیند اور خاموشی یوموفیا کو نگلے ہوئے تھی۔لوگ اپنے بانس کے بستروں میں کروٹیں لیتے فکر مند ہوکر سننے لگے۔کوئی مر گیا تھا۔معلوم ہوتا تھا کہ توپ آسمان کو پھاڑے ڈال رہی ہے۔ڈی۔گو۔گو۔ڈی۔گو۔ڈی۔ڈی۔گو۔گو کی صدارت کی پیغام بھری ہوا میں تیر رہی تھی۔دور بین کرتی ہوئی عورتوں کی ہلکی آواز غم کی گاد کی مانند زمین پر جمتی جارہی تھی۔بارہا جب بین کی آوازوں پر چھائی جاتی فغاں سنائی دیتی تو ہر بار یہ موت والے گھر میں کسی مرد کی آمد پر بلند ہوتی۔آوازیں ایک دو بار مردانہ سوگ کے انداز میں اونچی اُٹھتیں اور پھر وہ مرد دوسرے مردوں کے ساتھ عورتوں کے نہ ختم ہونے والے بین اوراک وی کی خفیہ زبان سننے کے لئے جا بیٹھتا۔وقفے وقفے سے توپ کی گرج آرہی تھی۔عورتوں کے بین کی آواز گاؤں کے باہر تک نہ پہنچ سکتی تھی۔لیکن اک وی نے نو گاؤں بلکہ ان سے آگے تک خبر پہنچادی۔نقارے نے پہلے قبیلے کا نام بتایا۔''یوموفیا او بوڈوڈائک'' (بہادروں کی سرزمین) ''یوموفیا او بوڈوڈائک!'''' یوموفیا او بوڈوڈائک!'' نقارہ بار بار یہی کہےء جارہا تھا۔جب نقارہ یہ دہرا رہا تھا فکر ہر اس دل میں بڑھتا جارہا تھا جو اس رات بانس کی چارپائی پر دھڑکا تھا۔اس کے بعد نقارہ اصل بات بتانے کے اور قریب پہنچا اور دیہات کا نام ظاہر کیا پینے والے پیلے پتھر کا آئی گوو' یہ اوکونک وو کا گاؤں تھا۔وہ بار بار آئی گووہ پکارے جارہا تھا اور نو دیہاتوں میں لوگ دم سادھے منتظر تھے۔بالاخر اس

Mashalbooks.com

نے مرنے والے ء کا نام ظاہر کیا اور لوگوں نے آہ بھری ''ای یو یو ایزی اوو مر گیا'' بوڑھا جب آخری بار اوکونک وو سے ملنے آیا تھا تو اس ملاقات کی یاد سے اس کی پشت میں ایک سرد کپکپی دوڑ گئی۔ اس نے کہا تھا'' وہ لڑکا تمہیں باپ کہہ کر پکارتا ہے اس کی موت میں تمہارا ہاتھ نہیں ہونا چاہیئے۔

ایزی ادوا بڑا آدمی تھا اور اس کی تدفین پہ پورا قبیلہ موجود تھا۔ نقارے پرانے طریقے کے مطابق موت کا اعلان کر رہے تھے۔ توپ اور بندوقیں چلائی گئیں۔ لوگ دیوانگی کے عالم میں ادھر ادھر دوڑے پھر رہے تھے اور جو درخت اور جانور نظر پڑتا اسے کاٹ پھینکتے وہ دیواریں پھلانگ رہے تھے اور چھتوں پہ ناچ رہے تھے یہ ایک جنگجو کا جنازہ تھا اور دوسرے جنگجوؤں کا اپنے اپنے ہم عمروں کے ساتھ صبح سے رات تک آنا جانا لگا رہا۔ وہ سب رافیا گھاس کے سیاہ گھاگھرے پہنے تھے اور ان کے جسم چاک اور کوئلے سے رنگے تھے۔ بار بار کوئی آبائی روح یا اگ وگ ووزیر زمین سے نمودار ہوتی، لرزتی ہوئی، غیر زمینی آواز میں بولتی اور اس نے کلی طور پر اپنے آپ کو گھاس میں چھپایا ہوتا۔ ان میں سے کچھ روحیں بہت متشدد بھی تھیں۔ دن کے شروع میں ایک ایسی ہی روح تیز تیغچہ لئے ظاہر ہوئی جس کی وجہ سے لوگوں کو پناہ کے لئے دیوانہ وار دوڑنا پڑا۔ اسے کوئی بڑا گزند پہنچانے سے روکنے کے لیے دو آدمیوں نے اس کی کمر کے گرد مضبوط رسی باندھ کر قابو کر لیا۔ بعض موقعوں پر وہ مڑ کر ان آدمیوں کے بھی پیچھے پڑ جاتی اور وہ دوڑ کر اپنی جان بچاتے۔ لیکن وہ ہر بار لوٹ کے پھر اس کے پیچھے گھسٹتی لمبی رسی کو پکڑ لیتے۔ وہ دہلا دینے والی آواز میں گاتی ''اگ دن سو'' یعنی ''بدروح اس کی آنکھ میں دخل ہو گئی تھی۔''

لیکن وہ بدروح جس سے ہر کوئی سب سے زیادہ خوف کھاتا تھا ابھی آنے والی تھی۔ وہ ہمیشہ تنہا ہوتی اور اس کی صورت ایک تابوت کی مانند ہوتی جہاں بھی وہ جاتی ایک بیمار بو ہوا میں معلق ہو جاتی جب وہ قریب ہوتی تو بڑے سے بڑا جادوگر بھی پناہ لے لیتا۔ بہت سال پہلے کا ذکر ہے کہ ایک دوسرے اگ وگ وو نے اس کے مقابل ٹھہرنے کی جرات کی اور وہ دن تک جہاں کھڑا تھا وہیں گڑا رہ گیا۔ اس کا صرف ایک ہاتھ ہوتا جس سے وہ پانی سے بھری بالٹی اُٹھائی ہوتی۔

کچھ اگ وگ وو بالکل بے ضرر تھے۔ ان میں ایک اتنا بوڑھا اور ناتواں تھا کہ پوری طرح چھڑی پر جھکا ہوا تھا وہ لڑکھڑاتا ہوں جہاں میت دھری تھی وہاں گیا۔ کچھ دیر تک اسے دیکھتا رہا

اور پھر چلا گیا ..... زیرِ زمین۔

زندوں کی دُنیا پرکھوں کی عملداری سے زیادہ دور نہیں ہوتی۔ ان کے درمیان آمد و رفت لگی رہتی، بالخصوص تہواروں اور بوڑھوں کی موت پر کیونکہ بوڑھا آدمی پرکھوں کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ کسی بھی آدمی کی زندگی پیدائش سے لے کر موت تک تبدیلیوں کا ایسا سلسلہ ہوتا ہے جو اسے بزرگوں سے نزدیک سے نزدیک تر کرتا چلا جاتا ہے۔

ایزی اودو اپنے گاؤں کا معمر ترین آدمی تھا جب وہ مرا تو پورے قبیلے میں صرف تین آدمی اس سے بڑے تھے اور چار یا پانچ ایسے ہوں گے جو اس کے ہم عمر تھے۔ جب بھی ان پرانے آدمیوں سے کوئی قبیلے کا مقررہ موت کا ناچ اپنے لڑکھڑاتے قدموں سے ناچنے کے لیے ہجوم میں پہنچتا تو کم عمر لوگ اس کے راستے سے ہٹ جاتے اور ہنگامہ دب جاتا۔

یہ ایک ایسی عظیم تدفین تھی جو ایک شریف النفس جنگجو کی شان کے مطابق تھی۔ جوں جوں شام قریب آتی جا رہی تھی شور و غوغا، بندوقوں کا چلنا، نقاروں کا بجنا، تیغچوں کا گھمانا پھرانا اور ٹھن ٹھنا بڑھتا جا رہا تھا۔

ایزی اودو نے اپنی زندگی میں تین لقب اختیار کیے تھے۔ یہ ایک غیر معمولی اور نمایاں کارکردگی تھی۔ قبیلے میں صرف چار لقب تھے اور کسی ایک نسل میں ایک یا دو آدمی ایسے ہوتے جو چوتھا اور بلند ترین لقب حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے۔ جب وہ ایسا کر لیتے تو پورے ملک کے آقا شمار ہوتے۔ ایزی اودو کو اندھیرا ہونے کے بعد دفن کیا جانا تھا کیونکہ وہ القاب یافتہ تھا۔ مقدس رسومات کی ادائیگی صرف ایک جلتی ہوئی لکڑی کی روشنی میں کی جاتی تھیں۔

اس آخری اور پرسکوت رسم کی ادائیگی سے پہلے ہنگامہ دس گنا بڑھ چکا تھا۔ نقارے زور زور سے بجائے جا رہے تھے اور لوگ جنونی کیفیت میں اچھل کود کرتے پھر رہے تھے۔ چاروں طرف بندقیں چلائی جا رہی تھیں اور جب تیغچ جنگجو کو سلام پیش کرنے کے لیے ٹکرائے جاتے تو چنگاریاں اڑتیں۔ دھول اور بارود کی بو سے ہوا لدی ہوئی۔ ہر طرف لوگوں نے اس کے لئے راستہ چھوڑ دیا اور شور و شغف ختم ہو گیا۔ اب جو بیمار کرنے والی بدبو ہوا میں پھیلی تو وہ بارود کی بو بھی نگل گئی۔ روح چند قدم ماتمی نقاروں کی تال پر ناچی اور پھر میت کو دیکھنے چلی گئی۔ اس نے حلقوم سے آواز نکالتے ہوئے کہا ''ایزی اودو! اگر تم اپنے سابقہ زندگی میں غریب ہوتے تو میں کہتی تم آئندہ جب آؤ تو دولت مند ہونا۔ لیکن تم تو دولت مند تھے۔ اگر تم بزدل ہوتے تو میں کہتی جرات

لے کرانا لیکن تم تو لمبے عرصے تک زندہ رہے۔ اس لئے میں تم سے کہوں گی کہ دوبارہ ویسے ہی آنا جیسے پہلے آئے تھے۔ اگر تمہاری موت قدرتی تھی تو چین سے جاؤ لیکن اگر کوئی شخص اس کا باعث بنا ہے تو اسے ایک لمحے کے لیے قرار نہ لینے دینا۔'' اس نے ناچ کے چند اور قدم اُٹھائے اور چلی گئی۔

نقارے پھر بجنے لگے، ناچ ہونے لگا اور اس میں بے انتہا تیزی اور گرمی آ گئی۔ اندھیرا منہ موڑ کے دوسری طرف کھڑا تھا اور تدفین قریب تھی۔ بندوقیں آخری سلام میں گئیں اور توپ نے آسمان کو پھاڑ ڈالا۔ پھر اس مجنونانہ جذبے کے وسط میں سے درد بھری چیخ ابھری اور دہشت و خوفزدہ آوازیں آنے لگیں۔ لگتا تھا جیسے کسی نے سحر پھونک دیا ہو۔ خاموشی چھا گئی۔ مجمع کے درمیان میں ایک لڑکا خون کے تالاب میں پڑا تھا۔ یہ مرنے والے کا سولہ سالہ بیٹا تھا جو اپنے سگے اور سوتیلے بھائیوں کے ساتھ باپ کا الوداعی روایتی رقص کر رہا تھا۔ اوکونک وو کی بندوق پھٹ گئی تھی اور لوہے کے ایک ٹکڑے نے لڑکے کے دل کو چیر ڈالا تھا۔ اس کے بعد جو افراتفری پھیلی اس کی یوموفیا کی روایات میں کوئی نظیر نہ تھی۔ تشدد سے اموات تو اکثر ہوتی رہتی تھیں لیکن ایسا واقعہ پہلے کبھی نہیں گزرا تھا۔

اوکونک وو کے لئے صرف ایک ہی راہ کھلی تھی کہ قبیلے سے بھاگ جائے۔ قبیلے کے کسی فرد کو مار دینا دھرتی کی دیوی کے خلاف جرم تھا اور وہ شخص جس سے یہ جرم سرزد ہوا سے اپنی سرزمین لازماً چھوڑنی پڑتی۔ جرم دو قسم کے تھے مذکرا اور مونث اوکونک وو کا جرم مونث تھا کیونکہ غیر ارادی طور پر اس سے وقوع پذیر ہوا تھا۔ وہ قبیلے میں سات سال کی مدت کے بعد واپس لوٹ سکتا تھا۔

اس رات اوکونک وو نے اپنا سب سے قیمتی سامان سر پر اُٹھائی جانے والی گٹھریوں میں باندھ لیا اس کی بیویاں بری طرح رو رہی تھیں اور ان کے ساتھ بچے سبب جانے بغیر رو رہے تھے۔ اوباریکا اور نصف درجن دوسرے دوست تسلی دینے اور مدد کرنے کے لے موجود تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے اوکونک وو کے یام اوباریکا کے کھلیان میں ڈھونے کے لیے نو نو دس دس پھیرے لگائے۔ مرغ کی بانگ سے پہلے اوکونک وو اور اس کے گھر والے اس کی ماں کے آبائی وطن کی طرف بھاگ رہے تھے۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس کا نام موبانتا تھا۔ اور مبائنو کی حدود سے ذرا آگے تھا۔

دن طلوع ہوتے ہی ایزی اوو کے محلے سے آدمیوں کا ایک بڑا ہجوم اوکونک وو کے صحن پر

حملہ آور ہو گیا۔ وہ جنگی لباس پہنے ہوئے تھے اور اُنہوں نے اس کے گھر کو آگ لگا دی۔ سرخ دیوار گرا دی۔ اس کے جانوروں کو مار دیا اور اس کے کھلیان کو تباہ کر دیا۔ یہ دھرتی کی دیوی کا انصاف تھا اور وہ تو صرف اس کے پیغام بر تھے۔ ان کے دلوں میں اوکونک وو کے خلاف کوئی نفرت نہ تھی۔ اس کا عزیز ترین دوست اوباریکا بھی ان میں شامل تھا وہ تو محض زمین کو پاک کر رہے تھے جسے اوکونک وو نے قبیلے کے ایک آدمی کا خون کر کے ناپاک کر دیا تھا۔

اوباریکا ایسا شخص تھا جو چیزوں پر غور و فکر کرتا۔ جب دیوی کی رضا پوری ہو چکی تو وہ اپنی ادبی میں بیٹھ کر اپنے دوست کی آفت زدگی پہ ماتم کرنے لگا۔ کوئی آدمی ایک ایسے جرم کی وجہ سے اس قدر شدید دکھ کیوں جھیلے جو اس سے نادانستہ ہوا ہو؟ وہ اس بارے میں بہت دیر تک سوچتا رہا لیکن اسے کوئی جواب نہ مل سکا اور وہ زیادہ بڑی پیچیدگیوں میں الجھ گیا۔ اسے اپنی بیوی کے جڑواں بچوں کا خیال آیا جنہیں اس نے پھینک دیا تھا۔ اُنہوں نے کیا جرم کیا تھا؟ دھرتی کا حکم تھا کہ انہیں زمین پر گوارا نہیں کیا جا سکتا اس لئے وہ تلف کر دیئے جائیں۔ عظیم دیوی کے خلاف جرم کرنے پر اگر قبیلہ سزا نافذ نہیں کرتا تو اس کا غضب نہ صرف مجرم بلکہ پوری زمین پر نازل ہوتا۔ جیسا کہ بزوگوں کا قول ہے کہ اگر ایک انگلی تیل باہر نکالتی ہے تو وہ اپنے ساتھ دوسری انگلیوں کو بھی گندہ کر دیتی ہے۔

MashalBooks.com

دوسرا حصہ

MashalBooks.com

چودھواں باب

اوکونک وو کی والدہ کے اعزہ نے مبانتا میں اسے خوش آمدید کہا۔ بوڑھا جس نے اس کا استقبال کیا وہ اس کی والدہ کا چھوٹا بھائی تھا اور وہ اب اس خاندان کا معمر ترین زندہ رکن تھا۔ اس کا نام یو چندو تھا۔ اسی نے بیس اوپر دس سال پہلے اوکونک وو کی والدہ کی پذیرائی کی تھی جب اسے یوموفیا سے واپس گھر لایا گیا تھا تا کہ اسے اس کے اپنے لوگوں کے ساتھ دفنایا جا سکے۔ اوکونک وو اس وقت ابھی لڑکا تھا اور یو چندو کو آج بھی یاد تھا کہ وہ کیسے روتے ہوئے اپنی ماں کو روایتی الوداع کہہ رہا تھا۔

''ماں، ماں، ماں، جا رہی ہے۔''

یہ تو بہت برس پہلے کی بات تھی۔ آج اوکونک وو اپنی ماں کو اس کے لوگوں کے ساتھ دفن کرنے کے لیے گھر نہیں لا رہا تھا۔ وہ اپنی ماں کے وطن میں اپنی بیویوں اور ان کے بچوں پر مشتمل خاندان کو ساتھ لئے پناہ کی تلاش میں آیا تھا۔ یونہی یو چندو نے اسے اور اس کے افسردہ اور تھکے ہارے ہمراہیوں کو دیکھا تو اسے اندازہ ہو گیا کہ کیا واقعہ پیش آیا تھا لیکن اس نے کوئی سوال نہ کیا۔ دوسرا دن ہونے پر اوکونک وو نے اسے پوری کہانی سنائی۔ بوڑھا آخر تک خاموشی سے سنتا رہا اور پھر کسی قدر اطمینان کا سانس لیتے ہوئے بولا ''یہ ایک مونث اوچھو (قتل) ہے۔'' اس نے لازمی رسومات اور قربانیوں کی ادائیگی کا اہتمام کیا۔

اوکونک وو کو اپنا احاطہ بنانے کیلئے ایک قطعہ زمین دیا گیا اور دو یا تین زمین کے ایسے ٹکڑے دیئے گئے جن میں وہ آئندہ بوائی کے موسم میں کاشت کر سکے۔ اس نے اپنی والدہ کے عزیز و اقربا کی مدد سے اپنے لئے ادبی اور اپنی تین بیویوں کیلئے جھونپڑیاں تعمیر کیں۔ اس کے بعد اس نے اپنا ذاتی دیوتا اور گزرے ہوئے آبا کے نشانات نصب کئے۔ یو چندو کے پانچوں بیٹوں نے اسے بیج

کیلئے تین تین سو یام دیئے تا کہ ان کا پھوپھی زاد اپنی کاشتکاری کر سکے اور پہلی بارش کے ہوتے ہی کاشت کا کام شروع ہو جانا تھا۔

آخر بارش ہوئی۔ جو فوری، تیز اور بھرپور تھی۔ پچھلے دو یا تین چاندوں سے سورج اپنی قوت مجمع کرتا آ رہا تھا، آخر یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ زمین پہ آتشی سانسیں پھونک رہا ہے۔ بہت عرصے سے تمام گھاس جل کر بھوری پڑ گئی تھی اور ریت پاؤں کے لئے جلتے ہوئے انگارے بن گئی تھی۔ سدا سبز رہنے والے درختوں پہ دھول کی بھوری تہ جم گئی تھی۔ جنگلوں میں پرندے چپ سادھے تھے اور دُنیا جلتی، تھرتھراتی آگ کے تلے پڑی ہانپ رہی تھی۔ اس کے بعد بجلی کی کڑک آ پہنچی۔ برکھارت کی گہری اور مائع جیسی گرج کی بجائے یہ عصیلی، جیسے دھات کی بنی ہو اور پیاسی کڑک تھی۔ طاقتور ہوا اُٹھی اور فضا دھول مٹی سے اٹ گئی پام کے درخت جھول رہے تھے اور ہوا ان کے پتوں میں کنگھی کرتے ہوئے ان کی اڑتی ہوئی چوٹیاں بنا رہی تھی جو عجیب و غریب قسم کی زنانہ ٹوپیاں لگتی تھیں۔

آخر جب بارش آئی تو وہ جمع ہوئے پانی کے موٹے موٹے ٹھوس قطروں کی صورت میں پہنچی جسے لوگ ''آسمانی پانی کا میوہ'' کہتے تھے۔ جب وہ بدن پر گرتے تو ٹھوس اور تکلیف دہ محسوس ہوتے۔ اس کے باوجود نوجوان خوشی سے اس میں دوڑتے پھرتے اور ٹھنڈا میوہ اُٹھا کر نگلنے کے لیے منہ میں ڈال لیتے۔

زمین تیزی سے زندہ ہو گئی۔ پرندے جنگلوں میں ادھر ادھر پھڑ پھڑاتے پھرتے اور خوشی سے چہچہاتے لگے۔ زندگی کی مبہم خوشبو اور سبز روائیدگی ہوا میں بکھری ہوئی تھی۔ جب بارش چھوٹے مائع قطرات کی صورت میں زیادہ تیزی سے برسنے لگی تو بچے بالے پناہ کیلئے بھاگنے لگے۔ سب مسرور، مشکور اور تازہ دم تھے۔

اوکونک وو اور اس کے اہل خانہ نے نئی کھیتی کاشت کرنے میں بہت محنت کی لیکن یہ جوانی کی طاقت اور جوش و جذبے کے بغیر زندگی ایک بار پھر نئے سرے سے شروع کرنے کی مانند تھا بالکل جیسے کوئی بڑھاپے میں بائیں ہاتھ سے کام کرنا سیکھنا شروع کر دے۔ کام اب اس کیلئے مسرت بخش نہ رہا تھا جیسا کہ پہلے کبھی ہوا کرتا تھا۔ وہ فارغ ہوتا تو خاموش نیم خوابیدگی کے عالم میں بیٹھا رہتا۔

پوری زندگی اس پر ایک جذبے کی حکمرانی رہی تھی ..... وہ اپنے قبیلے کے نوابوں

میں سے ایک نواب ہو۔ یہ ایسا چشمہ تھا جس سے اس کی زندگی پھوٹتی تھی۔ اس نے تقریباً اسے حاصل کرلیا تھا لیکن ہر چیز شکست وریخت کی نذر ہوگئی۔ وہ قبیلے سے نکال باہر کیا گیا اور وہ اس مچھلی کی طرح تھا جو خشک، ریتیلے ساحل پر پڑی ہانپ رہی ہو۔ ظاہر ہے کہ اس کا ذاتی دیوتا یا چی عظیم چیزوں کے لیے نہیں بنا تھا۔ کوئی آدمی اپنے چی کے مقدر سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ بزرگوں کا یہ قول سچ نہیں تھا ..... کہ اگر کوئی آدمی ''ہاں'' کہے تو اس کا چی بھی اثبات میں تائید کرتا ہے۔ وہ ایسا آدمی تھا جو خود مثبت رویہ رکھتا تھا لیکن اس کا چی اس کا حامی نہیں تھا۔

بوڑھے یوچندو نے صاف دیکھ لیا کہ اوکونک وو نے مایوسی کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں اور اس بات سے اسے بہت دکھ ہوا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ''ازافی'' کی رسم کی ادائیگی کے بعد اس سے بات کرے گا۔

اگر کوئی بیوی اپنے شوہر سے کچھ عرصے کیلئے الگ رہی ہو۔ اور دوبارہ شوہر سے ملن ہو رہا ہو تو یہ جانچنے کیلئے کہ اس نے شوہر سے بیوفائی تو نہیں کی ازافی کی رسم کا انعقاد کیا جاتا۔

یوچندو کے پانچ بیٹوں میں سے سب سے چھوٹا آمک وو نئی بیوی بیاہ رہا تھا۔ دلہن کی قیمت ادا کی جا چکی تھی اور آخری رسم کے سوا سب کچھ ہو چکا تھا۔ آمک و و اور اس کے لوگ اوکونک وو کی مبانتا آمد سے دو چاند پہلے پام کی شراب دلہن کے عزیزوں کے پاس لے جا چکے تھے۔ اور یوں اعتراف کی آخری رسم کا وقت آ پہنچا تھا۔

خاندان کی ساری بیٹیاں موجود تھیں۔ ان میں سے چند ایک تو دور دراز کے گاؤں میں واقع اپنے گھروں سے یہاں پہنچی تھیں۔ یوچندو کی سب سے بڑی بیٹی اوبوڈو سے آئی تھی جو کہ وہاں سے آدھے دن کے سفر کے فاصلے پر تھا۔ یوچندو کے بھائی کی بیٹیاں بھی آئی ہوئی تھیں۔ یہ ''یوموآڈا'' کا پورا اجتماع تھا جس طرح سے کہ عورتوں کا اجتماع خاندان میں موت ہو جانے کی صورت میں ہوا کرتا ہے۔ وہ کل ملا کر بائیس تھیں۔

یوموآڈا خاندان کی تمام بیٹیوں کا اجتماع ہوتا ہے جس میں شمولیت کے لیے قریبی رشتہ دار عورتیں اپنے آبائی گاؤں میں واپس آتی ہیں۔

وہ زمین پر ایک بڑا دائرہ بنائے بیٹھی تھیں اور درمیان میں دلہن اپنے دائیں ہاتھ میں مرغی پکڑے بیٹھی تھی۔ یوچندو اپنے خاندان کا آبائی عصا پکڑے اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دیگر تمام مرد دائرے سے باہر کھڑے دیکھ رہے تھے۔ ان کی بیویاں بھی دیکھ رہی تھیں۔ شام کا وقت تھا اور

سورج غروب ہو رہا تھا۔

یوچندو کی سب سے بڑی بیٹی نجیدی سوالات پوچھ رہی تھی۔ اس نے شروع میں کہا ''یاد رکھو اگر تم نے جواب دیتے وقت سچ نہ بولا تو بچے کی پیدائش کے موقعہ پر تکلیف اُٹھاؤ گی بلکہ مر بھی سکتی ہو۔''

''جب میرے بھائی نے پہلی بار تم سے شادی کی خواہش کی پاس کے بعد اب تک کتنے آدمی تمہارے ساتھ سوئے ہیں؟''

اس نے صرف اتنا کہا ''کوئی نہیں''

دوسری عورتوں نے تقاضا کیا ''سچ سچ جواب دو''

نجیدی نے پوچھا ''کوئی نہیں؟

اس نے جواب دیا ''کوئی نہیں''

یوچندو نے کہا ''میرے آبا کے اس عصا کی قسم کھاؤ''

دلہن نے جواب دیا ''میں قسم کھاتی ہوں۔''

یوچندو نے اس سے مرغی لے کر تیز چاقو سے اس کا گلا کاٹ دیا اور کچھ خون اپنے آبائی عصا پر گرنے دیا۔

آمک وو جوان دلہن کو اپنی جھونپڑی میں لے گیا اور اس دن سے وہ اس کی بیوی بن گئی۔ خاندان کی بیٹیاں فوراً اپنے گھروں کو واپس روانہ نہ ہوئیں بلکہ دو تین دن کیلئے اپنے رشتہ داروں کے پاس ٹھہر گئیں۔

دوسرے روز یوچندو نے اپنے بیٹوں، بیٹیوں اور بھانجے اوکونک وو کو اکٹھا کیا۔ مرد اپنے ساتھ بکری کی کھال کی چٹائیاں لائے اور انہیں فرش پر بچھا کر بیٹھ گئے۔ عورتیں زمین سے ذرا اونچے بنے چبوترے پہ بیٹھ گئیں جس پر کہ سیل کی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ یوچندو نے اپنی سفید داڑھی پہ ہاتھ پھیرا اور دانت پیسے۔ اس کے بعد وہ آہستگی سے سوچ سوچ کر اور بڑی احتیاط سے الفاظ کا انتخاب کرتے ہوئے بولنے لگا۔ اس نے بات شروع کی۔ ''پہلے پہلے تو میں اوکونک وو سے بات کرنا چاہتا ہوں اور آپ سب بچے ہیں۔ میں دُنیا کے بارے میں ہر کسی سے زیادہ جانتا ہوں۔ اگر آپ میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو وہ بولے۔'' اس نے توقف کا لیکن کوئی نہ بولا۔ ' آج اوکونک وو ہمارے ساتھ کیوں ہے؟ یہ اس کا فیصلہ نہیں، ہم محض اس کی

والدہ کے رشتہ دار ہیں۔ اس کا یہاں سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ جلا وطن ہے اور اسے کسی اجنبی سرزمین میں سات سال تک رہنے کی سزا ہے۔ اس لئے وہ غم کے بوجھ تلے دبا ہے۔ میں اس سے صرف ایک سوال پوچھنا چاہوں گا۔ اوکونک وو کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ ایک نام جو عام طور پر ہم بچوں کا رکھتے ہیں۔ تیکا، ہے یعنی ماں عظیم ہے، یہ کیوں رکھتے ہیں؟ ہم سب جانتے ہیں کہ مرد خاندان کا سربراہ ہوتا ہے اور بیویاں اس کا حکم بجالاتی ہیں۔ ایک بچہ اپنے باپ اور اس کے خاندان کی ملکیت ہوتا ہے نہ کہ ماں یا اس کے خاندان کی۔ ہر شخص اپنے باپ کے وطن سے متعلق ہوتا ہے۔ نہ کہ ماں کے وطن سے۔ لیکن اس کے باوجود ہم کہتے ہیں۔ تیکا، ماں عظیم ہے، ایسا کیوں ہے؟''

خاموشی مسلط رہی۔ یوچندا نے کہا'' میں چاہتا ہوں کہ اوکونک وو اس سوال کا جواب دے''

اکونک وو نے کہا'' مجھے اس کا جواب معلوم نہیں''

''تم جواب نہیں جانتے؟ دیکھا تم نے ابھی تک بچے ہو۔ تمہاری کئی بیویاں اور کئی بچے ہیں ..... مجھ سے زیادہ بچے ہیں تمہارے۔ تم اپنے قبیلے میں ایک بڑے آدمی ہو۔ لیکن بیٹے، تم ابھی تک بچے ہو! سنو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ لیکن ایک سوال اور میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ ایسا کیوں ہے کہ جب کوئی عورت مرجاتی ہے تو اس کے آبائی گھر واپس لے جا کر اسے وہاں اس کے رشتہ داروں کے ساتھ دفن کرتے ہیں؟ اسے، اس کے شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ دفن نہیں کرتے۔ ایسا کیوں ہے؟ تمہاری والدہ کو میرے پاس واپس لا کر میرے رشتہ داروں کے ساتھ دفن کیا گیا۔ ایسا کیوں ہوا؟''

اوکونک وو نے نفی میں سر ہلایا۔

یوچندو نے کہا'' اسے یہ بات بھی معلوم نہیں اور اس کے باوجود یہ غمزدہ ہے کہ اسے اپنی ماں کی وطن میں چند سال گزارنے کے لیے آنا پڑا ہے۔'' وہ ایک ناشادی ہنسی ہنسا اور اپنے بیٹوں ،بیٹیوں کی طرف رخ کر کے کہنے لگا'' تم کہو؟ کیا تم میرے سوال کا جواب دے سکتے ہو؟''

ان سب نے بھی نفی میں سر ہلایا۔

اس نے اپنا گلا صاف کرتے ہوئے کہا'' تو پھر سنو۔ یہ تو درست ہے کہ بچہ باپ کی ملکیت

ہوتا ہے لیکن جب باپ بچے کو مارتا ہے تو وہ اپنی ماں کی جھونپڑی میں ہمدردی کی تلاش میں پہنچتا ہے۔ جب ماحول سازگار ہو اور زندگی شیریں ہو تو ایک آدمی باپ کے وطن سے متعلق ہوتا ہے لیکن جب وہ غمگین اور تلخ ہو تو اسے ماں کی سرزمین میں پناہ ملتی ہے۔ تمہاری والدہ تمہاری حفاظت کیلئے موجود ہے اور وہ یہیں دفن ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ماں عظیم ہے،

''اوکونک وو کیا یہ اچھی بات ہوگی کہ تم اپنی ماں کے پاس افسردہ چہرہ لے کر جاؤ اور آسودگی پانے سے انکار کر دو۔ اگر تم احتیاط نہیں کرو گے تو مرے ہوؤں کو آزردہ کرو گے۔ تمہارا فرض ہے کہ اپنی بیویوں اور بچوں کو تسلی دو اور سات سال کے بعد انہیں اپنے آبائی وطن واپس لے کر پہنچو۔ لیکن اگر تم رنج و غم کو اپنے اوپر یوں سوار کرو گے کہ وہ تمہیں مار ڈالے تو تم جلاوطنی کے عالم میں ہی مر جاؤ گے۔'' اس نے بڑا لمبا وقفہ دیا اور پھر کہنے لگا ''اب یہی تمہارے رشتہ دار ہیں۔'' اس نے ہاتھ سے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی جانب اشارہ کیا۔ ''کیا تمہارا خیال ہے کہ تم دُنیا کے دکھی ترین شخص ہو؟'' کیا تمہیں پتہ ہے کہ بعض اوقات لوگ عمر بھر کے لیے دیس بدر کر دیئے جاتے ہیں؟ کیا تم جانتے ہو کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص کے سارے کے سارے یام تباہ ہو جائیں یا سارے بچے مر جائیں؟

''کبھی میری چھ بیویاں تھیں۔ اب کوئی بھی نہیں رہی ماسوائے اس چھوٹی سی لڑکی کے جو اپنے دائیں کو بائیں سے تمیز نہیں کر سکتی۔ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے کتنے بچوں کو دفن کیا ہے؟..... ایسے بچے جو میرے ہاں میری جوانی اور قوت کے زمانے میں پیدا ہوئے۔۔۔ بائیس میں نے تو گلے میں پھانسی کا پھندا نہ ڈالا اور ابھی تک زندہ ہوں۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ تم دُنیا میں سب سے زیادہ دکھی ہو تو میری بیٹی آک یونی سے پوچھو کہ اس نے کتنے جڑواں بچوں کو جنم دیا اور کتنوں کو پھینک دیا۔ کیا تم نے وہ گیت نہیں سنا جو عورتوں کے مرنے پہ گایا جاتا ہے:

''کس کے لیے سب اچھا ہے، کس کیلئے سب اچھا ہے
کوئی نہیں جس کے لیے سب اچھا ہو'' مجھے آپ لوگوں سے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا۔''

MashalBooks.com

پندرھواں باب

اوکونک وو کو ملک بدر ہوئے دوسرا سال جا رہا تھا کہ اسکا دوست اوباریکا اسے ملنے آیا۔ وہ اپنے ساتھ دو نوجوان لایا جنہوں نے اپنے سروں پہ بھاری بوجھ اُٹھایا ہوا تھا۔ اوکونک وو نے انہیں بوجھ اتارنے میں مدد دی۔ ظاہر تھا کہ تھیلے کوڑیوں سے بھرے تھے۔

اوکونک وو کو اپنے دوست کی پذیرائی کرنے میں بے حد مسرت ہوئی۔ اس کی بیویاں اور بچے بھی بہت خوش ہوئے۔ اس نے اپنے عم زدگان اور ان کی بیویوں کو بلایا اور جب انہیں بتایا کہ مہمان کون تھے تو وہ بھی بہت خوش ہوئے۔

ایک عم زادے نے کہا ''آپ انہیں ہمارے بابا کو سلام کرنے کیلئے ضرور لے چلئے'' تو اوکونک وو نے جواب دیا ''ہاں، ہم سیدھے وہیں جا رہے ہیں۔'' جانے سے پہلے اس نے بڑی بیوی کے کان میں کچھ کہا۔ اس نے سر ہلایا اور جلد ہی بچے ایک مرغ کے پیچھے بھاگ پڑے۔

یوچندو کے پوتوں میں سے ایک نے اسے اطلاع کر دی تھی کہ اوکونک وو کے ہاں تین اجنبی وارد ہوئے ہیں۔ وہ ان کا استقبال کرنے کے لیے منتظر تھا۔ وہ جب اس کی ادبی میں پہنچے تو اس نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے اور جب وہ مصافحہ کر چکے تو اس نے اوکونک وو سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

''یہ میرا گہرا دوست اوباریکا ہے۔ میں اس کے بارے میں آپ سے پہلے بھی بات کر چکا ہوں۔'' بوڑھے نے اوباریکا کی طرف مڑتے ہوئے کہا ''ہاں، آپ کے بارے میں میرے بیٹے نے مجھے بتایا تھا اور میں خوش ہوں کہ آپ ہمیں ملنے آئے ہیں۔ میں آپ کے والد آئی ویکا کو جانتا تھا۔ وہ بڑے آدمی تھے۔ ان کے بہت سے دوست یہاں تھے اور وہ اکثر ان سے ملنے آیا کرتے تھے۔ وہ اچھے دن تھے جب لوگوں کے دوست دور دراز کے قبائل میں بھی ہوا کرتے

تھے۔آپ کی نسل یہ بات نہیں جانتی۔اب تو لوگ اپنے ملحقہ پڑوسی سے بھی ڈرتے ہوئے گھروں میں پڑے رہتے ہیں۔آج کل تو اپنی ماں کا وطن بھی لوگوں کے لیے اجنبی ملک بن کے رہ گیا ہے۔اس نے اوکونک وو کی جانب دیکھا''میں بوڑھا آدمی ہوں اور بہت باتیں کرتا ہوں۔ ویسے بھی اب یہی ایک کام ہے میں جس کے مطلب کا رہ گیا ہوں۔'' وہ بمشکل اُٹھا، ساتھ کے کمرے میں سے کولانٹ لے کر آیا۔بکری کھال پہ دوبارہ بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا'' آپ کے ساتھ یہ نوجوان کون ہیں؟''

اوکونک وو نے اسے بتایا۔وہ بولا آہا! خوش آمدید میرے بیٹو۔''اس نے کولانٹ انہیں پیش کیا۔جب وہ اسے دیکھ کر شکر یہ ادا کر چکے تو اس نے کولانٹ توڑا اور انہوں نے کھایا۔اس نے اوکونک وو سے کہا''اس کمرے میں جاؤ۔وہاں تمہیں شراب کا گھڑا ملے گا۔''اوکونک وو شراب اُٹھا لایا اور سب پینے لگے۔شراب ایک دن پرانی تھی اور خوب تیز تھی۔ایک لمبی خاموشی کے بعد یوچندو نے کہا''ہاں۔اس زمانے میں لوگ سفر زیادہ کیا کرتے تھے۔ان علاقوں میں ایک بھی قبیلہ ایسا نہیں جسے میں خوب اچھی طرح نہیں جانتا۔انن تا، یومیازو، آئی کی اوجا، ای لی میلو، ابامی .....میں سبھی کو جانتا ہوں۔''

اوباریکا نے پوچھا''کیا آپ نے سنا ہے کہ ابامی باقی نہیں رہا؟''

یوچندو اور اوکونک وو اکٹھے بولے''یہ کیونکر ہوا؟''

اوباریکا نے کہا''ابامی صفحہ ہستی سے مٹ گیا ہے۔یہ ایک انوکھی اور دہشت انگیز کہانی ہے۔اگر میں اس قبیلے کے چند ایک باقی بچ جانے والوں سے خود نہ ملا ہوتا اور ان کی کہانی اپنے کانوں سے نہ سنی ہوتی تو یقین نہیں کر سکتا تھا۔''اس نے اپنے دو ساتھیوں کو مخاطب کر کے پوچھا'' جس روز وہ بھاگ کے یومو فیا پہنچے ہیں کیا وہ دن، ای کی نہیں تھا؟''اُنہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

اوباریکا یوں گویا ہوا''تین چاند پہلے کی بات ہے۔ای کی منڈی کا دن تھا کہ بھاگے ہوئے لوگوں کا ایک چھوٹا سا گروہ ہمارے قصبہ میں پہنچا۔ان میں سے بیشتر ہماری سرزمین کے بیٹے تھے جن کی مائیں ہمارے لوگوں کے ساتھ مدفون تھیں۔کچھ ایسے بھی تھے جو اس لئے چلے آئے کہ ان کے دوست ہمارے قصبہ میں تھے۔دیگر ایسے تھے جنہیں بچ نکلنے کی اور کوئی جگہ نہ سوجھ سکی۔اور یوں وہ ایک دردناک کہانی لئے یومو فیا میں آوارد ہوئے۔''اس نے اپنی یام کی

شراب کا گھونٹ لیا اور اوکونک وو نے اپنا خالی سینگ پھر سے بھرا اور اس نے بات جاری رکھی۔

اوکونک وو نے رائے دی ''وہ جو پیدائشی طور پر سورج مکھی ہوتے ہیں''

''نہیں۔ ویسا نہیں۔ وہ بہت مختلف تھا۔'' اس نے شراب کا گھونٹ بھرا'' وہ لوہے کے گھوڑے پہ سوار تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے سب سے پہلے اسے دیکھا وہ بھاگ گئے اگرچہ وہ کھڑا اشاروں سے انہیں بلاتا رہا۔ آخر میں جو نڈر تھے وہ اس کے قریب گئے اور اسے چھو کے دیکھا۔ بزرگوں نے نجومی سے رائے پوچھی تو اس نے بتایا کہ یہ اجنبی تمہارے قبیلہ میں تباہی پھیلائے گا اور اسے تتر بتر کر ڈالے گا۔'' اوباریکا نے تھوڑی سی اپنی شراب اور پی ''اُنہوں نے گورے کو مار ڈالا اور اس کے آہنی گھوڑے کو مقدس درخت سے باندھ دیا کیونکہ لگتا تھا جیسے وہ بھاگ جائے گا اور اس شخص کے دوستوں کو بلا لائے گا۔ میں ایک اور بات جو نجومی نے کہی آپ کو بتانا بھول گیا۔ اس نے بتایا تھا کہ دوسرے سفید لوگ ادھر آ رہے ہیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ٹڈی دل ہیں۔ پہلا آدمی تو ہرا ول تھا جو ہمارے خطہ کو کھوجنے آیا تھا۔ اور انہوں نے اسے مار ڈالا۔''

یوچندو نے پوچھا ''ان کے ہاتھوں مارے جانے سے بیشتر گورے نے کیا کہا؟''

''اس نے کچھ نہیں کہا'' اور اوباریکا کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔

اوباریکا نے کہا ''اس نے کچھ کہا لیکن وہ سمجھ نہیں پائے۔ لگتا تھا جیسے وہ اپنی ناک میں سے بول رہا ہو۔''

اوباریکا کے دوسرے ساتھی نے بتایا ''ان میں سے ایک شخص نے مجھے بتایا تھا کہ وہ بار بار ایک لفظ دہرا رہا تھا جو مبائنو سے مشابہہ تھا۔ شاید وہ مبائنو جاتے ہوئے راستہ بھول گیا تھا۔''

اوباریکا نے بات کا سلسلہ پھر شروع کیا ''غرض یہ کہ اُنہوں نے اسے مار دیا اور اس کے آہنی گھوڑے کو باندھ دیا۔ یہ کاشت کا موسم شروع ہونے سے پہلے کی بات تھی۔ بہت عرصہ تک کچھ نہ ہوا۔ بارشیں ہوئیں، یام بو دیئے گئے۔ آہنی گھوڑا ابھی تک سیمل کے مقدس درخت سے بندھا تھا۔ ایک صبح کو تین سفید آدمی ہمارے جیسے آدمیوں کا گروہ ساتھ لئے قبیلہ میں آئے۔ اُنہوں نے آہنی گھوڑے کو دیکھا اور واپس پلٹ گئے۔ اباما کے بیشتر مرد اور عورتیں اپنے کھیتوں میں تھے۔ ان میں سے صرف چند ایک گوروں اور ان کے پیچھے پیچھے والوں کو دیکھ سکے۔ منڈی کے کئی ہفتوں تک اور کچھ پیش نہ آیا۔ آفو کے ہر دوسرے یوم کو زبانی میں بہت بڑی منڈی لگا کرتی ہے اور پورا قبیلہ وہاں جمع ہوتا ہے۔ یہ وہ دن تھا جس دن واقعہ ہوا۔ تین فیصد آدمیوں کے ساتھ

دوسرے آدمیوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی اور اُنہوں نے منڈی کو گھیرے میں لے لیا۔ اُنہوں نے یقیناً بہت طاقتور جادو کا سہارا لیا ہوگا کہ منڈی کے پوری طرح بھر جانے تک وہ نظروں سے اوجھل رہے۔ اُنہوں نے گولی چلا دی۔ ہر شخص مارا گیا ماسوائے بیماروں اور بوڑھوں کے جو گھروں پر تھے اور مٹھی بھر ایسے مرد اور عورتیں جن کے چی اچھی طرح جاگ رہے تھے اور ان کو اس منڈی سے نکال کے لیے آئے۔'' وقفہ کے بعد وہ گویا ہوا'' ان کا قبیلہ اب بالکل خالی ہے۔ ان کی پراسرار جھیل میں سے مقدس مچھلیاں بھاگ گئی ہیں اور جھیل خون کے رنگ کی ہوگئی ہے۔ جیسا کہ نجومی نے انہیں متنبہ کیا تھا ان کی سرزمین پہ بہت بڑی آفت نازل ہوئی۔''

اس کے بعد ایک لمبی خاموشی طاری رہی۔ یوچندو کے دانت پیسنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ پھر وہ ایک ہی بار پھٹ پڑا۔'' جو آدمی کچھ نہ بولے اسے کبھی مت مارو۔ ابامی کے وہ لوگ احمق تھے۔ اس آدمی کے بارے میں وہ کیا جانتے تھے؟ اس نے ایک بار پھر اپنے دانت پیسے اور اپنا نقطہ نظر واضح کرنے کے لیے ایک کہانی سنائی'' ایک دفعہ۔ اماں چیل، نے اپنی بیٹی کو بھیجا کہ کچھ کھانے کیلئے لے آئے۔ وہ گئی اور بطخ کا بچہ لے آئی۔ اماں چیل نے اپنی بیٹی سے کہا تم نے اچھا کیا لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ جب تم نے جھپٹا مار کر بطخ کے بچہ کو اُٹھایا تو اس کی ماں نے کیا کہا؟ چھوٹی چیل نے کہا اس نے کچھ بھی نہیں کہا بس چلی گئی۔ اماں چیل نے کہا تمہیں ضرور اس بطخ کے بچہ کو واپس کر دینا چاہیے۔ خاموشی کے پس پردہ نحوست ہے۔ بیٹی چیل نے بطخ کا بچہ واپس کر دیا اور اس کی بجائے چوزے کو کھا سکتے ہیں۔ واویلا کرنے والے سے کوئی خوف نہیں ہوتا۔ ابامی کے وہ لوگ بیوقوف تھے۔''

قدرے توقف کے بعد اوکونک وو نے کہا'' وہ واقعی بیوقوف تھے۔ انہیں آگاہی تھی کہ آگے خطرہ ہے تو جب وہ منڈی جا رہے تھے تو انہیں چاہیئے تھا کہ بندوقوں اور تیغچوں سے مسلح ہو کر جاتے۔''

اوباریکا بولا'' اُنہوں نے تو اپنی حماقت کی قیمت ادا کر دی لیکن مجھے بہت خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ ہم نے گوروں کے بارے میں بہت سی کہانیاں سن رکھی ہیں کہ وہ بہت طاقتور بندوقیں، اور تیز شرابیں بناتے ہیں اور غلام بنا کے سمندروں کے پار لے جاتے ہیں اور ہر کوئی سمجھتا تھا کہ یہ کہانیاں جھوٹی ہیں''

یوچندو بولا'' کوئی کہانی جھوٹی نہیں ہوتی۔ دُنیا کا کوئی انت نہیں۔ ایک چیز ایک قوم میں

اچھی مانی جاتی ہے وہی دوسروں میں کر یہہ سمجھی جاتی ہے۔

''ہمارے ہاں بھی سورج مکھی لوگ ہوتے ہیں۔ کیا آپ یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ غلطی سے ہمارے قبیلہ میں آ گئے ہیں۔ وہ ایسے ملک کی راہ سے بھٹک گئے ہیں جہاں سبھی ان جیسے ہوتے ہیں؟''

اوکونک وو کی سب سے بڑی بیوی نے جلد ہی کھانا پکا لیا اور مہمانوں کے سامنے کوٹے ہوئے یام اور کڑوے پتوں کے شوربے کی بڑی ضیافت سجادی۔ اوکونک وو کا بیٹا نووئی میٹھی شراب کا جورافیہ یام میں شگاف دے کر حاصل کی ہوئی تھی ایک گھڑا اندر لے آیا۔

اوباریکا نے نووئی سے کہا ''تم تو اب مرد بن چکے ہو۔ تمہارے دوست انینی نے تمہارے لئے سلام بھیجا ہے۔''

نووئی نے پوچھا ''وہ ٹھیک ہے؟''

اور باریکا نے کہا ''ہم ٹھیک ہیں''

ایزن ما سلفچی میں ان کے ہاتھ دھونے کیلئے پانی لائی۔ اس کے بعد وہ کھانا کھانے اور شراب پینے لگے۔

اوکونک وو نے پوچھا ''آپ گھر سے کب چلے تھے؟''

اوباریکا نے جواب دیا ''ہمارا ارادہ تو صبح مرغ کی اذان سے پہلے گھر سے چلنے کا تھا لیکن نو یکی جس وقت آیا تو اچھی خاصی روشنی ہو چکی تھی۔ علی الصبح کا وقت دراصل کسی ایسے شخص سے مقرر نہیں کرنا چاہیئے جس نے نئی بیوی سے نئی نئی شادی کی ہو۔'' سب ہنسنے لگے۔

اوکونک وو پوچھنے لگا ''کیا نو یکی نے شادی رچائی ہے؟''

''اس نے اوکاڈگ بو کی دوسری بیٹی سے بیاہ کیا ہے'' اوباریکا نے کہا۔

اوکونک وو نے کہا ''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ بھئی، میں تمہیں مرغ کی بانگ نہ سننے کا الزام نہیں دیتا!''

جب وہ کھانا ختم کر چکے تو اوباریکا نے دو بھاری تھیلوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ تمہارے یاموں کی رقم ہے۔ بڑے تو میں نے تمہارے جاتے ہی بیچ ڈالے تھے۔ اس کے بعد کچھ بیج کے یام بھی فروخت کر دیئے۔ باقی جو بچے وہ شراکت میں کاشت والوں کو دے دیئے۔ میں تمہاری واپسی تک ہر سال یہی قاعدہ اختیار کئے رہوں گا۔ میرا خیال تھا کہ تمہیں اس وقت رقم کی ضرورت

MashalBooks.com

ہوگی اس لئے یہ لے آیا۔کون جانے کل کیا ہو؟ شاید سبز رنگ کے لوگ ہمارے قبیلہ میں آ کر ہمیں گولیوں کا نشانہ بنا دیں۔''

اوکونک وو نے کہا'' خدا اس کی اجازت نہیں دے گا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیونکر تمہارا شکریہ ادا کروں۔''

'' میں تمہیں بتاتا ہوں'' اوباریکا نے کہا'' میری خاطر تم اپنے بیٹوں میں سے ایک مار ڈالو۔''''اوکونک وو بولا'' یہ تو کافی نہیں ہوگا''

اوباریکا نے کہا''اچھا تو پھر اپنے آپ کو مار ڈالو۔''

اوکونک وو نے کہا'' معاف کرنا۔ اب میں تمہارا شکریہ ادا کرنے کے بارے میں مزید بات نہیں کروں گا۔''

MashalBooks.com

سولہواں باب

جب تقریباً دو سال بعد اوباریکا ایک بار پھر اپنے دوست سے جلاوطنی میں ملنے گیا تو حالات کم خوشگوار تھے۔ مشنری یوموفیا میں آ چکے تھے، وہاں اُنہوں نے گرجا تعمیر کر لیا تھا اور مٹھی بھر لوگ بھی ان کے مذہب میں داخل ہو چکے تھے اور اردگرد کے قصبوں اور دیہاتوں میں اُنہوں نے عیسائیت کے مبلغین بھیجنے شروع کر دیئے تھے۔ قبیلہ کے قائدین کے لئے یہ بڑے رنج کا باعث تھا لیکن ان میں سے بیشتر کو یقین تھا کہ یہ اجنبی عقیدہ اور سفید فام لوگوں کا دیوتا قائم نہ رہ سکیں گے۔ نیا عقیدہ اختیار کرنے والوں میں ایک بھی آدمی ایسا نہ تھا جس کی بات کو کسی اجتماع میں لوگ اہمیت دیتے ہوں۔ ان میں ایک بھی لقب یافتہ شخص شامل نہیں تھا۔ زیادہ تر آدمی ایسے تھے جنہیں ''ایفولیفو'' کہا جاتا تھا..... بے وقعت، تھوتھے آدمی۔ ''قبیلے کی زبان میں ایک ایسے آدمی کا تصور پیش کرتا تھا جس نے اپنا تیغچہ بیچ دیا ہو اور نیام پہنے میدان جنگ میں چلا آیا ہو۔ اگ بالا کی پجارن چائی لوان مذہب بدلنے والوں کو قبیلے کا فضلہ کہتی اور نیا عقیدہ ایک پاگل کتا تھا جو اسے کھانے کے لیے آیا تھا۔

جس چیز نے اوباریکا کو اوکونک وو سے ملاقات کی تحریک دی وہ اوکونک وو کے بیٹے نووئی کا یوموفیا کے مشنریوں کی ہمراہی میں دفعتاً نمودار ہونا تھا۔

جب مشنریون نے ہزار دقتوں کے بعد اسے لڑکے سے بات کرنے کی اجازت دی تو اوباریکا نے اس سے پوچھا ''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

نووئی نے جواب دیا ''میں انہی میں سے ایک ہوں۔''

اوباریکا کو کچھ سوجھ نہیں رہا تھا کہ اس سے اور کیا بات کرے تو اس نے پوچھا ''تمہارے والد کیسے ہیں؟''

نووئی نے ناخوشی سے کہا ''مجھے نہیں پتہ۔ وہ میرا باپ نہیں ہے''

اس لئے اوباریکا، مبانتا میں اپنے دوست سے ملنے پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ اوکونک وو نووئی کے بارے میں بات کرنے کا روادار نہیں۔ یہ نووئی کی والدہ تھی جس سے اس نے کہانی کے ٹکڑے سنے۔

مشنریوں کی آمد سے مبانتا میں اچھی خاصی ہلچل مچی تھی۔ وہ کل چھ تھے اور ان میں سے ایک سفید فام تھا۔ ہر زن و مرد اس سفید آدمی کو دیکھنے کے لیے گھر سے باہر نکل آیا۔ جب سے ان میں سے ایک ابامی میں مارا گیا اور اس کا آہنی گھوڑا سمیل کے متبرک درخت کے ساتھ بندھا رہا تو تب سے ان اجنبیوں کے بارے میں کہانیاں زیادہ بننے لگی تھیں۔ غرضیکہ ہر فرد اس سفید انسان کو دیکھنے آیا۔ یہ سال کا وقت بھی ایسا تھا کہ فصل کٹ چکی تھی اور ہر شخص گھر پہ موجود تھا۔

جب وہ سب جمع ہو گئے تو سفید آدمی نے انہیں خطاب کیا۔ وہ ایک مترجم کی مدد سے بول رہا تھا جو کہ ای بو قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ زبان کا وہ لہجہ جو مترجم کا تھا مبانتا کے کانوں کے لئے مختلف اور کرخت تھا۔ الاط کے عجیب و غریب استعمال اور لہجہ کے انداز پر بہت سوں کی ہنسی نکل گئی۔ ہر بار اپنے آپ کو ''میں خود'' کہنے کی بجائے وہ ''میرے کو لھے'' کہتا۔ لیکن وہ آدمی تھا حاکمانہ شان والا اور اہل قبیلہ اسے سنتے رہے۔ اس نے کہا کہ وہ انہی میں سے ایک ہے اور یہ وہ خود اس کے رنگ اور زبان سے بھی بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ باقی چاروں کالے آدمی بھی ان کے بھائی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ایک ای بو نہیں بول سکتا۔ سفید فام شخص بھی ان کا بھائی ہے کیونکہ وہ سبھی خدا کے بیٹے ہیں۔ اس نے انہیں خدا کے بارے میں بتایا جو پوری دُنیا کا خالق ہے اور تمام عورتوں، مردوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے انہیں بتایا کہ وہ جھوٹے دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں، ایسے دیوتا جو کہ لکڑی اور پتھر کے بنے ہوتے ہیں۔ جب اس نے یہ کہا تو پورے ہجوم میں گہری بھنبھاہٹ کی آواز پھیل گئی۔ اس نے انہیں بتایا کہ سچا خدا اوپر بلندیوں پہ رہتا ہے اور ہر انسان جب مرجاتا ہے تو اس کے سامنے منصفی کے لیے پیش ہوتا ہے۔ بدکار اور بے دین جو اپنے اندھے پن سے پتھر اور لکڑی کے سامنے جھکتے ہیں۔ انہیں آگ میں پھینک دیا جاتا ہے جو یام کے تیل کی طرح جل رہی ہوتی ہے۔ لیکن اچھے آدمی جو سچے خدا کی پوجا کرتے ہیں وہ ہمیشہ اس کی مسرت آگیں سلطنت میں زندہ رہیں گے۔ اس عظیم خدا نے ہمیں آپ کے پاس یہ بتانے کے لیے بھیجا ہے کہ آپ اپنے غلط طریقے اور جھوٹے دیوتاؤں کو چھوڑ کر اس کی طرف رجوع کریں تا کہ موت کے بعد آپ کی نجات ہو سکے۔

MashalBooks.com

''آپ کے کو لہے ہماری زبان سمجھتے ہیں'' کسی نے مذاق میں آوازہ کسا اور مجمع ہنس پڑا۔

''اس نے کیا کہا؟'' سفید آدمی نے مترجم سے پوچھا۔لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کوئی جواب دیتا ایک اور شخص نے سوال پوچھا'' گورے کا آہنی گھوڑا کہاں ہے؟'' ای بوعیسائی مبلغین نے باہمی مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ غالباً اس کی مراد بائیسکل سے ہے۔اُنہوں نے سفید فام کو بتایا اور وہ مشفقانہ انداز میں مسکرادیا۔اس نے کہا'' انہیں بتادو کہ جب ہم ان کے درمیان آباد ہو جائیں گے تو بہت سے آہنی گھوڑے لے کر آئیں گے۔ان میں سے کچھ خود ان آہنی گھوڑوں پہ سوار ہوسکیں گے۔'' اس کا ترجمہ انہیں سنایا گیا لیکن بہت کم لوگوں نے اسے سنا۔وہ پر جوش طریقے سے آپس میں باتیں کررہے تھے کیونکہ سفید آدمی نے ان کے درمیان رہائش اختیار کرنے کی بات کی تھی۔اُنہوں نے اس کا پہلے خیال نہیں کیا تھا۔اس مرحلے پر ایک بوڑھے آدمی نے سوال کیا'' تمہارا یہ دیوتا کونسا ہے؟ دھرتی کی دیوی ہے؟ آکاش کا دیوتا ہے۔اماڈائی اورا ہے یا بجلی کی کڑک ہے یا یہ کیا ہے؟''

مترجم نے گورے سے بات کی اور اس نے فوراً جواب دیا'' وہ سب دیوتا جن کا آپ نے ذکر کیا ہے قطعی طور پر دیوتا نہیں ہیں۔وہ چھل،فریب کے دیوتا ہیں جو آپ سے کہتے ہیں کہ اپنے ساتھیوں کو مار دو اور معصوم بچوں کو تلف کردو۔صف ایک سچا خدا ہے جو زمین،آسمان ہمارا تمہارا اور سب کا خدا ہے۔''

ایک اور شخص نے پوچھا'' اگر ہم اپنے دیوتاؤں کو چھوڑ کر تمہارے دیوتا کی پیروی کرنے لگیں تو دیوتاؤں اور پرکھوں سے تغافل شعاری پر ان کے غیض وغضب سے کون پناہ دے گا؟''

سفید شخص نے جواب دیا'' تمہارے زندگی سے عاری دیوتا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔وہ تو لکڑی اور پتھر کے ٹکڑے ہیں'' جب مبانتا کے آدمیوں کو ترجمہ سنایا گیا تو وہ تضحیک آمیز ہنسنے لگے۔اُنہوں نے اپنے آپ سے کہا یہ لوگ ضرور پاگل ہیں نہیں تو یہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ آنی اور آماڈائی اورا کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے؟ اور ان کے علاوہ آئی ڈیملی،اور اگ وگ وو بھی کیونکر بے ضرر سمجھے جاسکتے ہیں؟ ان میں سے بعض اس پہ وہ وہاں سے چل پڑے۔

اس کے بعد مشنری زور زور سے گانے لگے عیسائیت کا پیغام سنانے والوں کی اس بھڑ کیلی اور دھوم مچانے والی دھن میں اتنی قوت تھی کہ وہ ای بو قبیلے کے آدمی کے غبار آلود اور خاموش دل کے تاروں کو چھیڑ سکتی تھی۔مترجم ایک ایک مصرعے کے معنی سامعین کو بیان کررہا تھا جن میں سے

کچھ وہاں مسحور کھڑے تھے۔ یہ ایسے بھائیوں کی داستان تھی جو خدا کی محبت سے غافل، خوف اور اندھیرے میں زندگی بتا رہے تھے۔ یہ ایک بھیڑ کے بارے میں بیان تھا جو خدا کے دروازے اور چرواہے کی کومل نگہبانی سے دور پہاڑیوں پر گھوم رہی ہو۔ گانا ہو چکا تو مترجم نے خدا کے بیٹے کے بارے میں بتانا شروع کیا جس کا نام جیسو کرسٹی تھا۔ اوکونک وو محض اس اُمید میں ٹھہرا رہا کہ شاید ان آدمیوں کو بھگانے یا چابک مارنے کی نوبت آئے اب ان سے پوچھنے لگا ''تم نے ابھی اپنے منہ سے ہمیں بتایا کہ صرف ایک دیوتا ہے اور اب تم اس کے بیٹے کا ذکر کر رہے ہو۔ پھر تو اس کی بیوی بھی ضرور ہوگی۔'' مجمع نے اس سے اتفاق کیا۔

مترجم نے عذر لنگ تراشتے ہوئے کہا ''میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس کی بیوی تھی۔''

مسخر نے کہا ''آپ کے کولہوں نے فرمایا تھا کہ اس کا بیٹا تھا اس لئے اس کی بیوی بھی ضرور ہوگی اور ان سب کے کولہے بھی ہوں گے۔'' مشنری اس کو نظر انداز کرتے ہوئے آگے تثلیث مقدس کے بارے میں بات کرنے لگا۔ آخر تک پہنچتے پہنچتے اوکونک وو مکمل طور پر قائل ہو گیا تھا کہ یہ شخص دیوانہ ہے اس نے کندھے اچکائے اور سہ پہر کی شراب حاصل کرنے کے لیے پام کو شگاف دینے کے لیے چل پڑا۔

لیکن وہاں یہ ایک نوجوان لڑکا ایسا تھا جو اس کے سحر میں آ چکا تھا۔ وہ نووئی، اوکونک وو کا پہلوٹھی کا بیٹا تھا۔ تثلیث کی مجنونانہ منطق نے اسے متاثر نہیں کیا تھا وہ تو اس کے فہم سے باہر تھی۔ لیکن جو چیز اس کی ہڈیوں کے گودے میں سرسرائی وہ نئے مذہب کی شاعری تھی۔ ایک مبہم اور بار بار ابھرنے والا سوال جو اس کی نوجوان روح کے گرد منڈلاتا رہتا تھا اس کا جواب اسے وہ حمد دیتی معلوم ہوتی تھی جو خوف کے مارے ہوئے، اندھیرے میں بیٹھے ہوئے بھائیوں کے بارے میں تھی۔۔۔ سوال جو اسے پریشان رکھتا تھا وہ جھاڑیوں میں روتے جڑواں بچوں اور قتل کئے جانے والے ای کیمی فونا کے متعلق تھا۔ جب حمد اس کی جلی بھنی روح پر پڑی تو اسے سکون محسوس ہوا۔ حمد کے الفاظ جمی ہوئی بارش کے قطرات کی مانند تھے جو ہانپتی زمین کے خشک دہن میں پگھل رہے ہوں۔ اس کے ناپختہ ذہن میں زبردست الجھن تھی۔

سترھواں باب

مشنریوں نے اپنی پہلی چار پانچ راتیں منڈی لگنے کے مقام پر گزاریں اور ہر صبح وہ عیسائیت کو تبلغ کے لیے دیہات میں نکل جاتے۔ وہ پوچھتے کہ گاؤں کا بادشاہ کون ہے؟ گاؤں والے بتاتے کہ یہاں کوئی بادشاہ نہیں ہوتا اور کہتے کہ ''ہمارے ہاں اونچے القابت والے لوگ، بڑے پجاری اور بزرگ ہوتے ہیں''۔

پہلے دن کی ہلچل اور گڑبڑ کی وجہ سے بزرگوں اور بڑے القابات والون کو مجتمع کرنا سہل نہ تھا لیکن مشنریوں نے تحمل کا مظاہرہ کیا اور بالاخر مبانتا کے حاکمین نے ان کی پذیرائی کی اور اُنہوں نے اپنا گرجا تعمیر کرنے کیلئے ایک قطعہ زمین مانگا۔

ہر قبیلے اور گاؤں کا ایک منحوس جنگل ہوتا۔ اس میں چیچک اور کوڑھ جیسے قبیح امراض سے مرنے والے دفن کئے جاتے اور بڑے جادوگروں کی موت کے بعد ان کے طلسم پیدا کرنے والے طاقتور سامان کو ڈھیر کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا۔ یوں منحوس جنگل، نحس طاقتوں اور ظلمت کی قوتوں سے بھرا ہوتا۔ اسی قسم کا ایک جنگل مبانتا کے حکمرانوں نے مشنریوں کے حوالے کر دیا وہ دراصل انہیں اپنے قبیلے کے اندر نہیں آنے دینا چاہتے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے ایسی پیشکش کی جسے کوئی درست ہوش وحواس والا شخص قبول نہیں کر سکتا تھا۔

جب اُنہوں نے آپس میں مشورہ کیا تو یو چندو نے اپنے ہم رتبہ لوگوں سے کہا ''وہ خانقاہ تعمیر کرنے کیلئے زمین کا ایک ٹکڑا مانگتے ہیں اور ہم وہ ٹکڑا انہیں دے دیں۔'' وہ رکا تو حیرت و اختلاف کی بڑبڑاہٹ ابھری۔ ''آیئے ہم منحوس جنگل میں سے کچھ حصہ انہیں دے دیں۔ وہ موت پر فتح کی بڑہا نکتے ہیں اور ہم انہیں حقیقی میدان جنگ مہیا کئے دیتے ہیں۔ وہ وہاں فتح

حاصل کر کے دکھائیں۔'' اس پر وہ ہنسے اور تجویز پر اتفاق کیا اور مشنریوں کو طلب کیا جنہیں پہلے یہ کہہ کر بھیج دیا تھا کہ ہم چونکہ کانا پھوسی (باہم مشورہ) کرنا چاہتے ہیں اس لئے آپ تھوڑی دیر کے لئے چلے جائیں۔ پھر اُنہوں نے مشنریوں کو جتنا بھی وہ منحوس جنگل کا حصہ لینا چاہتے تھے دینے کی پیشکش کی۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب مشنریوں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر زور زور سے گانا شروع کر دیا۔

کچھ بزرگوں نے کہا کہ ''وہ شاید سمجھ نہیں سکے، لیکن کل صبح جب وہ اپنے قطعہ زمین پر پہنچیں گے تو بات ان کی سمجھ میں آ جائے گی۔'' اور وہ منتشر ہو گئے۔

دوسری صبح ان دیوانوں نے واقعتاً جنگل کا ایک حصہ ساف کرنا اور مکان بنانا شروع کر دیا۔ مبانتا کے رہنے والوں کو توقع تھی کہ وہ سب کے سب چار دنوں میں مر جائیں گے۔ پہلا دن گزرا، پھر دوسرا، تیسرا اور چوتھا دن بھی گزر گیا اور کوئی بھی نہ مرا۔ ہر آدمی الجھن میں پڑ گیا۔ اس کے بعد سبھی کو معلوم ہو گیا کہ گورے آدمی کا ٹونے ٹوٹکے کا سامان ناقابل یقین حد تک طاقت رکھتا ہے۔ کہا جاتا تھا کہ وہ اپنی آنکھوں پہ شیشے اس لئے پہنتا ہے تاکہ وہ بدروحوں کو یکھ سکے اور ان سے کلام کر سکے۔ زیادہ دیر نہیں گزری اور اسے پہلے تین نئے عیسائی بنانے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اگرچہ نووئی کو پہلے دن سے ہی نئے عقیدے میں جاذبیت محسوس ہو رہی تھی لیکن اس نے یہ بات چھپائے رکھی۔ وہ اپنے باپ کے خوف سے مشنریوں کے بہت زیادہ قریب نہیں ہو سکتا تھا لیکن وہ جب بھی گاؤں کے کھیل کے میدان میں یا منڈی لگنے کی مقام پر تبلیغ کے لئے جاتے تو نووئی وہاں موجود ہوتا۔ ابھی سے وہ ان چند ایک سادہ کہانیوں کو جان گیا تھا جو مبلغین بتایا کرتے تھے۔

مسٹر کیا گا مترجم تھا اور نومولود ٹولی اب اس کی تحویل میں تھی۔ اس نے کہا ''ہم نے اب گرجا تعمیر کر لیا ہے۔'' سفید فام شخص نے یوموفیا واپس جا کر ہیڈ کوارٹر بنایا اور وہاں سے وہ باقاعدگی سے مسٹر کیا گا کی ٹولی کو ملنے کے لیے مبانتا میں آتا۔ مسٹر کیا گا نے کہا ''ہم نے اب گرجا تعمیر کر لیا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم سب یہاں ساتویں دن سچے خدا کی عبادت کے لیے جمع ہوں۔''

اگلے اتوار نووئی سرخ مٹی اور چھپر کی چھت والی چھوٹی سی عمارت کے سامنے سے کئی بار گزرا لیکن اس میں داخل ہونے کی جرات نہ کر سکا۔ اسے گانے کی آواز آ رہی تھی اور اگرچہ وہاں

چند ہی آدمی تھے لیکن ان کی آواز بلند اور پر اعتماد تھی۔ ان کا گرجا دائرے کی صورت میں صاف کی ہوئی جگہ پر واقع تھا اور یوں لگتا جیسے منحوس جنگل کا منہ کھلا ہو۔ کیا وہ کسی وقت بھی اپنے دانت بھینچ لے گا؟ نووئی گرجا کے سامنے بار بار گزرنے کے بعد بالآخر گھر واپس چلا آیا۔

مبانتا کے تمام لوگ خوب جانتے تھے کہ ان کے دیوتا اور پرکھے بعض اوقات بہت دیر تک برداشت کرتے ہیں اور دانستہ کسی شخص کو للکارنے کی اجازت دیئے رکھتے ہیں۔ لیکن ایسی صورتوں میں بھی وہ آخری حد سات منڈی کے ہفتے یا اُٹھائیس دن مقرر کرتے ہیں۔ اس حد سے آگے کسی آدمی کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ جوں جوں گستاخ مشنریوں کو منحوس جنگل میں گرجا بناتے ہوئے سات ہفتے پورے ہونے کے قریب آ رہے تھے گاؤں میں اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ گاؤں والوں کو اس بدقسمتی پر جو ان گورے لوگوں کی تاک میں تھی اتنا محکم یقین تھا کہ ایک دو مذہب تبدیل کرنے والوں نے عقلمندی اسی میں سمجھی کہ نئے عقیدے کی اطاعت کو ملتوی کر دیں۔

آخر وہ دن آ پہنچا جس دن تک تمام مشنریوں کو مر جانا چاہیے تھا لیکن وہ ابھی زندہ تھے اور اپنے استاد مسٹر کیا گا کے لیے سرخ مٹی اور چھپر سے نیا گھر تعمیر کر رہے تھے۔ اس ہفتے چند اور اشخاص بھی مذہب تبدیل کر کے ان میں آ ملے۔ پہلی بار ایک عورت بھی ان میں شامل ہوئی۔ اس کا نام نیکا تھا اور وہ آمادی کی زوجہ تھی جو کہ ایک خوشحال کسان تھا۔ وہ پیٹ میں بچے سے بہت بھاری ہو رہی تھی۔

نیکا کو پہلے چار بار حمل ٹھہرا اور بچے پیدا ہوئے لیکن ہر بار اس کے ہاں جڑواں ہی پیدا ہوئے جنہیں فی الفور پھینک دیا جاتا۔ اس کا خاوند اور خاوند کے خاندان والے پہلے ہی ایسی عورت پر شدید نکتہ چینی کر رہے تھے جو ہر بار جڑواں بچے کو جنم دیتی۔ اس لئے جب انہیں پتہ چلا کہ وہ فرار ہو کر عیسائیوں میں جا ملی ہے تو وہ غیر ضروری طور پر زیادہ پریشان نہیں ہوئے بلکہ سوچا کہ چلو اس طرح اس سے چھٹکارا ہوا۔

ایک صبح اوکونک وو کا عم زاد آمک وو گرجا کے قریب سے گزر کر پڑوس کے گاؤں جا رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ نووئی عیسائیوں کی ہمراہی میں ہے۔ وہ بہت حیران ہوا اور واپس گھر پہنچتے ہی سیدھا اوکونک وو کی جھونپڑی میں جو کچھ دیکھا تھا بتانے کے لیے گیا۔ عورتیں پرجوش انداز میں باتیں کرنے لگیں لیکن اوکونک وو ساکت بیٹھا رہا۔

نووئی جب لوٹا تو سہ پہر ڈھل رہی تھی اس نے اوبی میں جا کر اپنے باپ کو سلام کیا لیکن

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ نووئی اندرونی صحن کی طرف جانے کیلئے مڑا تو اس کا باپ غصے سے مغلوب ہوکر اپنے پاؤں پر اچھلا اور اس کی گردن دبوچ لی۔

''تم کہاں تھے؟'' اس نے ہکلاتے ہوئے سوال کیا۔

نووئی نے سانس گھونٹ دینے والی گرفت سے اپنے آپ کو آزاد کرانے کیلئے کوشش کی۔

اوکونک ووگرجا'' جواب دو۔ پیشتر اس کے کہ میں تمہیں جان سے مار ڈالوں'' اس نے پست دیوار پر سے ایک بھاری چھری اُٹھا کر اسے دو تین وحشیانہ ضربات لگائیں۔

اوکونک پھر گرجا'' جواب دو'' نووئی کھڑا اسے دیکھتا رہا اور ایک لفظ نہیں بولا۔

عورتیں اندر جانے سے ڈرتی باہر کھڑی چیخ رہی تھیں۔

''لڑکے کو فوراً چھوڑ دو'' بیرونی صحن سے آواز آئی۔ یہ اوکونک وو کے ماموں یوچندو کی آواز تھی'' کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟''

اوکونک وو نے کوئی جواب نہ دیا لیکن لڑکے کو چھوڑ دیا۔ نووئی گھر سے نکل گیا اور پھر کبھی واپس نہ لوٹا۔

اس نے گرجا میں جا کر مسٹر کیا گا سے کہا کہ اس نے یوموفیا جانے کا فیصلہ کر لیا ہے جہاں گورے مشنری نے نوجوان عیسائیوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کے لیے سکول قائم کر رکھا ہے۔

مسٹر کیا گا بے حد خوش ہوا اور کہا'' اس پر رحمت کی گئی جس نے اپنے ماں باپ کو میری خاطر چھوڑ دیا۔ وہ جو میری بات سنتے ہیں وہی میری ماں ہیں اور وہی میرے باپ ہیں''۔

نووئی پوری طرح تو نہ سمجھ پایا لیکن وہ اپنے باپ کو چھوڑ کر خوش تھا اور اس نے سوچا کہ جب تعلیم حاصل کر کے لوٹے گا تو اپنی ماں، بھائیوں اور بہنوں کو نیا عقیدہ اختیار کروائے گا۔

اس رات جب اوکونک وو اپنے جھونپڑی میں بیٹھا جلتی لکڑیوں کی آگ کو غور سے دیکھ رہا تھا تو معاً اس کے اندر غصہ بھڑک اُٹھا اور یہ خواہش بڑی شدت سے محلی کے وہ اپنا تیغچہ اُٹھا کے گرجا میں پہنچے اور ان کمینے شرانگیزوں کی پوری منڈی کا صفایا کر دے۔ لیکن پھر خیال آیا کہ نووئی اس قابل نہیں کہ اس کے لیے لڑائی چھیڑی جائے۔ اس کا دل پھٹکارا گیا؟ اسے اپنے ذاتی دیوتا چی کا ہاتھ اس میں واضح طور پر دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اپنی اتنی بڑی بدبختیوں کی وضاحت کیونکر کرتا؟ پہلے جلاوطنی اور اب اس سفلے بیٹے کے لچھن۔ اب جب کہ اس کے پاس سوچنے کے لیے وقت تھا تو بیٹے کا گناہ اپنی تمام تر سنگینی کے ساتھ اس کے سامنے نمایاں ہو کے کھڑا

تھا۔اپنے باپ کے دیوتاؤں سے منہ موڑ کر ایسے نامردوں کے ٹولے میں جا شامل ہونا جو بوڑھی مرغیوں کی طرح کڑکڑاتے پھر رہے ہوں گھناؤنے پن کی انتہا تھی۔فرض کیا کہ اس کی موت کے بعد تمام مذکر بچے نووئی کی پیروی کرنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں اور اپنے پرکھوں کو چھوڑ دیتے ہیں تو کیا ہوگا؟اس خوفناک نظارے کے تصور سے ایک ٹھنڈی کپکپی اس کے اندر دوڑ گئی۔جیسے کہ اس کو فنا کیا جا رہا ہو۔اس نے دیکھا کہ وہ خود اور اس کے آباجدی خانقاہ کے اردگرد جمگھٹا کئے پرستش اور قربانی کا بے کار انتظار کر رہے ہیں اور انہیں بیتے دنوں کی راکھ کے سوا کچھ نہیں ملتا جبکہ اس دوران اس کے بچے سفید آدمی کے دیوتا کی پرستش میں مگن ہوں گے اگر کبھی ایسی صورت حال پیدا ہوئی تو وہ،اوکونک وو،انہیں زمین کے چہرے پر سے مٹا ڈالے گا۔

اوکونک وو کو عرف عام میں ''گرجتا ہوا شعلہ'' کہا جاتا تھا۔جلتی لکڑیوں کو آگ میں دیکھ کر اسے اس نام کا خیال آیا۔تو پھر یہ کیسے ہوا کہ نووئی جیسا نامرد اور بے کار بیٹا اس کے ہاں تولد ہوا؟شاید وہ اس کا بیٹا تھا ہی نہیں۔اس کی بیوی نے اس سے بے وفائی کی تھی۔لیکن نووئی اپنے دادا یونو کاسے جو اوکونک وو کا باپ تھا مشابہت رکھتا تھا اس نے اپنے دل سے یہ خیال باہر نکال دیا۔وہ اوکونک وو جو آگ کا شعلہ کہا جاتا تھا تو پھر یہ کیونکر ہوا کہ بیٹے کے بجائے ایک عورت اس کے گھر پیدا ہوگئی؟جب اوکونک وو نووئی کی عمر کا تھا تو پورے یوموفیا میں اپنی بے خوفی اور پہلوانی کیلئے مشہور ہو چکا تھا۔

اس نے گہری آہ بھری اور ساتھ ہی سلگتی لکڑی نے بھی اس کی ہمدردی میں آہ بھری۔دفعتاً گویا اوکونک وو کی آنکھیں کھل گئیں اور پورا معاملہ اس پر روشن ہو گیا۔جلتی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے اور بے طاقت راکھ بن جاتا ہے۔اس نے ایک اور آہ بھری گہری اور ٹھنڈی۔

MashalBooks.com

اٹھارہواں باب

مبانتا کے نوعمر گرجا کو زندگی کی ابتداء ہی میں چند نازک مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ پہلے تو قبیلہ نے تصور کرلیا کہ یہ زندہ نہیں بچ سکے گا۔ لیکن وہ زندہ رہا اور آہستہ آہستہ مضبوط ہوتا گیا۔ اس پر قبیلہ کو تردد ہوا مگر کچھ ایسا زیادہ بھی نہیں۔ اگر ایک ایفولیفو (بے حیثیت آدمی) گروہ نے منحوس جنگل میں رہنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے۔ جب کوئی اس بارے میں سوچتا تو اس نتیجہ پر پہنچتا کہ منحوس جنگل ہی ان ناپسندیدہ آدمیوں کے رہنے کیلئے موزوں جگہ ہے۔ یہ سچ تھا کہ وہ جڑواں بچوں کو جھاڑ جھنکار میں سے اُٹھا کر بچا لیتے ہیں لیکن وہ انہیں کبھی گاؤں میں لے کر نہیں آتے تھے۔ جہاں تک گاؤں والوں کا تعلق تھا ان کے لیے جڑواں وہیں تھے جہاں پر کہ انہیں پھینکا گیا تھا۔ یقیناً دھرتی دیوی مشنریوں کے گناہوں کی سزا بے گناہ دیہاتیوں کو کیوں دے گی؟

لیکن ایک موقعہ ایسا بھی آیا جب مشنریوں نے اپنی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کی۔ تین نئے نئے مذہب بدلنے والوں نے گاؤں میں جا کر سرعام یہ ڈینگیں مارنی شروع کردیں کہ تمام دیوتا مردہ اور بے بس ہیں اور وہ ان کی تمام خانقاہیں جلا کر انہیں جنگ کی دعوت دینے کیلئے تیار ہیں۔

پجاریوں میں سے ایک نے کہا ''جاؤ اور جا کر اپنی ماں کی شرمگاہ کو آگ لگاؤ'' انہیں پکڑ کر اتنا مارا گیا کہ وہ خون میں نہا گئے۔ اس کے بعد بہت لمبے عرصے تک قبیلے اور گرجا کے درمیان کوئی واقعہ رونما نہ ہوا۔

لیکن اس طرح کی کہانیاں پہلے ہی پھیلنی شروع ہوگئی تھیں کہ گورا صرف نیا مذہب ہی نہیں لے کے آیا بلکہ ساتھ میں نئی حکومت بھی لے کے آیا ہے۔ کہا جاتا تھا کہ اُنہوں نے یوموفیا میں انصاف کیلئے ایک جگہ تعمیر کی ہے تاکہ اپنے مذہب کے پیروکاروں کو تحفظ دے سکیں۔ یہ بھی کہا

MashalBooks.com

جاتا تھا کہ ایک شخص جس نے ایک مشنری کو مار دیا تھا اسے پھانسی دے دی گئی تھی۔

اگر چہ ایسی کہانیاں اب اکثر سنائی دیتی تھیں لیکن مبانتا میں انہیں داستان طرازی پر محمول کیا جاتا اور ابھی وہ گرجے اور قبیلے کے تعلقات پر اثر انداز ہونا شروع نہیں ہوئی تھیں۔ یہاں پر کسی مشنری کے مارے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ مسٹر کیا گا اپنے جنون کے باوجود بالکل بے ضرر تھا۔ جہاں تک اس کے ان آدمیوں کا تعلق تھا جنہوں نے نیا عقیدہ اختیار کیا تھا وہ اپنی تمام تر بے وقعتی کے باوجود ابھی قبیلے کے رکن تھے اور کوئی شخص انہیں قبیلے سے فرار اختیار کئے بغیر قتل نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کسی نے سفید لوگوں کی حکومت کی کہانیوں اور عیسائیوں کو قتل کرنے کے نتائج پہ سنجیدگی سے غور نہیں کیا تھا۔ اگر وہ جتنے کہ اب تکلیف دہ تھے اس سے زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوئے تو انہیں بس قبیلے سے بھگا دیا جائے گا۔

اس لمحہ نھا گرجا اپنی پریشانیوں میں اس قدر منہمک تھا کہ قبیلے کو ناراض کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سارا مسئلہ ذات باہر کے لوگوں کو شامل کرنے سے شروع ہوا۔

ان ذات باہر یا ''اوسو'' لوگوں نے جب دیکھا کہ نیا مذہب جڑواں بچوں اور دیگر ایسے ہی گھناؤنی چیزوں کو خوش آمدید کہتے ہیں تو اُنہوں نے سوچا کہ ممکن ہے انہیں بھی قبول کر لیا جائے۔ ایک اتوار ان میں سے دو گرجا کے اندر جا پہنچے۔ وہاں فوراً ایک ہلچل مچ گئی۔ لیکن نئے مذہب نے نیا عقیدہ اختیار کرنے والوں میں اتنا زیادہ کام کیا ہوا تھا کہ وہ ذات باہر والوں کی آمد پر فوراً گرجا سے باہر نہ نکلے۔ البتہ جنہوں نے دیکھا کہ وہ ان کے بہت زیادہ قریب بیٹھ گئے ہیں تو اُنہوں نے نشستیں بدل لیں۔ یہ ایک معجزہ تھا۔ لیکن یہ عبادت کے دوران ہی قائم رہا۔ اس کے بعد پورے گرجا نے احتجاج کیا اور قریب تھا کہ انہیں وہاں سے بھگا دیتے لیکن مسٹر کیا گا نے انہیں روکا اور وضاحت کرنی شروع کر دی۔

اُنہوں نے کہا ''خدا کے حضور کوئی غلام اور آزاد نہیں۔ ہم سب خدا کے بچے ہیں اور ہم پہ لازم ہے کہ اپنے بھائیوں کی پذیرائی کریں۔''

نئے عقیدہ اختیار کرنے والوں میں سے ایک نے کہا ''آپ نہیں سمجھتے۔ جب کافر سنیں گے کہ ہم اپنے مابین اوسو کو آنے کی اجازت دیتے ہیں تو وہ ہمارے بارے میں کیا کہیں گے؟ وہ ہنسی اڑائیں گے۔''

مسٹر کیا گا نے کہا ''انہیں ہنسنے دو۔ روز قیامت خدا ان پر ہنسے گا۔ قوموں پر قہر کیوں ٹوٹتا

ہے اور لوگ متکبرانہ باتیں کیوں سوچتے ہیں؟ وہ جو آسمانوں پہ بیٹھا ہے ہنسے گا۔ آقا ان کی تضحیک کرے گا۔''

نیا عقیدہ اختیار کرنے والا اپنی بات پہ اڑا رہا'' آپ بہ حیثیت استاد نئے دین کی باتیں تو ہمیں سکھلا سکتے ہیں لیکن یہ معاملہ ایسا ہے جسے ہم ہی بخوبی جانتے ہیں۔ آپ نہیں سمجھ سکتے۔'' اس نے مسٹر کیا گا کو بتایا کہ اوسو کیا ہوتا ہے۔

وہ ایک ایسا شخص ہوتا ہے جسے کسی دیوتا کی نذر کر دیا گیا ہو۔ ایک ایسی چیز جو الگ کر دی گئی ہو ..... جو ہمیشہ کیلئے ممنوع اور حرام ہو، نہ صرف خود بلکہ اس کے بعد اس کے بچے بھی۔ نہ تو وہ پیدائشی آزاد کو بیاہ کے لاسکتا ہے اور نہ ہی اگر عورت ہو تو اسے کوئی پیدائشی آزاد بیاہے گا۔ وہ دراصل ایک ذات باہر شخص ہوتا ہے جو بڑی خانقاہ کے قریب ایک مخصوص علاقے میں رہائش رکھتا ہے۔ جہاں بھی جاتا ہے وہ اپنی ممنوعہ ذات کا نشان اُٹھائے ہوئے جاتا ہے ..... لمبے، الجھے ہوئے گندے بال۔ استرا اس کے لیے حرام ہے۔ ایک اوسو پیدائشی آزادوں کے اجتماع میں شمولیت نہیں کر سکتا اور نہ ہی دوسرے لوگ اس کی چھت تلے کبھی پناہ لے سکتے ہیں۔ وہ قبیلے کے چار القابوں میں سے کوئی اختیار نہیں کر سکتا اور مرنے پہ اسی جیسے اوسو اس کو ''منحوس جنگل'' میں دفناتے ہیں۔ ایسا آدمی کیونکر مسیح کا مقلد ہو سکتا ہے۔

مسٹر کیا گا نے جواب دیا'' ایسے آدمی کو مسیح کی تم سے اور مجھ سے زیادہ ضرورت ہے۔''

''تو پھر میں اپنے قبیلے میں واپس جا رہا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھا اور چلا گیا۔ مسٹر کیا گا ثابت قدم رہا اور یہی استحکام تھا جس نے نوعمر گرجے کو اس وقت سنبھال لیا۔ دانو اڈول نئے مقلدین کو اس کے اٹل ایمان سے اعتماد اور بھروسہ ملا۔ اس نے ذات باہر والوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے لمبے الجھے ہوئے بال مونڈ ڈالیں۔ وہ ڈر رہے تھے کہ ایسا کرنے سے وہ کہیں مر نہ جائیں۔

مسٹر کیا گا نے کہا'' جب تک تم اپنے بے دین اعتقاد کے نشان کو مونڈتے نہیں میں تمہیں گرجا میں داخلہ نہیں دوں گا۔ تمہیں خوف ہے کہ مر جاؤ گے؟ ایسا بھلا کیوں ہوگا؟ دوسرے لوگ جو بال مونڈتے ہیں تم ان سے کیونکر مختلف ہو؟ اسی خدا نے تمہیں تخلیق کیا ہے جس نے انہیں تخلیق کیا ہے۔ لیکن اُنہوں نے تمہیں کوڑھیوں کو طرح الگ کر دیا ہے۔ یہ خدا کی منشا کے خلاف ہے جس نے حیات دوام کا وعدہ ان سب سے کیا ہے جو اس کے پاک نام پر ایمان لے آتے ہیں۔ کافر کہتے ہیں کہ اگر تم نے یہ کیا یا وہ کیا تو مر جاؤ گے اور تم خوف کھا جاتے ہو۔ اُنہوں نے تو یہ بھی

کہا تھا کہ اگر میں نے اپنا گرجا اس زمین پہ تعمیر کیا تو مر جاؤں گا۔ تو کیا میں مر گیا؟ اُنہوں نے کہا تھا کہ اگر میں نے جڑواں بچوں کو اپنی حفاظت میں لیا تو مر جاؤں گا۔ لیکن میں تو آج بھی زندہ ہوں۔ یہ کافر سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں بولتے۔ سچا لفظ صرف ہمارے خدا کا ہے۔''

ان دونوں ذات باہر والوں نے اپنے بال صاف کر دیئے اور جلد ہی وہ نئے دین کے بڑے مستحکم اور وفادار ساتھی بن گئے۔ اس کے علاوہ یہ ہوا کہ مبانتا کے جتنے بھی اوسو تھے اُنہوں نے اس مثال کی تقلید کی۔ بلکہ انہی میں سے ایک تھا جس کے جوش کے باعث سال بھر بعد گرجا اور قبیلے کے درمیان ایک بڑا بھاری جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ اس نے متبرک اژدھے کو جسے پانی دیوتا کا ظہور مانا جاتا تھا مار ڈالا۔

شاہی اژدھا مبانتا اور اس کے اردگرد کے قبائل میں سب جانوروں سے زیادہ محترم جانور تھا۔ اسے ''ہمارا باپ'' کہہ کر پکارا جاتا اور جہاں بھی وہ جانا چاہے اسے جانے کی اجازت تھی چاہے وہ لوگوں کے بستروں میں ہی کیوں نہ جا گھسے۔ وہ گھوں میں چوہے کھاتا اور بعض اوقات مرغیوں کے انڈے نگل جاتا۔ اگر قبیلے کے کسی فرد سے شاہی اژدھا حادثاتی طور پر بھی مر جاتا تو وہ کفار کے لیے قربانیاں دیتا اور گراں بہا تدفینی رسم ادا کرتا جیسی کہ کسی عظیم انسان کے لیے کرنے کا دستور تھا۔ اژدھے کو دانستہ مارنے والے شخص کے لیے کوئی سزا مقرر نہیں تھی کیونکہ یہ کسی نے سوچا ہی نہ تھا کہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ غالباً اب بھی ایسا نہیں ہوا تھا اور قبیلے والوں کا بھی یہی خیال تھا۔ کسی شخص نے اوسو کو اژدھا مارتے نہیں دیکھا تھا۔ دراصل یہ کہانی پہلے خود عیسائیوں نے ہی بیان کرنا شروع کی۔

غرضیکہ مبانتا کہ حکمران اور بزرگ لائحہ عمل کا تصفیہ کرنے کیلئے اکٹھے ہوئے۔ ان میں سے بہت سوں نے بڑی لمبی اور غصے سے بھری تقاریر کیں۔ جنگی روح ان پر طاری تھی۔ اوکونک وو جس نے اپنی والدہ کی سرزمین کے معاملات میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا کہنے لگا کہ جب تک اس مکروہ گروہ کو گاؤں سے درے مار مار کر بھگایا نہیں جائے گا یہاں امن قائم نہیں رہ سکتا۔

لیکن وہاں پر بہت سے ایسے بھی تھے جو صورت حال کو مختلف انداز سے جانچتے تھے اور آخر کار انہی کی رائے سب پر حاوی رہی۔

''ہمارے ہاں دیوتاؤں کی خاطر لڑنے کا رواج نہیں ہے۔'' ان میں سے ایک کہنے لگا'' اور ہمیں اب بھی یہ رویہ اختیار کرنے کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص اپنی

جھونپڑی میں خفیہ طور پر متبرک اژدھے کو مار ڈالتا ہے تو معاملہ دیوتا اور اس کی آفت کے ہدف کے درمیان ہے۔ ہم نے تو اس قتل کو ہوتے نہیں دیکھا۔ اگر ہم اپنے آپ کو دیوتا اور اس کی آفت کے ہدف کے درمیان میں لے آئیں تو مجرم کو مارے جانے والی ضربات ہمیں لگ سکتی ہیں۔ اگر کوئی مذہب کی بے ادبی کرے تو ہم کیا کرتے ہیں؟ کیا ہم جا کر اس کا منہ بند کرتے ہیں؟ ہم انگلیاں کانوں میں دے لیتے ہیں تا کہ جو وہ کہہ رہا ہے ہم نہ سنیں۔ یہی عقلمندی کا تقاضہ ہے۔''

اوکونک وو کہنے لگا'' ہمارا استدلال بزدلوں جیسا نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص میری جھونپڑی میں آئے اور فرش پر رفع حاجت کرنے لگے تو مجھے کیا کرنا چاہیئے کیا میں اپنی آنکھیں بند کرلوں؟ نہیں! میں چھڑی سے اس کا سر توڑ دوں گا۔ مردیوں کیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ روزانہ ہم پہ غلاظت اچھالتے ہیں۔ اور اوکیکی کہتا ہے کہ ہم یوں ظاہر کریں جیسے ہم نے دیکھا ہی نہیں۔ اوکونک وو نے نفرت سے بھری آواز پیدا کی اس نے سوچا کہ یہ زنانہ قبیلہ ہے۔ اس کے باپ کی سرزمین یوموفیا میں کسی ایسے واقعہ کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ایک اور آدمی نے بات شروع کی'' اوکونک وو نے سچ کہا ہے۔ ہمیں کچھ کرنا چاہیئے۔ ان لوگوں کو برادری سے خارج کردیں، یوں ہم ان کی مکروہات کیلئے جواب دہ تو نہ ٹھہریں گے۔''

اجتماع میں موجود ہر شخص نے اپنی بات کہی اور آخر یہ فیصلہ ہوا کہ عیسائیوں کو برادری سے خارج کر کے ان کا حقہ پانی بند کردیا جائے۔ اوکونک وو نے نفرت اور حقارت سے دانت پیسے۔

اس رات ایک گھنٹی والا گاؤں کے طول وعرض میں یہ اعلان کرتے ہوئے گھوم گیا کہ آج کے بعد نئے عقیدے کے پیروکاروں کو قبیلے کی زندگی اور مراعات سے محروم کردیا گیا ہے۔

عیسائیوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے اب مردوں، عورتوں اور بچوں پہ مشتمل ایک چھوٹا سا پر اعتماد اور اپنے آپ پہ بھروسہ رکھنے والا گروہ بن چکی تھی۔ مسٹر براؤن، سفید مشنری باقاعدگی سے انہیں ملنے کے لیے وہاں آتا۔ اس نے کہا کہ''میں یہ سوچ کے حیران رہ جاتا ہوں کہ صرف اٹھارہ مہینے ہوئے آپ کے درمیان پہلی بار بیج بویا گیا تھا! آقا نے کیا سے کیا بنا دیا ہے؟''

''مقدس ہفتے''میں بدھ کا دن تھا کہ مسٹر کیا گا نے عورتوں سے کہا کہ وہ سرخ مٹی، سفید، چاک اور پانی لائیں تا کہ گرجا گھر کو ایسٹر کے تہوار کے واسطے لیپا جا سکے۔ اس کام کیلئے عورتیں تین گروہوں میں بٹ گئیں۔ ان میں سے کچھ صبح سویرے پانی کے برتن لئے ندی کے رخ چل پڑیں۔ ایک دوسرا گروہ پھاوڑے اور ٹوکریاں لئے گاؤں کے سرخ مٹی کے گڑھے کی طرف کی

گئیں اور باقی چاک کی کان کی جانب نکل گئیں۔

مسٹر کیا گا گرجا کے اندر دُعا میں مصروف تھا جب اس نے عورتوں کی پر جوش انداز میں باتیں کرنے کی آوازیں سنیں۔ اس نے دُعا بیچ میں ہی ختم کی اور یہ دیکھنے کیلئے کہ کیا ہوا ہے باہر چلا آیا۔ عورتیں خالی گھڑے لیے گرجا گھر میں واپس آ گئی تھیں۔

اُنہوں نے بتایا کہ چند نوجوانوں نے ندی پر سے انہیں چابکیں مار کر بھگا دیا۔ جلد ہی جو عورتیں سرخ مٹی لینے گئی تھیں خالی ٹوکریاں پکڑے واپس آ گئیں۔ ان میں سے چند ایک کو چابکوں سے بری طرح مارا گیا تھا۔ چاک لانے والی عورتیں بھی ایسی ہی کہانی سنانے کیلئے واپس آ گئی تھیں۔

مسٹر کیا گا مخمصے میں تھا کہ ''ان سارے واقعات کا مطلب کیا ہے؟''

ایک عورت بولی'' گاؤں والوں نے ہمیں قانون کے تحفظ سے باہر کر دیا ہے۔ کل رات گھنٹی والے نے اس کا اعلان کیا تھا۔ لیکن ہمارے رواج کے مطابق کسی کو بھی ندی اور کان کے استعمال سے منع نہیں کیا جاتا۔'' دوسری بولی'' وہ ہمیں منڈی میں نہیں جانے دیں گے۔ وہ ہمیں برباد کر دیں گے۔ وہ ایسا کہتے ہیں''

مسٹر کیا گا نئے مرد معتقدین کو گاؤں سے بلانے کیلئے کسی کو بھیجنے والا تھا کہ اس نے دیکھا کہ وہ خود ہی چلے آ رہے ہیں۔ اُنہوں نے رات کو گھنٹی والے کا اعلان ضرور سنا تھا لیکن اُنہوں نے اپنی تمام عمر میں یہ کبھی نہیں سنا تھا کہ عورتوں کو ندی پر جانے سے روک دیا گیا ہو۔

اُنہوں نے عورتوں سے کہا'' چلو آؤ۔ ہم تمہارے ساتھ ان بزدلوں کا سامنا کرنے کے لیے چلتے ہیں۔'' ان میں سے چند ایک کے پاس لاٹھیاں تھیں اور کچھ ایسے بھی تھے جن کے پاس تیغچے تھے۔ لیکن مسٹر کیا گا نے انہیں روک دیا۔ وہ پہلے یہ جاننا چاہتا تھا کہ انہیں قانونی تحفظ سے کیوں محروم کیا گیا ہے۔

ایک نے کہا کہ'' وہ کہتے ہیں کہ اوکوکی نے متبرک اژدھا مار ڈالا ہے''

دوسرے نے کہا'' یہ جھوٹ ہے۔ اوکوکی نے مجھے خود بتایا ہے کہ یہ جھوٹ ہے'' اوکوکی جواب دینے کیلئے وہاں موجود نہیں تھا۔ وہ گذشتہ رات بیمار پڑ گیا تھا اور دن ختم ہونے سے پہلے پہلے مر گیا تھا۔ اس کی موت یہ ظاہر کرتی تھی کہ دیوتا ابھی اپنی جنگیں خود لڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد قبیلہ کے پاس عیسائیوں کو پریشان کرنے کا کوئی جواز نہ رہا۔

MashalBooks.com

انیسواں باب

سال کی آخری بڑی بارشیں ہو رہی تھیں۔ یہ موقعہ سرخ مٹی پاؤں سے کچل کچل کر تیار کرنے کا تھا جس سے دیواریں تعمیر کی جانی تھیں۔ یہ کام پہلے نہ کیا گیا کیونکہ بارشیں بہت تیز تھیں اور یوں کچل کر رکھے ہوئے مٹی کے ڈھیر کو بہا کر لے جاتیں اور بعد میں یہ نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ جلد ہی فصل کی کٹائی شروع ہو جانی تھی اس کے بعد خشک موسم آ جانا تھا۔

یہ مبانتا میں اوکونک وو کی آخری فصل کی کٹائی تھی۔ سات تھکا دینے والے اور ضائع شدہ برس آخر گھسٹتے ہوئے انجام کے قریب تھے۔ اگرچہ وہ اپنی ماں کی سرزمین میں خوشحال ہوا تھا لیکن اوکونک وو جانتا تھا کہ اپنے اجداد کی سرزمین یوموفیا میں جہاں کے آدمی بہادر اور جنگجو تھے۔ وہ اور زیادہ خوشحال ہوتا۔ وہ ان سات برسوں میں انتہائی بلندیوں پر پہنچ چکا ہوتا۔ اس لئے وہ اپنی جلاوطنی کے ایک ایک دن پر متاسف تھا۔ اس کی ماں کے رشتہ دار اس پر بہت مہربان رہے تھے اور وہ ان کا احسان مند تھا۔ لیکن اس سے حقائق تو نہیں بدل سکتے تھے۔ جلاوطنی میں پیدا ہونے والا پہلے بچہ کا نام اس نے اپنی ماں کے رشتہ داروں کے لیے اظہار ادب کے طور پر نیکا ...... ''ماں عظیم ہے'' ...... رکھا۔ دو سال بعد جب بیٹا پیدا ہوتو اس کا نام نوفیا رکھا ...... ''اجاڑ میں پیدا ہونے والا۔''

جونہی اوکونک وو اپنی جلاوطنی کی آخری برس میں داخل ہوا تو اس نے اوباریکا کو رقم ارسال کی تاکہ وہ اس کے پرانے احاطے میں اس کے لئے دو جھونپڑیاں بنا دے جہاں وہ اور اس کے اہل خانہ رہائش پذیر ہوسکیں جب تک دیگر جھونپڑیاں اور احاطے کی بیرونی چار دیواری تعمیر نہیں ہو جاتی۔

وہ کسی دوسرے آدمی سے اپنی ادبی اور بیرونی چار دیواری بنانے کیلئے نہیں کہہ سکتا تھا

MashalBooks.com

کیونکہ یہ چیزیں یا تو آدمی خود بناتا ہے یا اپنے باپ سے ورثے میں پا سکتا ہے۔

جیسے ہی سال کی آخری بڑی بارشیں شروع ہوئیں اور باریکا نے پیغام بھیجا کہ دو جھونپڑیاں تیار ہو چکی ہیں اور اوکونک وو نے برسات کے بعد واپس جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ وہ چاہا تو تھا کہ جلد واپس پہنچ کر اسی سال بارشوں کے ختم ہونے سے پہلے چار دیواری تعمیر کر لے لیکن ایسا کرنے سے سات سال کی سزا میں سے کچھ مدت کم رہ جاتی اور یہ ہو نہیں سکتا تھا۔ اس لئے وہ خشک موسم کی آمد کا نہایت بے صبری سے منتظر تھا جو آہستہ آہستہ آیا۔ بارشیں ہلکی ہوتی چلی گئیں حتیٰ کہ یہ آڑے ترچھے رخ برسنے لگیں۔ بعض اوقات برستی بارش میں دھوپ نکل آتی اور ہلکی ہلکی ہوا چلنے لگتی۔ یہ ہلکی پھلکی۔ نمائشی سی بارشیں تھیں۔ دھنک نمودار ہونی شروع ہوگئی۔ بعض دفعہ دو دھنکیں ہوتیں جیسے کہ ماں بیٹی ہوں۔ ایک جوان اور خوبصورت، دوسری بوڑھی اور پھیکے رنگ کی دھنک کو آسمان کا اژدھا کہا جاتا۔

اوکونک وو نے اپنی تینوں بیویوں کو بلا کر کہا کہ وہ ایک بڑی ضیافت کیلئے سامان فراہم کر لیں اس نے کہا ''میں جانے سے پہلے اپنی ماں کے رشتہ داروں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔''

اک وی فی کے کھیت میں پچھلے سال کا بچا ہوا کچھ کساوا موجود تھا اور کسی بیوی کے پاس باقی نہیں تھا۔ بات یہ نہیں کہ وہ سست واقع ہوئی تھیں بلکہ ان کے ہاں کھانے والے بچے بہت تھے اس لئے یہ مسلم تھا کہ ضیافت کے لیے کساوا وہ فراہم کرے گی۔ نووئی کی ماں اور اوبی یوگو دوسری چیزیں مثلاً دھواں دی ہوئی مچھلی، پام کا تیل، کالی مرچ، شوربے کے لیے مہیا کریں گی۔ اوکونک وو کو یام اور گوشت کا انتظام کرنا تھا۔

اک وی فی دوسری صبح تڑکے اُٹھی اور اپنی بیٹی ایزن ما اور اوبی یوگو کی بیٹی اوبی آ گیلی کو ساتھ لے کر کساوا کی گانٹھوں کی فصل حاصل کرنے کیلئے اپنے کھیت کے رخ چل پڑی۔ ان میں سے ہر ایک نے بید کی بنی لمبی ٹوکری، کساوا کے پودے کا نرم تنا کاٹنے کے لیے تیغچہ، اور کساوا کی گانٹھیں زمین سے کھود کر نکالنے کے لیے چھوٹا کدال اُٹھایا ہوا تھا۔ خوش قسمتی سے رات کو ہلکی بارش ہو چکی تھی اس لئے زمین بہت زیادہ سخت نہ تھی۔

اک وی فی نے کہا ''جتنا بھی کساوا ہم حاصل کرنا چاہیں اس میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔''

ایزن ما کو سردی لگ رہی تھی۔ اس نے ٹوکری سر پر توازن کی ہوئی تھی اور بازو چھاتیوں پر

باندھے تھے۔ وہ کہنے لگی کہ ''لیکن پتے تو گیلے ہوں گے اور یہ مجھے سخت ناپسند ہے کہ میری پیٹھ پر ٹھنڈے پانی کے قطرے گریں۔ ہمیں سورج ابھرنے اور پتوں خشک ہو جانے کا انتظار کرنا چاہیئے تھا۔''

چونکہ ایزن مانے کہا تھا کہ اسے پانی ناپسند ہے اس لئے ادبی آ گیلی نے اسے ''نمک'' کہہ کر چھیڑا۔ پھر اضافہ کیا ''کیا تم ڈرتی ہو کہ کہیں حل نہ ہو جاؤ؟''

جیسا کہ اک وی فی نے کہا تھا فصل کا حصول سہل تھا۔ پیشتر اس کے کہ ایزن ما جھک کر تنے کو کاٹے اور زمین کھود کر کساوا کی گانٹھیں نکالے وہ پہلے پودے کے تنے کو ایک لمبی چھڑی سے شدید جھٹکے دے کر ہلاتی۔ بعض اوقات زمین کھودنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ وہ ٹھنٹ کو کھینچتیں، مٹی اوپر اُٹھتی نیچے جڑیں ٹوٹتیں اور وہ گانٹھ اوپر کھینچ لیتیں۔

جب اُنہون نے اچھا خاصہ ڈھیر اکٹھا کر لیا تو دو پھیروں میں اُٹھا کر ندی پر لے گئیں۔ وہاں ہر عورت کا اپنا ایک بڑا سا پایاب گڑھا کساوا کا خمیر اُٹھانے کے لیے تھا۔

ادبی آ گیلی نے کہا ''یہ گانٹھیں کچی ہیں اس لئے چار دنوں بلکہ تین ہی دنوں میں تیار ہو جائیں گی۔''

اک وی فی نے جواب دیا ''یہ کچھ ایسی کچی بھی نہیں ہیں۔ میں نے یہ کھیت دو سال پہلے کاشت کیا تھا۔ یہ زمین ناقص ہے اس لئے گانٹھیں اتنی چھوٹی رہ گئی ہیں۔''

اوکونک وو کبھی کام ادھوار نہیں کرتا تھا۔ جب اس کی بیوی اک وی فی نے احتجاج کیا کہ دو بکریاں ضیافت کیلئے کافی ہیں تو اس نے کہا کہ یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔ ''میں ضیافت پر مدعو کر رہا ہوں اور مجھے پتہ ہے کہ کس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا ہے۔ میں دریا کے کنارے رہتے ہوئے تھوک سے ہاتھ صاف نہیں کر سکتا۔ میری ماں کے لوگوں نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا ہے اور مجھے اپنی احسان مندی کا اظہار کرنا ہے۔''

اور یوں تین بکریاں اور بہت سے مرغ ذبح کئے گئے۔ یہ شادی کی ضیافت کی مانند تھی، جس میں فوفو، ہانڈی میں پکے یام، ایگوی کا شوربا، کڑوے پتوں کا شوربا اور یام کی شراب کے گھڑوں کے گھڑے تھے۔

پورے یومنا (مرد رشتہ داروں کا وسیع تر حلقہ) کو ضیافت پر دعوت دی گئی، اوکولو جو کوئی دو سو سال پہلے زندہ تھا اس کی پوری نسل کو بلایا گیا۔ اوکونک وو کا ماموں یو چندو اس لمبے چوڑے

MashalBooks.com

خاندان کا معمر ترین رکن تھا۔ کولانٹ اسے توڑنے کیلئے دیا گیا اور اس نے پرکھوں سے دُعا مانگی۔ اس نے ان سے صحت اور بچے مانگے۔ ''ہم آپ سے دولت کے طلبگار نہیں کیونکہ جس کے پاس صحت اور بچے ہوں گے دولت اس کے پاس آجائے گی۔ ہم اور رقم کے لیے آپ سے دُعا نہیں کرتے بلکہ زیادہ رشتہ دار چاہتے ہیں۔ ہم جانوروں سے بہتر ہیں کیونکہ ہمارے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ جانور کھجلی مٹانے کیلئے اپنا پہلو درخت سے رگڑتا ہے۔ آدمی اپنے رشتہ دار سے کہتا ہے کہ کھجلا دو۔'' اس نے اوکونک وو اور اس کے اہل خانہ کے لیے خاص طور پر دُعا مانگی۔ اس کے بعد اس نے کولانٹ توڑا اور ایک ٹکڑا پرکھوں کی نذر کے طور پر زمین پہ پھینک دیا۔

جب ٹوٹے ہوئے کولانٹ مہمانوں کو پیش ہو رہے تھے تو اوکونک وو کی بیویاں، بچے اور کھانا پکانے میں مدد کرنے کیلئے آنے والے اندر سے کھانا نکال کے لانے لگے۔ اس کے بیٹے یام کی شراب کے گھڑے اُٹھائے آرہے تھے۔ وہاں پر اتنا کھانا اور شراب تھی کہ کچھ رشتہ داروں نے حیرت سے سیٹی بجائی۔ جب پورا دسترخوان لگ گیا تو اوکونک وو بولنے کیلئے اُٹھا۔

''میں آپ سے یہ ذرا سا کولا قبول کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ نے جو کچھ میرے لئے ان سات برسوں میں کیا ہے یہ اس کا احسان اتارنے کی کوشش نہیں ہے۔ ایک بچہ اپنی ماں کے دودھ کی قیمت نہیں ادا کرسکتا۔ میں نے صرف اس لئے آپ کو اکٹھے ہونے کی تکلیف دی ہے کہ رشتہ داروں کا آپس میں ملنا اچھی بات ہے۔''

ہانڈی کا پکا یام پہلے پیش کیا گیا۔ ایک تو یہ کہ وہ فوفو سے ہلکا ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ یام کو ہمیشہ اولیت حاصل ہے۔ اس کے بعد فوفو پیش کیا گیا۔ کچھ رشتہ داروں نے اسے ایگوی کے شوربے کے ساتھ اور دوسروں نے کڑوے پتوں کے شوربے کے ساتھ کھایا۔ اس کے بعد گوشت اس طرح سے تقسیم کیا گیا کہ یومنا کے ہر رکن کو حصہ ملا۔ ہر آدمی اپنی عمر کی ترتیب سے اُٹھتا اور حصہ لیتا۔ حتیٰ کہ وہ چند رشتہ دار جو نہ آسکے تھے ان کی باری آنے پر ان کا حصہ نکال کے رکھ لیا گیا۔

جب یام کی شراب پی جارہی تھی تو یومنا کے بزرگ ترین اراکین میں سے ایک اوکونک وو کا شکریہ ادا کرنے کیلئے اُٹھا۔

''اگر میں یہ کہوں کہ ہمیں اتنی بڑی ضیافت کی توقع نہیں تھی تو اشارہ اس جانب ہوگا کہ ہمیں علم نہیں تھا کہ ہمارا بیٹا اوکونک وو کتنے کھلے دل کا مالک ہے۔ ہم سب اسے جانتے ہیں اور ہمیں ایک بڑی ضیافت کی توقع تھی۔ لیکن یہ تو ہماری توقعات سے بھی بڑی ثابت ہوئی۔ شکریہ۔

جو کچھ تم نے پیش کیا ہے اس سے دس گنا تمہیں واپس ملے! اس زمانے میں جبکہ نوجوان نسل اپنے آپ کو اپنے باپوں سے زیادہ عقلمند سمجھتی ہے یہ ان کے لئے اچھا ہے کہ وہ کسی آدمی کو پرانے طور طریقوں کی شان سے کام کرتے دیکھیں۔ جو شخص اپنی برادری کو کھانے پر بلاتا ہے اس کا مطلب انہیں فاقوں سے بچانا نہیں ہوتا۔ ان سب کے گھروں میں کھانا ہوتا ہے۔ ہم سب جس وقت چاندنی رات میں گاؤں کے میدان میں اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ اجتماع چاند کی خاطر تو نہیں ہوتا۔ ہر شخص اپنے صحن میں کھڑا ہو کر چاند دیکھ سکتا ہے۔ ہم اکٹھے اس لیے ہوتے ہیں کہ اکٹھے ہونا برادری کے لئے بہتر ہے۔ آپ سوال اُٹھا سکتے ہیں کہ میں یہ سب کیوں کہہ رہا ہوں؟ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ میں نوجوان نسل کے بارے میں فکرمند ہوں۔ میں آپ کی خاطر یہ کہہ رہا ہوں'' یہ کہتے ہوئے اس نے جہاں پر بیشتر نوجوان بیٹھے تھے۔ اس رخ باز ولہرایا۔ ''میری تو اب تھوڑی سی زندگی اور باقی رہ گئی ہے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال یوچندو، یونا چوکو اور ایمی فو کی ہے۔ مجھے خطرہ ہے تو تم نوجوانوں کے بارے میں کیونکہ تم نہیں سمجھتے کہ برادری اور رشتہ داروی کا ناطہ کتنا مضبوط ہوتا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ ایک آواز ہو کر بولنا کیا ہوتا ہے اور اس کے نتائج کیا ہوتے ہیں۔ ایک آدمی اب اپنے باپ اور بھائیوں کو چھوڑ کر جا سکتا ہے۔ وہ چاہے تو اپنے باپ اور دوسرے بزرگوں کے دیوتاؤں پہ لعنت بھیج سکتا، شکاری کے اس کتے کی طرح دفعتاً پاگل ہو جائے اور مالک پر جھپٹ پڑے۔ میں تمہارے بارے میں متفکر ہوں۔ میں قبیلے کے بارے میں متفکر ہوں۔'' وہ ایک بار پھر اوکونک وکی جانب مڑا اور کہا ''ہم سب کو یوں اکٹھا کرنے کیلئے میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔''

MashalBooks.com

تیسرا حصہ

MashalBooks.com

بیسواں باب

سات سال تک اپنے قبیلے سے دور رہنا ایک لمبی مدت تھی۔ کسی شخص کا مرتبہ ہمیشہ ایک جگہ ٹکا س کا منتظر نہیں رہتا۔ جونہی وہ جاتا ہے کوئی دوسرا اُٹھ کر اس جگہ کو پر کر دیتا ہے قبیلہ بھی چھپکلی کی طرح ہوتا ہے کہ اگر اس کی دم ضائع ہو جائے تو جلد دوسری اس کی جگہ اگ آتی ہے۔

اوکونک ووان باتوں کو سمجھتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ نو نقاب پوش روحیں جو قبیلے میں منصفی کرتی تھیں اس نے اپنا مقام ان میں کھو دیا ہے۔ اس نے اپنے جنگجو قبیلے کی نئے مذہب کے خلاف قیادت کا موقعہ گنوا دیا تھا۔ اسے پتہ چلا کہ نیا مذہب اب وہاں پہ اپنے پیر جما چکا ہے۔ اس نے وہ سال ضائع کر دیئے جن میں وہ قبیلے کے بلند ترین القابات حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن ان میں سے کچھ نقصانات ایسے بھی تھے جو نا قابل تلافی نہیں تھے۔ اس نے عہد کر رکھا تھا کہ اس کی واپسی لوگوں کے لیے توجہ کا باعث ہوگی۔ وہ رنگینی و نمود کے ایسے اہتمام سے پلٹ کے آئے گا کہ سات تباہ شدہ برسوں کا پھر سے حاصل کر لے گا۔

اس نے جلاوطنی کے پہلی سال سے ہی واپسی کے منصوبے بنانے شروع کر دیئے تھے۔ پہلی چیز جو اسے کرنا تھی، وہ شاندار معیار پر احاطے کی تعمیر تھی۔ وہ پہلے بڑا کھلیان تعمیر کرے گا اور دو نئی بیویوں کے لیے جھونپڑیاں تعمیر کے گا۔ پھر وہ اپنی دولت کی نمائش کرنے کیلئے اپنے بیٹوں کو اوزو (القابات میں سے ایک کا نام) سبھا میں شامل کرا دے گا۔ قبیلے کے اصلی بڑے آدمی ہی ایسا کرنے کی استطاعت رکھتے تھے۔ اوکونک وواضح طور پر اس قدر و منزلت کو دیکھ سکتا تھا جو اسے قبیلے کی جانب سے ملنے والی تھی اور اسے یہ بھی توقع تھی کہ اسے اس سرزمین کا بلند ترین لقب بھی دیا جائے گا۔

جب جلاوطنی کے ساتھ برس ایک ایک کر کے گزرتے جا رہے تھے تب اسے محسوس ہوا

جیسے اس کا چی اس پتا کیلئے جو گزر چکی تھی اب تلافی کا اہتمام کر رہا ہو۔ اس کی یام کی فصل نہ صرف اس کی ماں کے وطن میں بلکہ یوموفیا میں بھی کثرت سے ہوئی جہاں اس کا دوست سال بہ سال شراکت میں کاشت کرنے والوں کو اس کے یام دے دیتا تھا۔

اس کے بعد اس کے بڑے بیٹے کا المیہ رونما ہوا۔ شروع شروع میں تو یوں لگتا تھا جیسے یہ اس کی روح کے لیے ناقابل برداشت ہوگا۔ لیکن وہ لچکدار روح تھی اور آخر اوکونک وو نے اپنے غم پہ قابو پالیا۔ اس کے اور پانچ بیٹے تھے۔ اور وہ قبیلے کے طور طریقوں کے مطابق ان کی تربیت کرے گا۔

اس نے اپنے بیٹوں کا طلب کیا اور وہ آ کر اس کی ادبی میں بیٹھ گئے ان میں سب سے چھوٹا چار سال کا تھا۔

''تم لوگوں نے اپنے بھائی کی حد درجہ قابل نفرت حرکت دیکھی۔ اب وہ نہ تو میرا بیٹا رہا ہے اور نہ تمہارا بھائی۔ میں صرف اسی کو بیٹا مان سکتا ہوں جو مرد ہو اور میرے لوگوں میں اپنا سر بلند رکھ سکے۔ اگر تم میں سے کوئی عورت بننے کو ترجیح دیتا ہے تو وہ میری زندگی میں نووئی کی تقلید کرے تا کہ میں اس پہ لعنت بھیج سکوں۔ اگر تم میری موت کے بعد میری مخالفت پر اترو گے تو میں تمہارے پاس واپس پہنچوں گا اور تمہاری گردن توڑوں گا۔''

اوکونک وو بیٹیوں کے معاملے میں بہت خوش قسمت تھا۔ اس کا یہ افسوس کبھی ختم نہ ہو سکا کہ ایزن مالڑکی تھی۔ اس کے تمام بچوں میں سے اکیلی وہ ایسی تھی جو اس کے ہر طرح کے موڈ کو بخوبی سمجھتی تھی۔ جوں جوں سال گزرتے گئے ان کے درمیان ہمدردی کا سمبندھ بڑھتا چلا گیا۔

ایزن ما اپنے باپ کی جلاوطنی کے دور میں پلی بڑھی اور مبانتا کی خوبصورت ترین لڑکیوں میں ایک بن گئی۔ وہ حسن کا بلور کہلاتی تھی جیسے جوانی میں اس کی ماں کہلاتی تھی۔ نوعمر، بیمار بچی جس نے اپنی ماں کو اس قدر دکھ پہنچایا لگتا تھا کہ رات کی رات ایک صحت مند، خوش طبع اور زندہ دل دوشیزہ میں بدل گئی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس پر افسردگی کے لمحات بھی آتے جب وہ ہر کسی کو باؤ لے کتے کی مانند کاٹ کھانے کو دوڑتی۔ اس طرح کے موڈ بظاہر بغیر کسی وجہ کے دفعتاً اس پہ وارد ہوتے لیکن یوں بہت کم ہوتا اور مختصر وقفے کے لیے ہوتا۔ اس دوران وہ اپنے باپ کے سوا کسی اور کو برداشت نہ کرتی تھی۔

مبانتا کے بہت سے نوجوانوں اور متوسط عمر کے خوشحال لوگ اس سے شادی کرنے کیلئے

آئے مگر اس نے سب کو انکار کر دیا کیونکہ ایک شام اس کے باپ نے اسے بلا کر کہا تھا ''یہاں پر کئی اچھے اور خوشحال لوگ موجود ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ جب ہم واپس اپنے گھر یوموفیا لوٹیں تو تم شادی کرو''

اس نے صرف اتنا کہا تھا لیکن ایزن مانے ان چند الفاظ میں چھپا اس کا پورا عندیہ اور مافی الضمیر سمجھ لیا تھا اور اس سے اتفاق کیا۔

اوکونک وو نے کہا ''تمہاری سوتیلی بہن ادبی آ گیلی مجھے نہیں سمجھ پائے گی تم اس کو ذرا وضاحت سے بیان کر دینا''

اگر چہ وہ دونوں تقریباً ہم عمر تھیں لیکن سوتیلی بہن پر ایزن ما بہت اثر رکھتی تھی۔ اس نے اسے بتایا کہ انہیں ابھی کیوں شادی نہیں کرنا چاہیئے۔ اس پر اس نے بھی اتفاق کیا۔ اس لئے ان دونوں نے مباحثا میں شادی کی ہر آنے والی تجویز کو رد کر دیا۔

اوکونک وو نے دل میں سوچا ''کاش یہ لڑکا ہوتی۔'' وہ تمام باتوں کی کامل سمجھ رکھتی تھی۔ اس کی اولاد میں سے اور کون تھا جو اس کے خیالات کا اتنا اچھا فہم رکھتا ہو؟ دو جوان اور خوبصورت بیٹیوں کی معیت میں اس کی یوموفیا واپسی خوب توجہ کا مرکز بنے گی۔ مستقبل میں اس کے بننے والے داماد قبیلے کے بااختیار لوگ ہوں گے۔ غریب اور غیر معروف لوگ آگے آنے کی جرات نہ کر سکیں گے۔

اوکونک وو کی جلاوطنی کے سات برسوں میں یوموفیا یقیناً بہت بدل گیا تھا۔ عیسائیوں نے وہاں پہنچ کر بہت سوں کو بے راہ کر دیا تھا۔ نہ صرف نہ یہ کہ لفظ کم اصل اور ذات باہر لوگوں نے ہی اس میں شمولیت اختیار نہیں کی تھی بلکہ بعض موقعوں پر ایک آدھ سر براہ شخص بھی ان میں جا شامل ہوا تھا۔ ایک ایسا ہی شخص ''اوگ بیوفی یوگونا'' تھا۔ وہ دو لقب بھی اختیار کر چکا تھا لیکن اس نے کسی دیوانے کی طرح اپنے القاب کے ٹخنے کاٹ کر انہیں دور پھینک دیا اور خود عیسائیوں میں جا ملا۔ سفید فام مشنری کو اس پر بہت فخر تھا اور وہ یوموفیا میں پہلا شخص تھا جسے مسیح کے آخری کھانے کے تہوار کے موقع پر تبرک کھانے کیلئے مدعو کیا گیا تھا۔ اور ای بولوگوں نے اس کھانے کو متبرک کھانے کا نام دے دیا۔ اوگ بیوفی نے اسے کھانے پینے کی ضیافت سمجھا اور یہ جانا کہ گاؤں کی عام ضافتوں کی نسبت اس میں قدرے تقدس ہوگا اس لئے اس نے اس موقعہ کے لیے اپنا مے نوشی کا سینگ بھی اپنے بکری کی کھال کے قبیلے میں ڈال لیا۔

MashalBooks.com

سفید فام لوگ گرجا کے علاوہ حکومت بھی اپنے ساتھ لے کے آئے تھے۔ اُنہوں نے ایک عدالت تعمیر کی جس میں ڈسٹرکٹ کمشنر اپنی عدم واقفیت کے باوجود مودمات کے فیصلے کرتا۔ اس کے پاس عدالت کے پیغامبر تھے جو لوگوں کو ماخوذ کر کے اس کے پاس فیصلہ کے لئے پیش کرتے۔ زیادہ تر پیغامبر بڑے دریا کے کنارے واقع بومیورو کے رہنے والے تھے جہاں یہ بہت برس پہلے سفید فام لوگ پہنچے تھے اور پھر وہاں پر اُنہوں نے اپنی تجارت، حکومت اور مذہب کا مرکز قائم کیا ان عدالتی پیغامبروں سے یومیوفیا میں بہت نفرت کی جاتی تھی کیونکہ ایک تو وہ غیر دیس کے رہنے والے تھے، دوسرے وہ مغرور اور ظالم بھی تھے۔ ان کی راکھ کی رنگ کی نیکروں کے باعث یوموفیا کے لوگ انہیں ''کوتما'' کہتے اس کے علاوہ انہیں ایک اضافی نام ''راکھ جیسے کولہوں والے'' کا بھی دیا گیا۔ جیل گورے آدمی کے بنائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں سے بھری ہوئی تھی اور یہ ان کی چوکیداری کرتے۔ ان میں سے کچھ قیدیوں نے اپنے جڑواں بچے پھینک دیئے تھے اور کچھ نے عیسائیوں کو دق کیا تھا۔ کوتا قیدیوں کو مار پیٹ کرتے اور ہر صبح ان سے سرکاری احاطے کی صفائی اور کمشنر اور عدالتی پیغامبروں کیلئے لکڑی لانے کا کام لیتے۔ قیدی لقب یافتہ تھے جن سے ایسا گھٹیا کام نہیں لیا جانا چاہیئے تھا۔ بیچارے اس بے عزتی پہ دکھی ہوتے اور اپنے کھیتوں کی خبر گیری نہ کر سکنے کا ماتم کرتے۔ صبح کو جب وہ گھاس کاٹتے تو نوجون اپنے تیغچوں کی ضربات کی لے پر یہ گیت گانے لگتے۔

''راکھ جیسے کولہوں والا کوتما
وہ تو غلام کے قابل ہے
گورے آدمی کو کوئی سمجھ نہیں
وہ تو غلامی کے قابل ہے''

عدالتی پیغامبروں کو ''راکھ جیسے کولہوں والے'' کہلانے سے نفرت تھی اور وہ اس پر انہیں مارتے۔ لیکن گیت پورے یوموفیا میں پھیل گیا۔

جب اوباریکا نے یہ سب باتیں اوکونک وو کو بتائیں تو اس کا سر غم سے جھک گیا۔ اوکونک وو یوں بولا جیسے اپنے آپ سے کہہ رہا ہو'' میں شاید بہت مدت باہر رہا ہوں لیکن جو کچھ تم مجھے بتا رہے ہو وہ میں سمجھنے سے قاصر ہوں۔ ہمارے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ان کی لڑنے کی طاقت کہاں کھو گئی ہے؟''

اوباریکا نے پوچھا ''کیا تم نے نہیں سنا کہ سفید آدمی نے کیسے ابامی کو مٹا کے رکھ دیا ہے؟''

اوکونک وو نے کہا ''ہاں۔ میں نے سنا ہے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ اباما کے لوگ کمزور اور بیوقوف تھے۔ وہ ان سے کیوں نہیں لڑے؟ کیا ان کے پاس تیغے اور بندوقیں نہیں تھیں۔ ہم بزدل ہوں گے اگر اپنا مقابلہ اباما کے لوگوں سے کریں۔ ان کے اجداد نے کبھی ہمارے پرکھوں کے سامنے کھڑے ہونے کی جرات نہ کی تھی۔ ہمیں ان لوگوں سے ضرور لڑنا چاہیئے اور اس سرزمین سے انہیں بھگا دینا چاہیئے۔''

غمزدہ نے کہا ''اب بہت دیر ہو چکی ہے۔ ہمارے اپنے آدمیوں اور بیٹیوں نے اجنبی کی صفوں میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ اُنہوں نے اس کا مذہب اپنا لیا ہے اور اس کی حکومت قائم رکھنے کیلئے امداد دیتے ہیں۔ اگر ہم یوموفیا سے محض سفید فاموں کو نکالنے کی کوشش کریں تو یہ بات سہل ہے کیونکہ وہ صرف دو ہیں۔ لیکن اپنے آدمیوں کا کیا بنے گا جو ان کے طور طریقوں کی تقلید کرتے ہیں اور با اختیار بھی کر دیئے گئے ہیں؟ وہ یوموروجا کے سپاہی لے آئیں گے اور ہمارا حشر بھی اباما جیسا ہوگا۔''

وہ بہت دیر تک چپ بیٹھا رہا اور پھر کہا کہ ''میں نے مبانتا میں تم سے آخری ملاقات پر بتایا تھا کہ اُنہوں نے کیونکر آنیتو کو پھانسی دے دی۔

اوکونک وو پوچھنے لگا ''اس متنازعہ قطعہ زمین کا کیا بنا؟''

''گورے کی عدالت نے فیصلہ دیا ہے کہ زمین، ناما کے خاندان کی ملکیت ہوگی جس نے گورے کے پیغامبروں اور مترجم کو بہت رقم کھلائی تھی۔''

''کیا سفید لوگ زمین کے بارے میں ہمارے رواجوں کی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں؟''

''وہ کیسے سوجھ بوجھ رکھ سکتے ہیں جنہیں ہماری زبان ہی بولنی نہیں آتی؟ لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے رواج برے ہیں اور ہمارے اپنے آدمی جنہوں نے ان کا مذہب اختیار کر لیا ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ہم کیسے لڑ سکتے ہیں جب ہمارے اپنے بھائی ہی ہم سے منہ موڑ کے جا چکے ہیں؟ گورا بہت ہشیار ہے۔ وہ خاموشی اور امن سے اپنا مذہب لئے وارد ہوا۔ ہم اس کی بیوقوفی پر ہنستے تھے اور اسے ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ اب اس نے ہمارے بھائیوں کو ساتھ ملا لیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ ہمارا قبیلہ مکمل یک جہتی سے کوئی قدم اُٹھانے کے قابل نہیں رہا۔ وہ چیزیں جنہوں نے ہمیں اتحاد کے بندھن میں باندھا ہوا تھا ان پر اس نے چاقو رکھ دیا ہے اور ہم

الگ الگ جا پڑے ہیں۔''

اوکونک وو پوچھنے لگا ''اُنہوں نے آنیتو کو پھانسی لگانے کے لیے قابو کیونکر کیا؟''

''زمین کے معاملے پر ہونے والے جھگڑے میں جب اس نے اودیوچی کو قتل کر دیا تو دھرتی کے غضب سے بچنے کیلئے وہ انن تا بھاگ گیا۔ وہ لڑائی کے آٹھ دن بعد فرار ہوا کیونکہ اودیو چی اپنے زخموں کے باعث فوراً نہیں مرا تھا۔ اس کا انتقال ساتویں دن ہوا۔ لیکن ہر شخص کو معلوم تھا کہ وہ مر جائے گا اور آنیتو بھاگنے کی تیاری میں اپنا سامان سنبھالنے میں لگا رہا لیکن عیسائیوں نے اس واقعہ کی اطلاع سفید آدمی کو کر دی اور اس نے اپنی کوتما اسے گرفتار کرنے کے لیے بھیج دی۔ اسے خاندان کے تمام قائدین کے ہمراہ جیل میں ڈال دیا گیا۔ آخر میں اودیو چی مر گیا اور آنیتو کو یومورو لے گئے اور وہاں لے جا کر پھانسی دے دی۔ دوسرے لوگوں کو چھوڑ دیا گیا لیکن انہیں اب تک وہ منہ نہیں مل سکا جسے وہ اپنی مصیبتوں کی روداد سنا سکیں۔''

اس کے بعد وہ دونوں آدمی بہت دیر تک چپ بیٹھے رہے۔

MashalBooks.com

اکیسواں باب

یوموفیا میں بہت سے مرد، عورتیں ایسے تھے جن کے احساسات اس نئے طرز انصاف کے بارے میں اوکونک دو جتنے شدید نہ تھے۔ اس میں تو شک نہیں کہ سفید آدمی ایک مجنونانہ مذہب لے کر آیا ہے لیکن اس نے ایک تجارت گھر بھی تعمیر کیا ہے اور یوموفیا میں پہلے کبھی پام کا تیل اور گری اتنے اعلیٰ نرخ پر نہ بکے تھے اور اس سے یوموفیا کو بہت سی رقم حاصل ہوئی۔

حتیٰ کہ مذہب کے معاملہ میں بھی یہ احساس پنپ رہا تھا کہ اس دیوانگی میں بھی آخر کچھ نہ کچھ تو ہوگا ہی، اس مثل سے مبہم طور پر مشابہہ کہ بے پناہ دیوانگی بھی ایک سلیقے کا ڈھب رکھتی ہے۔ یہ پنپتا ہوا احساس سفید مشنری مسٹر براؤن کے سبب سے تھا جو اپنے گروہ کو بہت مضبوطی سے قابو میں رکھتا کہ کسی طور پر قبیلے کے غصے کو نہ بھڑکا سکے۔ بالخصوص ایک رکن ایسا تھا جسے قابو میں رکھنا بہت مشکل تھا۔ یہ کہانی مشہور ہوگئی کہ اینوک متبرک اژدھے کو مار کر کھا گیا ہے اور اس کے باپ نے اس پہ لعنت کی ہے۔

مسٹر براؤن جذبے کی اس فراوانی کے خلاف وعظ کرتا۔ وہ اپنے پرعزم گروہ کو بتاتا کہ ہر چیز ممکن تو ہے لیکن ہر چیز قرین مصلحت نہیں ہوتی۔ اس طرح سے قبیلے والے بھی مسٹر براؤن کا احترام کرتے کیونکہ وہ ان کے اعتقاد پر پاؤں نہایت آہستگی سے دھرتا تھا۔ اس نے قبیلے کے چند ایک بڑے بڑے آدمیوں کے ساتھ دوستی پیدا کر لی تھی۔ وہ اردگرد کے دیہاتوں میں ملاقاتوں کے لیے اکثر جاتا رہتا اور ایک ایسی ہی ملاقات پر اسے ہاتھی کا منقش دانت پیش کیا گیا جسے رتبے اور دبدبے کا نشان مانا جاتا تھا۔ اس گاؤں کے بڑے آدمیوں میں سے ایک بڑا آدمی آکونا نامی تھا اس نے اپنا ایک بیٹا مسٹر براؤن کے سکول میں سفید لوگوں کا علم سیکھنے کے لیے دے دیا تھا۔

جب کبھی مسٹر براؤن اس گاؤں میں جاتا تو گھنٹوں آکونا کی ادبی میں بیٹھا مترجم کی مدد سے مذہب کے بارے میں اس سے بات چیت کرتا رہتا۔ اگرچہ دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کو مذہب بدلنے پر آمادہ نہ کر سکا لیکن اتنا ضرور ہوا کہ انہیں اپنے مختلف اعتقادات کے

بارے میں اور زیادہ معلومات حاصل ہو گئیں۔

مسٹر براؤن سے ایک ملاقات کے دوران آکونا نے کہا ''تم کہتے ہو کہ ایک خدائے برتر و اعلیٰ ہے جس نے زمین آسمان پیدا کئے۔ ہم بھی اس پہ ایمان رکھتے ہیں اور اسے چک وو کہتے ہیں۔ اس نے پوری دنیا اور دیوتاؤں کو تخلیق کیا۔''

مسٹر براؤن نے کہا ''کوئی دیوتا نہیں۔ فقط چک وو ہی خدا ہے، باقی سب جھوٹ ہے۔ تم لکڑی کے ایک ٹکڑے کو تراشتے ہو۔۔۔۔۔۔۔ جس طرح کا وہ پڑا ہے۔'' (اس نے لکڑی کی کڑیوں کی طرف اشارہ کیا جس کے ساتھ آکونا خاندان کا تراشا ہوا ''آئی کنگا'' لٹک رہا تھا) ''تم اسے دیوتا کہتے ہو لیکن اس کے باوجود یہ لکڑی کا ایک ٹکڑا ہی ہے۔''

آکونا بولا ''ہاں۔ بلاشبہ یہ لکڑی کا ایک ٹکڑا ہی ہے۔ لیکن وہ درخت جس سے یہ نکلا ہے اسے چک وو نے ہی دیگر دیوتاؤں کی مانند تخلیق کیا تھا۔ لیکن اس نے انہیں اپنے پیغام بروں کی حیثیت سے بنایا تھا تا کہ ہم ان کی وساطت سے اس تک پہنچ سکیں۔ اب اپنی مثال لے لو۔ تم اپنے گرجا کے سربراہ اعلیٰ ہو۔''

''نہیں'' مسٹر براؤن نے احتجاج کیا ''میرے گرجا کا سربراہ اعلیٰ خدا خود ہے۔''

''میں جانتا ہوں'' آکونا بولا، ''لیکن اس دُنیا میں سربراہ تو انسانوں میں سے ہی ہونا چاہیئے۔ تمہاری طرح کا کوئی شخص یہاں سربراہ ہونا ضروری ہے۔''

''اس لحاظ سے میرا سربراہ انگلستان میں ہے''

''یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ تمہارے گرجا کا سربراہ تمہارے ملک میں ہے۔ اس نے یہاں تمہیں اپنے پیغامبر کی حیثیت سے بھیجا۔ تم نے آگے اپنے پیغامبر اور ملازم مقرر کر لئے۔ اس کے علاوہ میں ایک اور مثال ڈسٹرکٹ کمشنر کو پیش کرتا ہوں۔ اسے تمہارے بادشاہ نے بھیجا ہے۔''

مترجم نے اپنے طور پر کہا ''ان کے ہاں ملکہ ہوتی ہے۔''

''تمہاری ملکہ اپنا پیغام برڈسٹرکٹ کمشنر کو بھیجتی ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اکیلا سب کام نہیں کر سکتا تو وہ اپنی امداد کے لیے کوتما مقرر کرتا ہے۔ ایسا ہی معاملہ خدا یا چک وو کا ہے۔ اس کا کام اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کے بس کا نہیں ہوتا۔''

مسٹر براؤن نے کہا ''تمہیں اس کا تصور ایک شخص کے طور پر نہیں کرنا چاہیئے اور اسی باعث تم سمجھتے ہو کہ اسے مددگاروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی بات ہے کہ تم

تمام تر پرستش ان جھوٹے دیوتاؤں کی کر ڈالتے ہو جنہیں تم نے خود بنایا ہے۔''

''نہیں۔ یوں نہیں ہے۔ ہم دیوتاؤں کو قربانیاں پیش کرتے ہیں، لیکن جب وہ ناکام ہو جاتے ہیں اور پھر کوئی نہیں رہ جاتا ہم جس کی طرف رجوع کر سکیں تو پھر ہم چک وو کے پاس جاتے ہیں۔ یہی درست طریقہ ہے۔ ہم کسی بڑے آدمی کے پاس اس کے ملازموں کے ذریعہ پہنچتے ہیں۔ جب اس کے ملازمین ہماری مدد کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو پھر ہم اُمید کے آخری منبع کے پاس پہنچتے ہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہم دیوتاؤں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں لیکن دراصل یوں ہے نہیں۔ ہم انہیں زیادہ تکلیف اس لئے دیتے ہیں کیونکہ ہم ان کے آقا کو تکلیف دینے سے خوف کھاتے ہیں۔ ہمارے باپ دادا جانتے تھے کہ چک وو آقائے قادر و مطلق ہے اسی لیے ان میں سے بہت سوں نے اپنے بچوں کا نام '' چک ووکا'' رکھا جس کے معنی ہیں کہ ..... ''چک وو بلند تر ہے۔''

مسٹر براؤن نے کہا ''تم نے ایک دلچسپ بات کہی ہے کہ تم چک وو سے خوف کھاتے ہو۔ میرے مذہب میں چک وو محبت کرنے والا باپ ہے اور جو اس کی رضا پہ عمل کرتے ہیں انہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔''

آکونا نے کہا ''لیکن جب ہم اس کی رضا پہ عمل نہ کر رہے ہوں تو ضرور خوف کھانا چاہیئے۔ اور کون ہے جو اس کی رضا بتا سکے؟ یہ اتنی عظیم ہے کہ کوئی اسے جان نہیں سکتا۔''

اس طرح سے مسٹر براؤن کو قبیلے کے مذہب کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل ہوئیں اور وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان سے مغز ماری کرنا کارگر ثابت نہ ہوگی اس لئے اس نے پہلے یوموفیا میں ایک سکول اور چھوٹا سا ہسپتال تعمیر کیا۔ وہ گھر گھر یہ درخواست کرنے کے لئے پہنچا کے لوگ اپنے بچوں کو اس کے سکول مین بھیجیں۔ لیکن ابتدا میں تو اُنہوں نے صرف اپنے غلام اور بعض اوقات جو سست اور کاہل بچے ہوتے انہی کو سکول بھیجا۔ مسٹر براؤن ان کی منتیں کرتا، دلائل دیتا اور مستقبل کی تصویر کھینچ کر بتاتا۔ وہ یہ بتاتا کہ آئندہ قبیلے کے قائد وہی عورتیں اور مرد ہوں گے جو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں گے۔ اگر یوموفیا اپنے بچے سکول بھیجنے میں ناکام رہا تو دوسرے دیسوں سے اجنبی آ کر ان پہ حکومت کریں گے۔ وہ یہ سب مقامی عدالت میں وقوع پذیر ہوتا دیکھ سکتے ہیں جہاں پہ ڈی۔ سی ایسے لوگوں میں گھرا ہوتا جو اس کی زبان بول سکتے تھے۔ ان میں سے بیشتر اجنبی بہت دور بڑے دریا کے کنارے واقع قصبے یومورو سے آئے ہوئے تھے جہاں سفید

فام پہلے پہنچے تھے۔

آخر مسٹر براؤن کے دلائل رنگ لانے لگے اور زیادہ لوگ تعلیم کے لیے وہاں پہنچنے شروع ہو گئے۔ اور وہ تولیوں اور کرتوں کے تحائف دے دے کر ان کی حوصلہ افزائی کرتا۔ یہ پڑھنے کے لیے آنے والے سبھی نوعمر نہ ہوتے ان میں سے بعض تو تیس برس یا اس سے بھی زیادہ عمر کے ہوتے۔ صبح کے وقت وہ اپنے کھیتوں میں کام کرتے اور بعد دوپہر سکول پہنچ جاتے۔ زیادہ وقت نہ گزرا تھا لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ گوروں کی دوا بہت زود اثر ہوتی ہے۔ مسٹر براؤن کا سکول نہایت تیزی سے نتیجہ خیز ثابت ہو رہا تھا۔ کسی عدالتی پیغامبر بلکہ عدالتی کلرک تک بنانے کیلئے سکول میں چند مہینے صرف کرنا کافی تھا۔ جو زیادہ دیر قیام کرتے وہ مدرس بن جاتے اور یوموفیا سے مزدور، گرجا کے انگور کی بیلوں کے باغات میں جا کر کام کرنے لگے۔ اردگرد کے مواضعات میں گرجا قائم کئے گئے اور ان کے ساتھ کچھ سکول بھی بنائے گئے۔ ابتدا ہی سے مذہب اور تعلیم دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیئے چل رہے تھے۔

مسٹر براؤن کا تبلیغی ادارہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جا رہا تھا اور نئی انتظامیہ کے ساتھ اس کا رابطہ ہونے کی وجہ سے اس نے سماج میں اپنے لیے ایک باوقار مقام پیدا کر لیا تھا۔ مسٹر براؤن کی صحت گرتی جا رہی تھی۔ پہلے تو اس نے تنبیہی اشارات کی پرواہ نہ کی لیکن آخر اسے اپنے گروہ کو غمزدہ اور دل شکستہ چھوڑ کر جانا پڑا۔

اوکونک وو کی یوموفیا واپسی کے بعد آنے والی پہلی برکھارت میں مسٹر براؤن اپنے وطن واپس سدھار گیا۔ پانچ مہینے پہلے جونہی اس مشنری کو پتہ چلا تھا کہ اوکونک وو واپس آ گیا ہے تو وہ فوراً اس سے ملاقات کیلئے پہنچا تھا۔ انہی دنوں اس نے اوکونک وو کے بیٹے نووئی کو جسے اب آئزک کہا جاتا تھا یومورو میں مدرسوں کے نئے تربیتی کالج میں تازہ تازہ بھیجا تھا۔ اسے توقع تھی کہ اوکونک وو یہ خبر سن کر خوش ہو گا لیکن اوکونک وو نے اسے بھگا دیا اور دھمکی دی کہ اگر پھر کبھی وہ اس کے احاطے میں آیا تو دوسرے ہی اسے اُٹھا کر لے کر جائیں گے۔

اوکونک وو کی اپنی آبائی سرزمین میں واپسی کوئی ایسی یادرکھے جانے والی چیز ثابت نہیں ہوئی جیسی کہ وہ چاہتا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ اس کی دو خوبصورت بیٹیوں نے شادی کے اُمیدواروں میں بے انداز دلچسپی پیدا کی اور جلد ہی شادیوں کے لیے بات چیت چل پڑی لیکن اس کے علاوہ معلوم ہوتا تھا کہ یوموفیا نے اس جنگجو کی واپسی کو کوئی خاص اہمیت نہ دی تھی۔ اس کی جلاوطنی کے

دوران قبیلے میں اتنی بہت تبدیلیاں وقوع پذیر ہو چکی تھیں کہ بمشکل پہچانا جا سکتا تھا۔ نیا مذہب، نئی حکومت اور نئے تجارتی مراکز لوگوں کی آنکھوں اور دلوں پر چھائے ہوئے تھے۔ اب بھی بہت سے لوگ ایسے تھے جو ان اداروں کو برا سمجھتے تھے لیکن وہ بھی بات کرتے اور سوچتے تو انہیں کے بارے میں۔ اور اوکونک کی واپسی کا تو کہیں ذکر از کار رتک نہیں ہوتا تھا۔

ویسے بھی یہ سال غلط تھا۔ اگر اوکونک وو اپنی تجویز کے مطابق دو بیٹیوں کو فوری طور پر اوزو سبھا کے رکن بنوا دیتا تو وہ ہلچل پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ لیکن رکنیت کی رسومات یوموفیا میں تین سال میں صرف ایک بار منعقد ہوتی تھیں اور یوں اسے آئندہ ہونے والی رسومات کیلئے تقریباً دو سال مزید انتظار کرنا تھا۔

اوکونک وو کو انتہائی دکھ تھا۔ یہ محض ایک ذاتی دکھ نہ تھا بلکہ وہ اپنے قبیلے کیلئے ماتم کناں تھا جسے وہ ٹوٹتے اور بکھرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ یوموفیا کے جنگجو سورماؤں کے لیے ماتم کناں تھا جو بلا کسی وجہ کے عورتوں کی طرح نرم و نازک ہو چکے تھے۔

MashalBooks.com

بائیسواں باب

مسٹر براؤن کا جانشین ریورند (پادریوں کا خطاب) جیمز سمتھ مختلف قسم کا آدمی تھا۔ وہ کھلے عام مسٹر براؤن کی صلح جوئی اور افہام و تفہیم کی پالیسی کی مذمت کرتا تھا۔ اس کے نزدیک کسی بھی چیز کے دو ہی رنگ ہو سکتے تھے۔ سیاہ یا سفید، اور برائی سیاہ رنگ کی تھی۔ وہ دُنیا کو میدان جنگ سمجھتا تھا جس میں فرزندان نور، فرزندان ظلمت کے خلاف ایک فنا کرنے والی جنگ میں مصروف تھے۔ وہ اپنے وعظ میں بھیڑوں اور بکریوں، گندم اور بوٹیوں کا ذکر کرتا۔ وہ اس بات پہ پکا یقین رکھتا تھا کہ ''بے دل'' (اسرائیلیوں کا دیوتا) کے سب پیغمبروں کو قتل کر دینا چاہیئے۔

مسٹر سمتھ اس لاعلمی پہ بہت دکھ محسوس کر رہا تھا جس کا مظاہرہ اس کے گروہ کے بیشتر ارکان نے کیا۔ انہیں تثلیث اور عبادت کے طریقوں تک کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ اس سے صرف یہی چیز ظاہر ہوتی تھی کہ وہ ایسے بیج تھے جنہیں پتھریلی زمین میں کاشت کر دیا گیا ہو۔ اس کے خیال میں مسٹر براؤن نے صرف تعداد کی طرف دھیان دیا تھا حالانکہ انہیں پتہ ہونا چاہیئے تھا کہ خداوند کی حکومت کا انحصار بڑے ہجوم پر نہیں ہوتا ہمارے آقا نے تعداد کی کمی کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ راہ تنگ ہے اور لوگ چند ہیں۔ خداوند کا معبد بت پرست ہجوم سے پر کر لینا جو ہمہ وقت نشانیوں کے لیے شور مچاتا رہے ایک ایسی حماقت تھی جو کہ مستقلاً برے نتائج پیدا کرتی رہے گی۔ ہمارے آقا نے زندگی میں صرف ایک بار چابک استعمال کی تھی ..... اپنے گرجا سے ہجوم کو بھگانے کیلئے۔

اپنی آمد کے چند ہفتوں کے اندر، سمتھ نے یوموفیا میں ایک عورت کی گرجا کی رکنیت نئی شراب پرانی بوتلوں میں ڈھالنے کے سبب سے معطل کر دی۔ اس عورت نے اپنے مشرک خاوند کو اس بات کی اجازت دی تھی کہ اس کے مردہ بچے کے اعضاء کی قطع و برید کرے۔ بچہ مر کر دوبارہ اپنی ماں کے رحم میں داخل ہو کر پیدا ہونے کی کوشش میں ماں کے لیے مصیبت کھڑی کر دیتا تھا اس لئے اس اوگ بانجی قرار دے دیا گیا تھا۔ وہ بچہ اپنا یہ منحوس چکر چار مرتبہ چلا چکا تھا اس لئے

اس کے اعضاء کاٹ ڈالے گئے تا کہ اس طرح پھر واپس پلٹنے کا اسے حوصلہ نہ ہو سکے۔

جب مسٹر سمتھ نے یہ سنا تو وہ غصے سے بھر گیا۔ اس کہانی پر قطعی یقین نہیں تھا کہ کچھ ایسے منحوس بچے ہوتے ہیں جو اعضاء کی قطع و برید سے نہ ڈرتے تھے اور داغوں سمیت واپس آ جاتے تھے۔ اس کے اپنے گروہ کے چند بہت وفادار رکن بھی ایسی باتوں کی تائید کرتے تھے۔ اس کا جواب تھا کہ ایسی کہانیاں شیطان دُنیا میں لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے پھیلاتا ہے۔ جو لوگ ان کہانیوں پر یقین رکھتے ہیں وہ آقا کی میز کے گرد بیٹھنے کے اہل نہیں۔

یوموفیا میں ایک کہاوت مشہور تھی کہ جیسا کوئی ناچتا ہے ویسا ہی اس کیلئے ڈھول بجایا جاتا ہے۔ مسٹر سمتھ نے غضب سے بھرا ناچ ناچنے کیلئے ایک قدم اُٹھایا تو ڈھول پاگل ہو گئے۔ نئے معتقدوں میں سے جو بہت زیادہ پر جوش تھے۔ اور جو مسٹر براؤن کے روکنے سے تلملاتے تھے اب مسٹر سمتھ کی نگاہ کرم ان پر پڑنے لگی اور وہ خوب پھلنے پھولنے لگے۔ ان میں سے ایک سانپ کے پجاری کا بیٹا اینوک تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ متبرک اژدھا مار کر رکھا گیا تھا۔ نئے عقیدے سے اینوک کی محبت مسٹر براؤن سے بھی کہیں زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے گاؤں والے کہتے کہ وہ ایسا اجنبی ہے جو مرنے والے کے عزیزوں سے بھی بلند آواز میں روتا ہے۔

اینوک چھوٹے قد کا پتلا آدمی تھا اور ہمہ وقت بڑی عجلت میں معلوم ہوتا۔ اس کے پاؤں چھوٹے اور چوڑے تھے۔ جب وہ کھڑا ہوتا یا چلتا تو ایڑیاں پیچھے سے ٹکراتیں اور پاؤں باہر کی طرف کھلتے جیسے وہ آپس میں لڑ پڑے ہوں اور ان میں سے ہر ایک پاؤں مختلف طرف کو جانا چاہتا ہو۔ اینوک کے چھوٹے سے بدن میں اتنی زیادہ طاقت بند تھی کہ ہمیشہ لڑائیوں اور جھگڑوں کی صورت میں چھلکتی رہتی۔ اتوار کے روز اسے یہ خیال آتا کہ وعظ اس کے دُشمنوں کو سمجھانے کیلئے دیا جا رہا ہے۔ اگر اسے کسی ایسے شخص کے نزدیک بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تو وہ مڑ مڑ کر اسے معنی خیز نظروں سے دیکھتا گویا کہہ رہا ہو ''میں نے تو تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا۔'' یہ اینوک ہی تھا جس نے یوموفیا میں گرجا اور قبیلہ کے درمیان جو بڑا جھگڑا چلا اسے تیلی دکھائی۔ اگرچہ اس جھگڑے کے آثار مسٹر براؤن کے جاتے ہی نظر آنا شروع ہو گئے تھے۔

یہ واقعہ دھرتی کی دیوی کے اعزاز میں ہونے والی سالانہ رسومات کے درمیان وقوع پذیر ہوا۔ ان دنوں قبیلے کے وہ بزرگ جنہیں ان کی موت پر دھرتی ماتا کو سونپ دیا جاتا وہ پھر چیونٹیوں

کے چھوٹے چھوٹے بلوں میں سے اگ وگ وو کی صورت میں نمودار ہوتے۔

کسی شخص سے جو سب سے بڑا جرم سرزد ہوسکتا تھا وہ کسی اگ وگ وو کا نقاب برسرعام اتار دینا تھا یا کچھ ایسا کہنا اور کرنا تھا جو نامحرموں کی نظروں میں اس کے لافانی وقار کو کسی طرح کم کرے۔ اور اینوک نے یہی کیا۔

دھرتی کی دیوی کی سالانہ پوجا ایک اتوار کو پڑی۔ جب نقاب پوش ارواح باہر تھیں اس لئے عیسائی عورتیں جو گر جا آئی تھیں گھر نہیں جاسکتی تھیں۔ ان کے کچھ مرد اگ وگ وو کو درخواست کرنے گئے کہ وہ ذرا سے وقفے کیلئے وہاں سے ہٹ جائیں تا کہ عورتیں وہاں سے گزر جائیں۔ وہ مان گئے اور واپس جارہے تھے کہ اینوک نے اونچی آواز میں شیخی بگھاری کہ انہیں کسی عیسائی کو ہاتھ لگانے کی جرات نہیں ہوسکتی۔ اس پر وہ سارے کے سارے واپس آگئے اور ایک نے بید سے جو اُنہوں نے ہمیشہ پکڑا ہوتا ہے، اینوک کو ایک زوردار ضرب لگائی۔ اینوک اس پر پل پڑا اور اس کا نقاب پھاڑ کر پھینک دیا۔ دوسرے اگ وگ وو فوراً اپنے بے حرمت اور ناپاک ہونے والے ساتھی کے اردگرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہوگئے تا کہ اسے عورتوں اور بچوں کی پلید نظروں سے محفوظ رکھ سکیں۔ اور پھر راہنمائی کرتے ہوئے اسے واپس لے گئے۔ اینوک نے ایک آبائی روح کو مار دیا تھا۔ اور یوموفیا میں افراتفری پھیلا دی تھی۔

وہ خوفناک رات تھی۔ پوری رات ارواح کی ماں پورے قبیلے کے طول وعرض میں اپنے مقتول بیٹے کے لئے روتی، گھومتی رہی۔ یوموفیا کے معمر ترین آدمی نے بھی پہلے کبھی ایسی عجیب اور بھیانک آواز نہ سنی تھی اور نہ کبھی آئندہ سنی جانی تھی۔ لگتا تھا جیسے قبیلے کی اپنی روح اس خوفناک تباہی پر رو رہی تھی جو آنے والی تھی ..... قبیلے کی اپنی موت۔

دوسرے روز یوموفیا کے سارے کے سارے نقاب پوش اگ وگ وو جس جگہ پر منڈی لگتی تھی وہاں اکٹھے ہوگئے۔ وہ نہ صرف قبیلے کے ہر حلقے سے بلکہ اردگرد کے دیہاتوں سے بھی وہاں پہنچے تھے۔ آئی موسے ڈراؤنے اوتا کا گو اور یولی سے سفید مرغ لٹکائے ہوئے اک وینسو آئے۔ یہ بڑا ہیبت ناک اجتماع تھا۔ ان گنت اور ارواح کی ڈرا دینے والی آوازیں ایسی تھیں جو ہر دل میں خوف سے لرزہ طاری کر رہی تھیں۔ یہ کسی کو یاد نہ تھا کہ پہلے کبھی کسی نے متبرک سانڈ کی آواز نکالنے والے کو روشن دن میں سنا ہو۔

منڈی کے مقام سے یہ مشتعل گروہ اینوک کے احاط کی طرف چل پڑا۔ قبیلے کے چند

بزرگ بوجھل تعویذ اور گنڈے پہنے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کیلئے ساتھ گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو جادو یا ''آگ وڈ'' میں خاص دسترس رکھتے تھے۔ جہاں تک عام مردوں اور عورتوں کا تعلق ہے وہ اپنی جھونپڑیوں کے محفوظ مقام سے بیٹھے ہوئے سن رہے تھے۔

گذشتہ شب عیسائیوں کے قائدین پادری کی قیام گاہ پر جس میں اب مسٹر سمتھ رہتا تھا جمع ہوئے۔ جب وہ سوچ بچار کر رہے تھے تو اپنے بیٹے کے لئے ارواح کی ماں کے بین کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ افسردہ اور غمزدہ کر دینے والی اس آواز کا مسٹر سمتھ پر بہت اثر ہوا اور پہلی دفعہ وہ خوفزدہ معلوم ہو رہا تھا۔

اس نے پوچھا ''وہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟''

کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کیونکہ پہلے کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا تھا۔ مسٹر سمتھ ڈسٹرکٹ کمشنر اور اس کے عدالتی پیادوں کو بلا بھیجتا لیکن وہ گذشتہ روز دورے پر نکل گئے تھے مسٹر سمتھ نے کہا'' ایک چیز تو واضح ہے کہ ہم جسمانی طور پر ان کے خلاف مدافعت نہیں کر سکتے ہماری قوت تو ہمارا آقا ہے۔'' وہ اکٹھے جھک گئے اور اپنی حفاظت کیلئے خدا سے دُعا مانگنے لگے۔

مسٹر سمتھ پکارا'' اے آقا۔ اپنے بندوں کی حفاظت کر اور اپنی وراثت کو برکت دے۔''

اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دو دنوں کیلئے اینوک کو پادری کی قیام گاہ میں چھپا لیا جائے۔ جب اینوک نے یہ سنا تو بہت مایوس ہوا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ مقدس جنگ بس اب شروع ہوا چاہتی ہے۔ وہاں چند ایک عیسائی اور بھی تھے جن کی سوچ اسی جیسی تھی۔ وفاداروں کے اس گروہ نے عقلمندی کا ثبوت دیا اور یوں بہت سی زندگیاں بچا لی گئیں۔

اگ وگ وو یا نقاب پوشوں کا ٹولہ ایک تند بگولے کی طرح اینوک کے احاطے میں پہنچا اور اس کو تیغوں اور آگ سے راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا۔ وہاں سے وہ برباد کرنے کے نشہ میں چور گرجا کے لیے چل پڑے۔

مسٹر سمتھ اپنے گرجا میں تھا جب اس نے نقاب پوش ارواح کو آتے سنا۔ وہ خاموشی سے چلتا ہوا اس دروازے تک پہنچا جو گرجے کے احاطے میں داخل ہونے کا واحد راستہ تھا اور وہاں کھڑا ہو گیا۔ جب گرجا کے صحن میں پہلے تین یا چار اگ وگ وو نمودار ہوئے تو اس نے سوچا کہ وہ چٹخنی لگا دے لیکن پھر اس نے اپنے ہیجان پر قابو پایا اور بجائے بھاگ جانے کے وہ گرجا کہ دو سیڑھیاں اتر کر آنے والی ارواح کی طرف چل پڑا۔

MashalBooks.com

جب وہ آگے بڑھے تو گرجا کے اردگرد لگی ہوئی لمبی باڑھ ان کے سامنے زمین پر آ رہی۔ ہواڈھول اور منتروں کی آواز سے بھری ہوئی تھی۔ بے سری گھنٹیاں بج رہی تھیں اوتیغچے ٹکرانے کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ مسٹر سمتھ نے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنی اور مڑا تو دیکھا کہ اس کا مترجم اوکیکی کھڑا تھا۔ اوکیکی کے تعلقات اس وقت اپنے مالک سے بہت اچھے نہ تھے کیونکہ گذشتہ رات گرجا کے قائدین کے اجلاس میں اس نے اینوک کے رویئے کی مذمت کی تھی۔ اوکیکی نے یہاں تک کہا کہ اینوک کو پادری کی قیام گاہ میں نہیں چھپانا چاہیئے کیونکہ یوں اس کی وجہ سے قبیلہ کا غصہ پادری کے خلاف بھڑکے گا۔ مسٹر سمتھ نے اس پہ بہت سخت زبان میں اس کی وسرزنش کی اور صبح سے کوئی مشورہ اس سے طلب نہ کیا تھا۔ لیکن اب جبکہ مسٹر سمتھ ناراض ارواح کا سامنا کر رہا تھا اور وہ آ کر اس کے شانہ بشانہ ڈٹ گیا تو مسٹر سمتھ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ یہ ایک پژمردہ مسکراہٹ تھی لیکن اس میں گہری احسان مندی تھی۔

ان دو آدمیوں کے استقلال کی وجہ سے اگ وگ ووکا دھارا ایک مختصر لمحے کے لئے رک گیا۔ لیکن یہ ہچکچاہٹ لمحاتی تھی جیسی بجلی کی کڑکوں کے درمیان بے چین خاموشی کا وقفہ۔ دوسرا حملہ پہلے سے بھی شدید تھا اور دونوں آدمیوں کو ہجوم نے نگل تھا اس ہلچل اور ہیجان میں سے ایک آواز ابھری جس کے متعلق غلطی کا کوئی امکان نہ تھا کہ وہ کس کی آواز ہے اور فوراً ہی خاموشی چھا گئی۔ دونوں آدمیوں کے اردگرد جگہ خالی کر دی گئی اور آجونا بولنے لگا۔

یوموفیا کا سربرآوردہ اگ وگ ووآجونا تھا۔ وہ ان نو پرکھوں کا جو قبیلے میں انصاف کرتے تھے سردار اور ان کی ترجمانی کرنے والا تھا۔ اس کی آواز پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں ہوسکتی تھی۔ اس لئے مضطرب روحوں پہ فوراً امن سکوت چھا گیا۔ اس کے بعد اس نے مسٹر سمتھ کو خطاب کیا اور جب وہ بول رہا تھا تو اس کے سر سے دھوئیں کے بادل اُٹھ رہے تھے۔ اس نے کہا ''اے سفید آدمی کے قالب میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔'' اس نے ایسی زبان استعمال کی جس میں غیر فانی ہسپتال انسانوں سے بات کرتی ہیں۔ پھر پوچھا ''سفید آدمی کے قالب کیا تم مجھے جانتے ہو؟''

مسٹر سمتھ نے اپنے مترجم کی طرف دیکھا۔ لیکن اوکیکی جو بہت دور کے قصبے یوموروکا رہنے والا تھا وہ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔

آجونا کے حلق سے ہنسی نکلی۔ ہنسی کی آواز زنگ آلود دھات کی آواز لگتی تھی۔ اس نے کہا ''یہ اجنبی ہیں اور ناواقف ہیں۔ اس لئے اس بات کو جانے دو۔'' وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا،

انہیں سلام کیا اور انہیں یوموفیا کے باپ کہہ کر خطاب کیا۔

اس نے مترجم سے کہا ''اس گورے سے کہہ دو کہ ہم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اس سے کہہ دو کہ یہ ہمیں چھوڑ دے اور اپنے گھر واپس چلا جائے۔

اس کا بھائی جو پہلے ہمارے ساتھ تھا ہمیں پسند تھا۔ وہ احمق ضرور تھا مگر ہمیں پسند تھا اور اس کی خاطر ہم اس کے بھائی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ لیکن یہ خانقاہ جو اس نے ہمارے درمیان بنائی تھی اسے گرا دیا جائے۔ اس نے ناگفتہ مکروہات کو جنم دیا ہے اور ہم اسے ختم کرنے کیلئے آئے ہیں۔'' اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کیا ''یوموفیا کے ان سب باپوں کو سلام کرتا ہوں۔'' اُنہوں نے حلق میں بولتے ہوئے بہ یک آواز اس کا جواب دیا۔ اس نے پھر مشنری کی طرف رخ کیا ''اگر تمہیں ہمارے طور طریقے بھاتے ہیں تو ہمارے درمیان رہو، تم اپنے دیوتا کی پوجا بھی کر سکتے ہو۔ یہ اچھی بات ہے کہ کوئی شخص اپنے دیوتاؤں اور پرکھوں کی پرستش کرے۔ تم اپنے گھر میں چلے جاؤ تا کہ تمہیں کوئی زک نہ پہنچے۔ ہمیں بہت زیادہ رنج اور غصہ ہے لیکن میں نے اسے قابو میں رکھا ہے تا کہ ہم تم سے بات کر سکیں۔''

مسٹر سمتھ نے اپنے مترجم سے کہا ''ان سے کہہ دو کہ یہاں سے چلے جائیں۔ یہ خداوند کا گھر ہے اور میں اپنے جیتے جی اس کو ناپاک و نجس ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔''

اوکیکی نے عقلمندی کا ثبوت دیتے ہوئے یوموفیا کے قائدین اور ارواح کیلئے یوں ترجمہ کیا۔ ''سفید آدمی کہتا ہے کہ اسے مسرت ہے کہ آپ دوستوں کی مانند اپنی شکایات لے کر اس کے پاس آئے ہیں۔ اسے خوشی ہوگی اگر آپ معاملہ اس کے سپرد کر دیں اور خود واپس تشریف لے جائیں۔''

''ہم معاملہ اس کے سپرد نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ہمارے رواجوں کو نہیں سمجھتا، جیسے ہم اس کے رواجوں کو نہیں سمجھتے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ احمق ہے کیونکہ ہمارے طور طریقوں سے واقف نہیں۔ اور شاید یہ ہمیں احمق کہتا ہوگا کیونکہ ہم اس کے طور طریقوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اس لئے اسے یہاں سے جانے دو۔''

مسٹر سمتھ اپنی بات پہ تو اڑا رہا لیکن گرجا کو نہ بچا سکا۔ جب اگ وگ وو واپس گئے تو سرخ مٹی کا گرجا جو مسٹر براؤن نے تعمیر کیا تھا مٹی اور راکھ کا ڈھیر رہ گیا تھا۔ وقتی طور پر قبیلے کا دل ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

تیئسواں باب

کئی برسوں میں پہلی دفعہ اوکونک وو کو خوشی سے ملتا جلتا احساس میسر آیا۔ اس کی جلاوطنی کے دوران زمانہ جیسے بلاسبب بدل گیا تھا جو اب پھر پلٹ کے واپس آ رہا تھا۔ قبیلے نے جو اس سے بے وفائی کی تھی اب وہ اس کی تلافی پر آمادہ معلوم ہوتا تھا۔

قبیلے کے لوگ منڈی لگنے کے مقام پر اپنا لائحہ عمل ترتیب دینے کیلئے اکٹھے ہوئے تھے وہاں اس نے بہت تند و تیز تقریر کی اور اُنہوں نے اسے مودب ہو کر سنا۔ پرانے وقتوں میں ایک سورما واقعی سورما ہوتا تھا اب لگتا تھا کہ وہی وقت ایک بار پھر دہرایا جا رہا ہے۔ اگرچہ اُنہوں نے عیسائیوں اور مشنری کو قتل کرنے یا بھگانے پر اتفاق نہیں کیا تھا لیکن اس بات پر تو متفق ہوئے تھے کہ کوئی ٹھوس قدم اُٹھانا چاہیئے اور اب اُنہوں نے ٹھوس قدم اُٹھایا تھا۔ اوکونک وو تقریباً خوش ہو گیا تھا۔

گرجا کہ تباہی کے دو دن بعد تک کچھ نہ ہوا۔ یوموفیا میں ہر شخص بندوق یا تیغچے سے لیس گھوم رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ابامی کے لوگوں کی طرح بے خبری میں قابو آ جائیں۔

اس کے بعد ڈسٹرکٹ کمشنر دورے سے واپس آ گیا۔ مسٹر سمتھ فوراً اس کے پاس پہنچا۔ بہت دیر تک ان کی بات چیت ہوتی رہی۔ یوموفیا کے رہنے والوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور اگر توجہ دی بھی تو اس کو غیر اہم جانا۔ مشنری اپنے سفید بھائی سے ملنے جاتا رہتا تھا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ تین دن بعد ڈی۔ سی نے اپنا ایک شیریں بیاں پیغامبر یوموفیا کے قائدین کے پاس بھیجا کہ وہ اس سے ہیڈ کوارٹر میں آ کر ملیں۔ یہ بھی کوئی عجیب بات نہیں تھی کیونکہ وہ اکثر انہیں بات چیت کرنے کیلئے بلایا کرتا تھا۔ جن چھ قائدین کو اس نے طلب کیا تھا اوکونک وو ان میں شامل تھا۔

اوکونک وو نے باقی ساتھیوں کو متنبہ کیا کہ ہر شخص کو پوری طرح مسلح ہونا چاہیئے۔ اس نے

کہا کہ ''یوموفیا کا رہنے والا کوئی شخص کسی شخص کے کہنے کے مطابق عمل کرنے سے تو انکار کرسکتا ہے لیکن اس کے کہنے کے حق سے منکر نہیں۔ اور جب اسے بلایا جاتا ہے تو وہ جاتا ہے اس سے انکار نہیں کرتا، لیکن بدلے ہوئے وقت کے پیش نظر ہمیں پوری طرح تیار ہوکر جانا چاہیئے۔

غرض چھ آدمی تیغچوں سے مسلح ہوکر ڈسٹرکٹ کمشنر سے ملنے روانہ ہوگئے۔ وہ بندوقیں ساتھ لے کر نہ گئے کیونکہ انہیں وہاں اُٹھائے پھرنا نامناسب معلوم ہوتا۔ وہ دسٹرکٹ کمشنر کے کمرہ عدالت میں جہاں وہ بیٹھا تھا لے جائے گئے۔ اس نے خوش خلقی سے ان کا استقبال کیا وہ کندھوں سے بکری کی کھال کے تھیلے اتار کر اور نیام میں ڈالے ہوئے تیغچے فرش پر رکھ کر بیٹھ گئے۔

پھر سب کچھ اس تیزی سے ہوا کہ وہ چھ آدمی اسا چانک کارروائی کو نہ دیکھ سکے مختصر سی ہاتھا پائی ہوئی، اتنی مختصر کہ انہیں تیغچے نیاموں سے کھینچنے کی مہلت نہ مل سکی اور وہ ان چھ آدمیوں کو ہتھکڑیاں لگا کر حوالات میں لے گئے۔

بعد میں ڈسٹرکٹ کمشنر نے ان سے کہا ''ہم آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے بشرطیکہ آپ سے تعاون کا اقرار کریں۔ ہم نے آپ کے لیے پرامن نظم ونسق کا اہتمام کیا ہے تاکہ آپ اور آپ کے لوگ خوش رہیں۔ اگر کوئی شخص آپ سے بدسلوکی کرے تو ہم آپ کو تحفظ فراہم کریں گے لیکن آپ کو یہ اجازت نہیں دے سکتے کہ آپ دوسروں سے بدسلوکی کریں۔ ہم نے ازروئے قانون عدالت قائم کررکھی ہے جہاں پر مقدمات کا تصفیہ کیا جاتا ہے اور انصاف مہیا کیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے میرے اپنے ملک میں عظیم ملکہ کے ماتحت کیا جاتا ہے۔ میں آپ سب کو اس لئے یہاں لایا ہوں کہ آپ نے مل کر دوسروں کو دق کیا اور ایذا پہنچائی اور لوگوں کے گھر اور عبادت گاہیں جلا ڈالیں۔ ہماری ملکہ جو دُنیا کی سب سے طاقتور حکمران ہے اس کی سلطنت میں یوں نہیں ہونا چاہیے۔ میرا فیصلہ ہے کہ آپ کوڑیوں کے دوسو تھیلے بطور جرمانہ ادا کریں۔ جونہی آپ اس کو تسلیم کریں گے اور اپنے لوگوں سے جرمانہ اکٹھا کرنے کی ذمہ داری قبول کرلیں گے آپ کو رہا کردیا جائے گا۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟''

وہ چھ آدمی غصے میں بالکل خاموش رہے۔ کمشنر کچھ وقت کے لیے انہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ حوالات سے جاتے ہوئے اس نے عدالتی پیغامبروں سے کہا کہ وہ ان لوگوں سے عزت واحترام

کا سلوک کریں کیونکہ وہ یوموفیا کے قائدین ہیں۔ اُنہوں نے سلوٹ مارتے ہوئے کہا ''جی جناب۔''

جونہی ڈسٹرکٹ کمشنر وہاں سے گیا تو ہیڈ پیغامبر نے جو کہ قیدیوں کا نائی بھی تھا استرا نکال کر ان سب کے سر مونڈ ڈالے۔ ابھی تک ان کے ہتھکڑیاں لگی تھیں اور وہ آزردگی کے عالم میں بیٹھے رہے۔

عدالتی پیغامبر نے مذاق اڑاتے ہوئے پوچھا ''تم میں سے سردار کون ہے؟ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ یوموفیا میں ہر مفلس لقب کی پائل پہنے پھر رہا ہے۔ کیا یہ لقب دس کوڑی میں ملتا ہے؟''

ان چھ آدمیوں نے اس دن اور اگلے دن کچھ نہ کھایا۔ انہیں نہ تو پینے کیلئے پانی دیا گیا اور نہ پیشاب کیلئے باہر جانے دیا گیا اور نہ ہی جب انہیں حاجت کا تقاضا مجبور کرتا تو جھاڑیوں میں جانے کی اجازت دی گئی۔ رات ہوتی تو پیغامبر اندر آ کے ان پر طعنہ زنی کرتے اور ان کے مونڈے ہوئے سر آپس میں ٹکراتے۔

جب وہ لوگ تنہا ہوتے تب بھی ان کو آپس میں گفتگو کے لیے الفاظ نہ ملتے تیسرے دن جا کر جب ان میں بھوک اور بے عزتی برداشت کرنے کا مزید یارانہ رہا تو اُنہوں نے ہار ماننے کے بارے میں باتیں شروع کیں۔

''اوکونک ووغرایا ''اگر تم میری سنتے تو سفید فام کو ہمیں قتل کر دینا چاہیئے تھا۔'' کسی نے جواب دیا ''تو ہم اس وقت یوموروں میں پھانسی لگنے کا انتظار کر رہے ہوتے۔''

ایک پیغامبر جو اسی وقت دوڑ کر اندر آیا تھا پوچھنے لگا ''کون سفید آدمی کو قتل کرنا چاہتا ہے؟''

کسی نے اس کے سوال کا جواب نہ دیا۔

''تم لوگ اپنے جرم پر مطمئن نہیں ہو کہ اب اس پہ اضافے کیلئے سفید آدمی کو قتل کرنا چاہتے ؟'' اس کے پاس مضبوط چھڑی تھی اس نے ہر آدمی کی پشت اور سر پہ چند ضربات لگائیں۔ اوکونک ووکا دم نفرت سے گھٹ رہا تھا۔

جیسے ہی وہ چھ آدمی حوالات میں ڈالے گئے تو عدالتی پیغامبر لوگوں کو یہ بتانے کے لئے گاؤں پہنچ گئے کہ ان کے لیڈر اس وقت تک رہا نہ ہوں گے جب تک کہ وہ لوگ کوڑیوں کے ڈھائی سو تھیلے بطور تاوان ادا نہیں کرتے۔

MashalBooks.com

ان کا سردار کہہ رہا تھا کہ ''اگر تم لوگ جرمانہ فوری طور پر ادا نہیں کرو گے تو ہم تمہارے لیڈر ان کو یوموروولے جا کر بڑے سفید آدمی کے سامنے پیش کریں گے اور پھانسی لگا دیں گے۔''

یہ کہانی دیہاتوں میں جلدی پھیل گئی اور جیسے جیسے آگے بڑھتی گئی اس میں اور اضافے ہوتے گئے کچھ کہہ رہے تھے کہ آدمی تو پہلے ہی یوموروولے جائے جا چکے ہیں اور اگلے روز پھانسی لگا دیئے جائیں گے۔ بعض کہہ رہے تھے کہ ان کے گھر والوں کو بھی پھانسی دے دی جائے گی۔ باقی کہہ رہے تھے کہ یوموفیا کے لوگوں کو، جیسے کہ گورے پہلے ابامی میں کر چکے ہیں، گولی مار دی جائے گی۔ سپاہی چل پڑے ہیں اور اب راستے میں ہیں۔

اگرچہ یہ پورن ماشی کی رات تھی مگر اس رات بچوں کی آوازیں نہ سنائی دیں۔ گاؤں کا ایلو (میدان) جہاں وہ اکٹھے ہو کر چاند سے کھیلتے تھے خالی ڈھنڈار پڑا تھا۔ آئی گیدو کی عورتیں آج رات اس خفیہ چار دیواری میں نہ ملیں جہاں وہ نیا ناچ سیکھا کرتی تھیں جو کہ بعد میں گاؤں والوں کو پیش کیا جاتا تھا۔ نوجوان مرد جو چاندنی میں ہمیشہ باہر ہوتے آج اپنی جھونپڑیوں ہی میں رہے۔ آج ان کی مردانہ آوازیں گاؤں کی راہوں پہ نہ سنی جا سکتی تھیں جو پہلے چاندنی راتوں میں جب وہ اپنے دوستوں اور محبوباؤں سے ملنے ان راہوں پر نکلتے تو سنی جاتی تھیں۔ یوموفیا اس چوکنے جانور کی مانند تھا جو کان کھڑے کئے خاموش منحوس ہوا کو سونگھ رہا ہے اور نہ جانتا ہو کہ بھاگنے کیلئے کون سے راہ اختیار کرے۔

گاؤں کے نقیب نے اپنا بلند آواز گھڑیال بجا کر خاموشی توڑی۔ اس نے یوموفیا میں ''آکا کان ما'' کی عمر سے اوپر کے ہر آدمی کو پکار کر منڈی کے مقام پر صبح کے کھانے کے بعد منعقد ہونے والے اجلاس میں بلایا۔ وہ گاؤں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گیا اور پھر اس کی پوری چوڑائی میں گھوما۔ اس نے کوئی بڑا راستہ نہ چھوڑا جس پر نہ گیا ہو۔

اوکونک وو کا احاطہ ایک اجڑے ہوئے مسکن کی مثال بنا تھا۔ لگتا جیسے اس پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا گیا ہو۔ اس کا پورا خاندان وہیں پر تھا لیکن ہر کوئی سرگوشیوں میں بات کر رہا تھا۔ اس کی بیٹی ایزن ما نے جب سنا کہ اس کا باپ قید ہو گیا ہے اور پھانسی دیئے جانے والا ہے تو اپنے ہونے والے خاوند کے خاندان میں اُٹھائیس دن رہنے کی رسم توڑ کر گھر واپس چلی آئی۔ گھر پہنچتے ہی وہ اوباریکا کے ہاں یہ پوچھنے کیلئے گئی کہ یوموفیا کے لوگ اس بارے میں کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن اوباریکا صبح سے گھر سے غائب تھا۔ اس کی بیویوں کا خیال تھا کہ وہ کسی خفیہ میٹنگ میں

شمولیت کیلئے گیا ہوا ہے۔ ایزن ما کو اطمینان ہوا کہ آخر کچھ نہ کچھ تو کیا ہی جا رہا ہے۔

گاؤں کے نقیب کا پکار کے بعد دوسری صبح یوموفیا کے مرد منڈی کے مقام پر جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ سفید فام شخص کا غصہ ٹھنڈا کرنے کیلئے دوسو پچاس کوڑیوں کے تھیلے بلا تاخیر جمع کئے جائیں۔ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ پچاس تھیلے تو عدالتی پیغامبروں کی نذر ہوں گے جنہوں نے از خود جرمانے کی رقم میں اضافہ کر دیا تھا۔

MashalBooks.com

چوبیسواں باب

اوکونک وو اور اس کے ساتھی قیدی جرمنے کے ادا ہوتے ہی رہا کر دیئے گئے ڈسٹرکٹ کمشنر نے ایک بار پھر ان کے سامنے عظیم ملکہ امن اور اچھی حکومت کے بارے میں خطاب کیا۔ اُنہوں نے کچھ نہ سنا اور بیٹھے ڈسٹرکٹ کمشنر اور اس کے مترجم کو تکتے رہے۔ آخر میں انہیں تھیلے اور نیام میں بند تیغے واپس کرتے ہوئے گھر جانے کیلئے کہا گیا۔ وہ اُٹھے اور کمرہ عدالت سے نکل آئے۔ اُنہوں نے نہ تو آپس میں بات کی اور نہ کسی اور سے۔

عدالت، گرجا کی طرح گاؤں سے کچھ فاصلے پر تعمیر کی گئی تھی۔ انہیں ملانے والا راستہ خوب چلتا تھا کیونکہ وہ عدالت سے آگے ندی کو جاتا تھا۔ وہ اچھا کھلا اور ریتلا راستہ تھا۔ خشک موسم میں پیدل راستے کھلے اور ریتیلے ہو جاتے۔ لیکن برسات میں دونوں کناروں پہ جھاڑیاں گھنی ہو جاتیں اور راستے تک بڑھ آئیں۔ ان دنوں موسم خشک تھا۔

وہ چھ آدمی جب گاؤں کو جا رہے تھے تو انہیں راہ میں بچے اور عورتیں گھڑے اُٹھائے ندی کے رخ جاتے ملے۔ ان آدمیوں کی شکلیں ایسی گھمبیر اور خوفناک ہو رہی تھیں کہ عورتیں اور بچے انہیں خوش آمدید یا ''ننو'' نہ کہہ سکے بلکہ راستے سے ہٹ گئے تا کہ وہ گزر جائیں۔ گاؤں میں چھوٹے چھوٹے گروہ ان کے ساتھ آ کر ملتے گئے حتی کہ ایک اچھا خاصا جتھا بن گیا۔ ان چھ آدمیوں میں سے جس کسی کا احاطہ آتا تا وہ اس طرف مڑ جاتا اور ہجوم کا کچھ حصہ بٹ کر اس کے ساتھ چلا جاتا۔ گاؤں میں دبی دبی خاموش ہلچل تھی۔

جونہی یہ خبر پھیلی کہ چھ آدمی رہا ہو رہے ہیں تو ایزن مانے اپنے باپ کے لیے کچھ کھانا تیار کیا۔ وہ اس کی ادبی میں کھانا لے کر گئی۔ وہ کھویا کھویا کھا رہا تھا۔ اسے اشتہا بالکل بھی نہ تھی۔ محض

ایزماما کا دل رکھنے کیلئے کھانے لگا۔اس کے مرد رشتہ دار اور دوست ادبی میں جمع ہو رہے تھے اور اوباریکا اسے کھانے پر مجبور کر رہا تھا۔ باقی سب خاموش تھے لیکن اوکونک وو کی پشت پر جہاں جہاں جیل کے محافظ کے کوڑوں نے اس کا گوشت کاٹ ڈالا تھا وہاں بنی لمبی دھاریاں سب دیکھ رہے تھے۔

گاؤں کا نقیب اس رات پھر باہر نکلا۔اس نے لوہے کا گھڑیال بجاتے ہوئے اعلان کیا کہ صبح ایک اور اجلاس کا انعقاد ہوگا۔ ہر کسی کو علم تھا کہ ان پیش آنے والے واقعات کے بارے میں یوموفیا نے بالآخر اپنا عندیہ بیان کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔

اوکونک وو اس رات بہت کم سو سکا۔اس کے دل میں موجود تلخی بچوں کے سے جوش میں گھل گئی تھی۔سونے سے پہلے اس نے اپنا جنگی لباس نکالا جسے اس نے جلاوطنی سے لوٹنے کے بعد سے چھوا بھی نہیں تھا۔اس نے دھوئیں سے رنگا ہوا رافیہ گھاس کا بنا گھگرا جھاڑا اور اپنے لمبے پروں والی ٹوپی اور ڈھال کا معائنہ کیا۔اس نے خیال کیا کہ تمام چیزیں تسلی بخش حالت میں ہیں۔

بانس کے بستر پر لیٹتے وقت اس نے اس سلوک کے بارے میں سوچا جو سفید آدمی کی عدالت میں اس سے روا رکھا گیا اور اس نے بدلہ لینے کی سوگند اُٹھائی۔اگر یوموفیا نے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا پھر تو ٹھیک ہے لیکن اگر اُنہوں نے بزدلی دکھائی تو وہ اپنا بدلہ لینے کے لیے نکل پڑے گا۔اسے ماضی کی جنگوں کا خیال آ گیا۔اس نے سوچا کہ سب سے زیادہ قدر و منزلت رکھنے والی جنگ ''آئی سائی کی'' کے خلاف لڑی گئی تھی۔ان دنوں اوکو یوا ابھی زندہ تھا۔اوکیوو ور جز اس انداز میں گاتا تھا کہ کوئی اور شخص ویسا نہ گا سکتا تھا۔وہ خود تو جنگجو نہ تھا۔لیکن اس کی آواز ہر آدمی کو شیر ببر بنا دیتی تھی۔

اوکونک وو نے ان دنوں کو یاد کرتے ہوئے آہ بھری ''اب باصلاحیت لوگ کہاں رہ گئے ہیں۔جس طرح ہم نے آئی سائی کی کے لوگوں کو اس جنگ میں قتل کیا وہ اسے کبھی بھول نہیں سکیں گے۔ہم نے ان کے بارہ آدمیوں کو مارا جبکہ ہمارے صرف دو آدمی مارے گئے۔منڈی کا پہلا ہفتہ ختم ہونے سے پہلے ہی وہ امن کیلئے کوشش کرنے لگے۔یہ وہ دن تھے جب مرد، مرد ہوا کرتے تھے۔

وہ یہ باتیں سوچ رہا تھا کہ دور سے لوہے کے گھڑیال کی آواز سنائی دی۔اس نے غور سے

سنا مگر وہ اعلان کرنے والے کی صرف آواز ہی سن پایا۔ گھڑیال کی آواز بہت ہلکی تھی۔ اس نے بستر میں کروٹ لی تو کمر میں درد اُٹھا۔ اس نے دانت بھینچ لئے۔ اعلان کرنے والا قریب آتا جا رہا تھا آخر وہ اس کے احاطے کے قریب سے گزر گیا۔

اوکونک وو کو بڑا تلخ خیال آیا ''یوموفیا'' میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ بزدل ایگون وانے ہیں۔ اس کی میٹھی زبان آگ کو ٹھنڈی راکھ میں بدل سکتی ہے۔ جب وہ بولتا ہے تو ہمارے مردوں کو نامرد کر ڈالتا ہے۔ اگر وہ لوگ پانچ سال پہلے اس کی نسوانی فکر کو نظر انداز کر دیتے تو ہم اس حال کو نہ پہنچتے۔'' اس نے دانت پیسے ''کل وہ انہیں بتائے گا کہ ہمارے بزرگوں نے کبھی ایسی جنگ نہیں لڑی جس کا الزام ان پر آتا ہوا گر اُنہوں نے اس کی بات مانی تو میں انہیں چھوڑ کر بدلہ لینے کا اپنا منصوبہ بناؤں گا۔''

اعلان کنندہ کی آواز ایک بار پھر ہلکی ہوگئی۔ بڑھتے ہوئے فاصلے نے اس کے لوہے کے گھڑیال کی درشتگی کو کند کر دیا تھا۔ اوکونک وو نے دوسری طرف کروٹ لی تو اس کی پیٹھ میں پھر درد اُٹھا جس سے اس نے ایک طرح کی لذت پائی ''کل اگر ایگون وانے نے جنگ کو بلاوجہ کی جنگ بتایا تو میں اسے اپنی پیٹھ اور سر دکھاؤں گا۔'' اس نے دانت پیسے۔

جونہی سورج نکلا تو جہاں منڈی لگتی تھی وہ جگہ بھرنے لگی۔ اوباریکا اپنی ادبی میں منتظر تھا۔ جب اوکونک وو نے وہاں پہنچ کر آواز دی تو اس نے بکری کی کھال کا تھیلا اور نیام میں تیغچہ کندھے پر ڈالے اور اوکونک وو کے ساتھ چلنے کیلئے باہر نکل آیا۔ اوباریکا کی جھونپڑی سڑک کے نزدیک تھی اور اس نے ہر شخص کو دیکھا تھا جو منڈی کے مقام کی طرف جا رہا تھا۔ بہت سوں کے ساتھ اس نے علیک سلیک کی تھی جو اس صبح منڈی کے مقام کی طرف پہلے نکل گئے تھے۔

جب اوکونک وو اور باریکا جلسہ گاہ میں پہنچے تو وہاں پہلے سے اتنے لوگ موجود تھے کہ اگر کوئی ریت کا دانہ اچھالتا تو وہ واپس زمین پر پہنچنے کے لیے راہ نہ پاتا۔ نو دیہات کے ہر حصے سے ابھی اور لوگ چلے آ رہے تھے۔ اتنی بڑی تعداد دیکھ کر اوکونک وو کے دل کو حرارت ملی۔ لیکن وہ ایک شخص کا متلاشی تھا جس کی زبان سے وہ بہت نفرت کرتا تھا اور خوف کھاتا تھا۔

اس نے اوباریکا سے پوچھا ''کیا تم اسے دیکھ سکتے ہو؟''

''کسے؟''

''ایگون وانے'' اس نے کہا۔ منڈی کے وسیع مقام سے اس کی نظریں ایک کونے سے

دوسرے کونے تک گھوم رہی تھیں۔ بیشتر آدمی اپنے ساتھ لائے ہوئے لکڑی کے سٹولوں پر بیٹھے تھے۔

''نہیں'' اوباریکا نے ہجوم پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔ پھر کہا'' ہاں۔ وہ ہے! وہاں سمبل کے درخت تلے۔ کیا تمہیں ڈر ہے کہ وہ ہمیں لڑائی نہ کرنے پر قائل کرے گا؟''

''ڈر؟ وہ تم لوگوں سے کیا کرتا ہے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میں اس سے اور اس کی بات سننے والوں سے نفرت کرتا ہوں۔ میں نے چاہا تو تن تنہا لڑوں گا۔''

وہ چلا چلا کر بول رہے تھے کیونکہ وہاں پر موجود ہر شخص باتیں کر رہا تھا اور آوازیں یوں آ رہی تھیں جیسے بڑی منڈی لگی ہو۔

اوکونک وو نے سوچا'' میں اس کے تقریر کرنے تک انتظار کروں گا اور اس کے بعد بولوں گا۔''

ذرا وقفے کے بعد اوباریکا نے پوچھا'' مگر تمہیں کیسے معلوم ہے کہ وہ جنگ کے خلاف بولے گا۔''

اوکونک وو نے کہا'' کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ بزدل ہے۔''

اوباریکا نے اس کی بقیہ بات نہ سنی کیونکہ اسی لمحے کسی نے اس کے کندھے کو چھوا اور وہ مڑ کے پانچ، چھ دوستوں کے ساتھ ہاتھ ملانے اور علیک سلیک کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اوکونک وو ان کی آوازیں پہچانتا تھا لیکن مڑ کے نہ دیکھا۔ اس وقت وہ علیک سلیک کے موڈ میں نہ تھا۔ لیکن ان میں سے ایک نے اس کے کندھے کو چھوا اور اس کے احاطے کے لوگوں کی خیریت دریافت کی۔

اس نے بغیر دلچسپی لئے جواب دیا'' سب ٹھیک ہیں۔''

اس صبح پہلا شخص جس نے یوموفیا کو خطاب کیا اوکی کا تھا۔ وہ قید ہونے والے چھ آدمیوں میں سے ایک تھا۔ اوکی کا ایک بڑا آدمی اور مقرر تھا لیکن اس کی آواز میں وہ گھن گرج نہ تھی جو قبیلے کے اجتماع میں خاموشی قائم کرنے کیلئے پہلے مقرر کی آواز میں ہونی چاہیئے۔ اون پیکا کی آواز ایسی تھی، اس لئے اسے کہا گیا کہ اوکی کا کے خطاب کرنے سے پہلے وہ یوموفیا کو سلام پیش کرے۔

MashalBooks.com

اپنا بایاں بازو بلند کر کے اور کھلے ہاتھ کی ہتھیلی سے ہوا کو دھکیلتے ہوئے وہ ڈکرایا

''یوموفیا کے وینو''

یوموفیا دہاڑا ''یا!''

مختلف سمتوں کی جانب رخ پھیر پھیر کر وہ بار بار ڈکرا رہا تھا ''یوموفیا کے وینو۔''

اور مجمع جواب دیتا ''یا!''

دفعتاً خاموشی چھا گئی جیسے بھڑکتے شعلوں پر کسی نے ٹھنڈا پانی ڈال دیا ہو۔

اوکی کا پھرتی سے اُٹھ کے کھڑا ہوا اور اس نے چار بار اپنے قبیلے کو سلام کیا اور اس کے بعد یوں گویا ہوا:

''ان دنوں جبکہ ہمیں اپنے کھلیانوں کی تعمیر، اپنی جھونپڑیوں کی مرمت اور اپنے احاطوں کے انتظام میں مصروف ہونا چاہیئے۔ ہم یہاں کیوں اکٹھے ہوئے ہیں؟ اس کا مقصد آپ سب پہ عیاں ہے۔ میرے والد کہا کرتے تھے۔ کہ جب بھی تم کسی مینڈک کو روشن دن میں پھدکتے دیکھو تو سمجھ لو کہ کوئی اس کی زندگی کے درپے ہے۔ اتنی صبح صبح جب میں نے قبیلے کے ہر حلقے سے آپ کو اس جلسہ گاہ میں امڈتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ کوئی نہ کوئی ہماری زندگی کے درپے ہے۔'' اس نے تھوڑا سا وقفہ دیا اور پھر شروع ہوا:

''ہمارے سارے دیوتا رو رہے ہیں۔ آئی ڈمیلی رو رہا ہے، اگ وگ وو رو رہا ہے۔ اگ بالا رو رہی ہے اور باقی سب رو رہے ہیں۔ ہمارے آنجہانی اجداد رو رہے ہیں۔ اس بے حرمتی اور گستاخی پہ رو رہے ہیں جو ان سے روا رکھی جا رہی ہے اور ان مکروہات پہ رو رہے ہیں جنہیں ہوتے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔'' وہ اپنی لرزتی ہوئی آواز کو قابو میں لانے کیلئے ایک بار پھر رکا ''یہ ایک بہت بڑا اجتماع ہے۔ کوئی قبیلہ ہم سے زیادہ تعداد اور زیادہ بہادر ہونے کا دعویٰ دار نہیں ہو سکتا۔ کیا ہم میں سے ہر ایک یہاں موجود ہے؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں: کیا یوموفیا کا ایک ایک فرزند ہمارے ساتھ یہاں موجود ہے؟'' ایک گہری بڑبڑاہٹ کی آواز مجمع میں سرسراسی گئی۔

اس نے بولنا شروع کیا ''سب یہاں نہیں ہیں۔ ہاں نہیں ہیں۔ اُنہوں نے قبیلے کو توڑ پھوڑ کے رکھ دیا ہے اور اپنی الگ الگ راہوں پر چل نکلے ہیں۔ ہم جو آج کی صبح یہاں اکٹھے ہیں اپنے اجداد کے وفادار رہے ہیں۔ لیکن ہمارے بھائی جو ہمیں چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ ایک اجنبی کے

ساتھ مل کر اپنی آبائی سرزمین کو ناپاک کر رہے ہیں۔ اگر ہم اجنبی سے لڑیں تو ہمیں اپنے بھائیوں پہ بھی ہاتھ اُٹھانا پڑے گا اور بہت ممکن ہے اس طرح ہمیں اپنے ہی قبیلے کے کسی فرد کا خون بہانا پڑے۔ لیکن ہمیں بہرطور یہ کرنا پڑے گا۔ ہمارے اجداد اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اُنہوں نے کبھی اپنے بھائیوں کو قتل نہیں کیا۔ لیکن یہ بھی تو ہے کہ کبھی کوئی سفید آدمی ان کے پاس نہیں آیا تھا۔ ہمیں وہ کرنا پڑے گا جو ہمارے اجداد کبھی نہ کرتے۔ اسی نیکی پرندے سے کسی نے پوچھا کہ تم ہمہ وقت اڑتے کیوں رہتے ہو تو اس نے جواب دیا: انسانوں نے بلا خطا نشانہ لگانا سیکھ لیا ہے تو میں نے شاخ پر بسیرا کیے بنا اڑنا سیکھ لیا ہے۔ ہمارے لئے س برائی کو جڑ سے اکھاڑ دیئے کے بغیر چارہ نہیں۔ اگر ہمارے بھائی بھی برائی کی طرفداری کریں تو انہیں بھی جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہوگا۔ ہمیں یہ کام ابھی سرانجام دینا ہے۔ اب جب کہ پانی صرف ٹخنوں تک آیا ہے اس نکال باہر پھینکنا چاہیئے .....''

اس مرحلے پر مجمع میں دفعتاً ہلچل مچ گئی اور ہر آنکھ ایک ہی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ سڑک جو منڈی سے سفید آدمی کی عدالت اور اس سے آگے ندی کو جاتی تھی اس میں تیکھا موڑ تھا۔ اس لئے پانچ عدالتی پیادوں کو آتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا تاوقتیکہ وہ موڑ مڑ کر ہجوم کے آخری کنارے سے چند قدم کے فاصلے پر آ کھڑے ہوئے۔ اوکونک وواسی کنارے بیٹھا تھا۔

جونہی اس نے دیکھا کہ کون آ رہے ہیں وہ اچھل کے کھڑا ہو گیا اور ہیڈ پیغامبر کا سامنا کیا، اگرچہ وہ نفرت سے کانپتے ہوئے ایک لفظ بولنے کے قابل نہ تھا۔ اس شخص کو ذرا بھی خوف نہ تھا وہ اپنی جگہ پہ ڈٹا رہا اور دوسرے چاروں آدمی اس کے پیچھے قطار بنا کر کھڑے ہو گئے۔

اس مختصر لمحے میں معلوم ہوتا تھا گویا دُنیا رک گئی ہے اور منتظر ہے۔ مکمل سکوت طاری تھا۔ منتظر، یوموفیا کے لوگ درختوں اور بڑی بڑی بیلوں کے عقبی پردے میں ضم ہو گئے تھے۔

ہیڈ پیادے نے اس سحر کو توڑا۔

اس نے حکم دیا ''مجھے آگے جانے دو''

''تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟''

'' سفید آدمی جس کی طاقت سے تم بخوبی واقف ہو۔ اس کا حکم ہے کہ جلسہ بند کر دیا جائے۔''

ایک پل میں اوکونک وو نے تیغچہ کھینچا۔ پیادے نے وار بچانے کیلئے بیکار غوطہ لگایا۔

MashalBooks.com

اوکونک وو کا تیغچہ اس پر دو بار برسا اور اس کا سر اس کے باوردی جسم کے پاس پڑا تھا۔

پیچھے بیٹھے منتظر لوگوں میں ہلچل مچ گئی اور جلسہ ختم ہو گیا۔ اوکونک وو کھڑا لاش کو دیکھ رہا تھا۔ اسے پتہ چل گیا کہ یوموفیا جنگ نہیں چھیڑے گا کیونکہ اُنہوں نے باقی چار پیغامبروں کو بچ کے نکل جانے دیا۔ کسی امداد کی بجائے وہ بھگدڑ کا شکار ہو گئے تھے افراتفری میں اس میں نے خوفزدگی پھیلی ہوئی دیکھ لی۔ اس نے یہ سوال کرتی ہوئی آوازیں سنیں۔ ''اس نے یہ کیا کیا؟''

اس نے اپنا تیغچہ ریت سے صاف کیا اور وہاں سے چل دیا۔

MashalBooks.com

پچیسواں باب

جب ڈسٹرکٹ کمشنر مسلح سپاہیوں کے ایک جتھے اور چند عدالتی پیادوں کی سربراہی کرتا ہوا اوکونک وو کے احاطے پر پہنچا تو دیکھا کہ تھکے ماندے لوگوں کا ایک چھوٹا سا گروہ اس کی ادبی میں بیٹھا ہے۔اس نے انہیں باہر آنے کا حکم دیا جس کی اُنہوں نے بلا چون و چرا تعمیل کی۔

اس نے اپنے مترجم کے ذریعہ پوچھا ''تم میں سے اوکونک ووکون ہے''

اوباریکا نے جواب دیا ''وہ یہاں نہیں ہے۔''

''وہ کہاں ہے؟''

''وہ یہاں نہیں ہے۔''

کمشنر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور اس نے انہیں متنبہ کیا کہ اگر اُنہوں نے اوکونک ووکو فوری طور پر پیش نہ کیا تو وہ سب کو جیل میں ڈال دے گا۔لوگ دبی آواز میں کچھ دیر آپس میں باتیں کرتے رہے اور پھر اوباریکا دوبارہ یوں گویا ہوا:

''ہم آپ کو وہاں لیے چلتے ہیں جہاں وہ ہے اور شاید آپ کے آدمی ہماری مدد پہ آمادہ ہو جائیں۔''

جب اوباریکا نے کہا کہ شاید آپ کے آدمی ہماری مدد پہ آمادہ ہو جائیں تو یہ بات کمشنر کو کچھ سمجھ میں نہ آئی۔اس نے سوچا کہ ان لوگوں کی سب سے زیادہ غصہ دلانے والی عادت یہ غیر ضروری الفاظ استعمال کرنے کا شوق ہے۔

اوباریکا پانچ چھ آدمیوں کو ساتھ لیے راہ دکھانے کیلئے آگے چلا اور کمشنر معہ اپنے ساتھیوں کے پیچھے چل پڑا مسلح سپاہیوں نے بندوقیں تان رکھی تھیں۔کمشنر نے اباریکا سے کہا کہ اگر اس

نے یا اس کے ساتھیوں نے کسی طرح کی کوئی چالاکی کرنے کی کوشش کی تو گولی ماردی جائے گی۔ یوں وہ چلے جارہے تھے۔

اوکونک وو کے احاطے کے عقب میں ایک چھوٹی سی جھاڑی تھی۔ احاطے سے جھاڑی تک پہنچنے کا صرف ایک راستہ تھا۔ وہ سرخ مٹی کی دیوار میں ایک چھوٹا سا گول سوراخ تھا جس میں سے مرغیاں خوراک کی نامختتم تلاش میں آتی جاتی تھیں۔ انسان اس سوراخ میں سے نہیں گزر سکتا تھا۔ اوباریکا کمشنر اور اس کے ساتھیوں کو اس جھاڑی کے پاس لئے جارہا تھا۔ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے وہ احاطے کے گرداگرد گھوم گئے وہ صرف ایک آواز پیدا کررہے تھے اور وہ پاؤں تلے سوکھے پتوں کے کچلے جانے کی آواز۔

پھر وہ اس درخت پر پہنچ گئے جس سے اوکونک وو کی لاش جھول رہی تھی۔ وہ سکتے کے عالم میں رک گئے۔

اوباریکا کہنے لگا'' شاید آپ کے آدمی اسے نیچے اتارنے اور دفنانے پہ رضا مند ہو جائیں۔ اس کام کو انجام دینے کیلئے ہم نے ایک اور گاؤں سے اجنبیوں کو بلوایا ہے۔ لیکن وہ ممکن ہے پہنچنے میں بہت دیر لگادیں۔''

ڈسٹرکٹ کمشنر کا رویہ فوری طور پر تبدیل ہوگیا۔ اس کے اندر کے سخت گیر منتظم کی جگہ پر قدیم رواجوں کا طالب علم آن موجود ہوا۔

''تم اسے خود کیوں نیچے نہیں اتار سکتے؟ اس نے پوچھا

''یہ ہمارے رواج کے خلاف ہے ایک آدمی نے کہا اپنے ہاتھوں سے اپنی جان لینا ایک قابل نفرت فعل ہے۔ یہ دھرتی کے خلاف جرم ہے۔ خودکشی کرنے والے کی تدفین میں اس کے قبیلے والے حصہ نہیں لیتے۔ اس کا جسم نحس ہوتا ہے اور صرف غیر ہی اسے چھو سکتے ہیں۔ اسی لئے ہم آپ کے آدمیوں سے اسے اتارنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ آپ اجنبی ہیں۔

کمشنر نے پوچھا کیا تم اسے عام آدمی کی لاش کی طرح دفناؤ گے۔

,,ہم اسے نہیں دفنا سکتے صرف اجنبی اسے دفن کرسکتے ہیں۔ اگر آپ کے آدمی آمادہ ہوں تو ہم انہیں معاوضہ ادا کردیں گے۔'' تدفین کے بعد ہم اس کے بارے میں اپنے فرائض کی ادئیگی کریں گے۔ ناپاک کردہ دھرتی کو پاک کرنے کیلئے قربانیاں دیں گے۔''

اوباریکا جو اپنے دوست کی جھولتی ہوئی لاش کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا تھا دفعتاً ڈسٹرکٹ کمشنر

کی جانب مڑا اور نہایت سختی سے بولا ''یہ آدمی یوموفیا کے عظیم ترین آدمیوں میں سے ایک تھا۔تم نے اسے اتنا لاچار کیا کہ وہ خودکشی پر مجبور ہو گیا۔اب اسے ایک کتے کی طرح دفنایا جائے گا.....وہ اس سے زیادہ نہ بول سکا۔الفاظ اس کی کپکپاتی آواز میں دم توڑ گئے۔

''بکواس بند کرو!''ایک پیادہ غیر ضروی طور پر چلایا۔

''لاش اتارو''کمشنر نے ہیڈ پیادے کو حکم دیا۔''پھر لاش کو اور ان تمام لوگوں کو عدالت مین لے کر آؤ۔''

''بہتر جناب! پیادے نے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

تین، چار سپاہی ساتھ لے کمشنر واپس لوٹ گیا۔وہ متعدد سالوں سے افریقہ کے مختلف حصوں میں تہذیب پھیلانے کی کوشش کرتا رہا تھا اور اس اثنا میں اس ے بہت سی چیزیں سیکھی تھیں۔ان میں سے ایک یہ تھی کہ ڈسٹرکٹ کمشنر کو کبھی ایسے غیر معزز کام کے دوان موجود نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ لٹکتی لاش کا درخت سے اتارا جانا۔ایسے مواقع پر موجودگی سے مقامی لوگ اس کے بارے میں گھٹیا رائے قائم کر سکتے ہیں۔وہ اپنی زیر تجویز کتاب میں اس نکتے پر خصوصی زور دے گا۔عدالت کو پیدل واپس جاتے ہوئے وہ کتاب کے بارے میں سوچتا جا رہا تھا۔ہر دن اسے کتاب کے لئے نیا مواد فراہم کرتا۔اس آدمی کی کہانی جس نے عدالت کے پیغامبر کو مارنے کے بعد اپنے آپ کو پھانسی دے لی قاری کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگی۔کوئی لکھنا چاہے تو اس کے متعلق پورا باب لکھا سکتا ہے۔شاید پورا باب تو نہیں البتہ ایک معقول پیراگراف تو بہر طور لکھا جاسکتا ہے۔لیکن لکھنے کو تو بہت کچھ ہے اس لئے غیر ضروری تفصیلات سختی سے کاٹ دینی چاہئیں۔اس نے کافی سوچ بچار کے بعد کتاب کا عنوان ابھی سے منتخب کر لیا تھا۔''زیرین نائیجر کے قدیم قبائل کی تادیب۔''

MashalBooks.com

MashalBooks.com

MashalBooks.com